مضامینِ برتر

حصہ دوم

(فرائضِ ولایت وفرمودات)

از

حضرت سید علی صاحب برترؔ مدظلہٗ العالی

ناشر

ادارہِ تنظیم مہدویہ

16-4-316 چنچلگوڑہ، حیدرآباد.

مضامینِ برتر

(حصہ دوم)

(فرائض ولایت وفرمودات)

از

حضرت سید علی صاحب برترؔ مدظلہ

شائع کردہ

ادارۂ تنظیم مہدویہ

16-4-316، چنچل گوڑہ، حیدرآباد 500024

سلسلہ اشاعت کتب۔ 37

نام کتاب	:	مضامین برتر (حصہ دوّم) (فرائض ولایت وفرمودات)
نام مصنف	:	حضرت سید علی صاحب برترؔ مدظلہ
سن اشاعت	:	2004ء م 1424ھ
تعداد	:	500
کمپیوٹر کمپوزنگ	:	SAN کمپیوٹر سنٹر، چنچل گوڑہ، حیدرآباد فون 24529428
طباعت	:	دائرہ پریس، چھتہ بازار، حیدرآباد
قیمت	:	Rs. 30/-

ملنے کا پتہ :
(1) ادارہ تنظیم مہدویہ
16-4-316، چنچل گوڑہ
(2) بمکان حضرت سید علی صاحب برترؔ مدظلہ
16-8-34/1، گجی باؤلی چنچل گوڑہ
(3) A to Z اسٹیشنری
انجمن مہدویہ بلڈنگ، چنچل گوڑہ

ناشر

ادارہ تنظیم مہدویہ

16-4-316، چنچل گوڑہ، حیدرآباد 500024

انتساب

حضرت پیرومرشد ابوسعید سید محمود تشریف اللّٰہی (مرشد میاں) صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ

کے نام

جن کی مذہبی اور علمی کاوشوں سے

میں ہی نہیں

پوری ملت مہدویہ مستفید ہوئی ہے

فہرست

قارئین کرام سے	حضرت سید علی صاحب برترؔ	الف
پیش لفظ	محب ملت جناب مقصود علی خان صاحب سرپرست تنظیم مہدویہ	ب

مضامین

(1)	دعوت اور ہجرت	1
(2)	ترک دنیا کیوں	15
(3)	صحبت صادقین	30
(4)	توکل علی اللہ فرض ہے	36
(5)	سب کے ہو جاؤ تو پھر اُسکے بنو گے کب (عزلت)	45
(6)	اور ہم کو کام دن بھر رات بھر کچھ نہیں (ذکر)	53
(7)	طلب دیدارِ خدا	64
(8)	دنیا اور دیدارِ الٰہی	77
(9)	ہجرت	86
(10)	دی د	95
(11)	دل اور مدعا	106
(12)	کیا ترک دنیا رہبانیت ہے؟ (قسط اوّل)	116
(13)	کیا ترک دنیا رہبانیت ہے؟ (قسط دوّم)	125
(14)	فرمودات (قسط اوّل)	132
(15)	فرمودات (قسط دوّم)	143
(16)	فرمودات (قسط سوّم)	154

فقیر سید علی برترؔ

قارئین کرام سے

ادارۂ تنظیم مہدویہ نے حسب وعدہ آپ کے سامنے مضامین برترؔ کا دوسرا حصہ پیش کیا ہے۔ پہلے حصہ کے مضامین نے جو حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مہدیؑ موعود علیہ السلام کے مقامات کے سلسلہ میں تھے قارئین کرام سے کافی دادِ تحسین حاصل کی ہے۔ اکثر صاحبین نے مجھ سے مل کر بھی شخصی طور پر ان کی افادیت اور بہتر طرزِ نگارش پر اپنی خوشی کا اظہار کیا ہے۔

اس دوسرے حصہ میں میں نے فرائض ولایت پر مضامین پیش کئے ہیں۔ ان کیلئے قوم کی مشہور کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔ آسان زبان میں فرائض ولایت کو پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ قارئین خصوصاً نوجوان طبقہ ان کو پڑھے اور ان سے کما حقہ معلومات حاصل کر سکے۔ فرائضِ ولایت کے علاوہ ان مضامین میں آپ فرمودات امامنا علیہ السلام پر بھی کچھ مضامین پڑھیں گے جن سے حضرت مہدی موعود علیہ السلام کے مقام و مرتبے اور آپ کی تعلیمات کے متعلق اندازہ ہوگا۔

مجھے امید ہے یہ مضامین قارئین کرام کی پسندیدگی حاصل کریں گے۔

آخر میں میں اپنے فرزندان جناب ابوالفیض سید احمد سلمہٗ اور جناب ابولطیف سید محمد سلمہٗ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے جن کی تحریک اور تشویق سے یہ مضامین شائع ہو رہے ہیں خصوصاً وال الذکر کا جنہوں نے مضامین کے مسودات اور چھپے ہوئے پروف ریڈنگ کا کام بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیا۔

میں جناب مقصود علی خان صاحب سرپرست تنظیم مہدویہ کا بھی بے حد مشکور ہوں کہ انہوں نے اس مرتبہ بھی اپنے ادارے سے مضامین کی اشاعت کا انتظام کیا اور مضامین برتر حصہ سوم کے لئے مجھے مجبور کر رہے ہیں۔ دیکھیں کیا ہوتا ہے انشاء اللہ

فقیر سید علی برترؔ خوندمیری

پیش لفظ

کرہ ارض کی تاریخ شاہد ہے کہ انسانیت کی ابتداء علم سے ہوئی ہے۔ حضور نبی اکرمؐ سے سب سے پہلے ارشاد باری ہوا ''اقراء'' اس پہلی وحی سے معلوم ہوا کہ انسانیت کے لئے علم اولین شئے ہے۔ پھر دوسری وحی یعنی سورہ المدثر کی ابتدائی آیات میں اس بات پر زور دیا گیا کہ علم کے بعد عمل نہایت ضروری ہے یعنی سرکار دو عالم ﷺ سے ارشاد ہوا کہ آپ کا کام فرشتہ کو دیکھ کر اوڑھ کر بیٹھنا نہیں بلکہ علم آجانے کے بعد آپ کا کام یہ ہے کہ اللہ کے بندوں کو خدا کا خوف دلائیں اور انہیں ڈرائیں اور علم پر عمل کرائیں۔ الحمد للہ تنظیم مہدویہ اپنے قیام 1973 سے دینی مجالس کا اہتمام، اُردو انگریزی و ہندی میں دینی و مذہبی کتب کی اشاعت کے ساتھ ماہنامہ نور ولایت کے ذریعہ قومی افراد کے دینی و مذہبی معلومات میں اضافہ کرتی آرہی ہے۔ اس تسلسل کو جاری رکھتے ہوئے قوم کے ہاتھوں 37 ویں کتاب پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے۔

ڈسمبر 2002ء میں تنظیم مہدویہ کی 34 ویں کتاب ''مضامین برتر'' کو پیش کرتے ہوئے یہ عرض کردیا گیا تھا کہ حضرت الحاج سید علی برترؔ صاحب مدظلہ العالی نے پچھلے 3، 4 دہوں میں سیرت اور تعلیمات رسول مکرم ﷺ اور خلیفتہ اللہ میراں مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ وتحیتہ سے متعلقہ موضوعات پر جو متعدد مضامین سلیس زبان اور دل میں اتر جانے والے اندازِ بیاں میں تحریر فرمائے ہیں اگرچہ کہ وہ قومی رسائل نور حیات اور نور ولایت میں شائع ہوچکے ہیں اپنی افادیت واہمیت کے پیش نظر اس قابل ہیں کہ ان کو یکجا کیا جاکر کتابی شکل میں شائع کردیا جائے تو نوجوان نسل کے لئے استفادہ کی راہ آسان ہوجاتی ہے۔ اسی ضمن میں ہماری پچھلی اشاعت کو رسالت، امامت اور ولایت پر 9 مضامین تک محدود رکھا گیا تھا اور اب زیر نظر کتاب میں آپ وہ مضامین ملاحظہ فرمائیں گے جو امامنا مہدی موعود

علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ کی تعلیمات کا احاطہ کرتے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ مضامین برتر کا تیسرا حصہ ہو کر مختلف عنوانات پر مشتمل ہے شائع کیا جائے گا۔ نیز حضرت سید علی برترؔ صاحب کا منظوم کلام بھی کافی تعداد میں جمع ہوا ہے جس کی بھی کئی ایک جلدیں شائع ہوسکتی ہیں جو دینی و مذہبی کلام میں ایک بہتر اضافہ ہوسکتا ہے۔

آپ اس حقیقت سے ناواقف نہیں ہیں کہ تعلیمات مہدویہ کی بنیاد رویت باری پر ہے۔ قرآن حکیم کے اٹھارویں سورہ جو سورہ کہف سے مشہور ہے کی 110 ویں آیت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے'' جس کو اپنے پروردگار سے ملنے کی تمنا ہو اس کو چاہیئے کہ عمل صالح کرے'' اور اسی عمل صالح سے حضور مہدی علیہ السلام نے ترک دنیا مراد لی ہے اور ترک دنیا انسان کا اپنی اَنا کے خول سے باہر آنا ہے۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب صادقین کی صحبت اختیار کرے، کسی لحہ، کسی وقت اور کسی صورت میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ رہے۔ قرآن کی اہمیت فاذاقضیتم الصلواة فاذکر الله قیاماً و قعوداً و علی جنوبکم حرف آخر ہے۔

پھر عزلت از خلق ہو یا ہجرت یا توکل ان ہی ہدایات پر عمل آوری میں عشق ومحبت الٰہی کی کلید پنہاں ہے۔ تقرب بارگاہ ایزدی کی منزل کرتی ہے۔

حضرت سید علی صاحب برترؔ مدظلہ کے مضامین حق پرستی، حق شناسی کی شمع روشن کئے ہوئے ہیں۔ قاری کے مطالعہ ہمت پر منحصر ہے کہ وہ کہاں تک اس سے فیض یاب ہو کر دینی معلومات میں اضافہ کرتا ہے۔ قاری عشق حقیقی کے ساتھ ان مضامین کا مطالعہ کرتا ہے تو نہ صرف اس کی دینی معلومات میں اضافہ ہوگا بلکہ ایمان وعقیدہ میں پختگی بھی آئے گی۔ آج قومی افراد میں اور بالخصوص نوجوان نسل میں دینی و مذہبی کتب کے مطالعہ کے شغف کو پروان چڑھانے کی ضرورت ہے اس کے لئے علمائے دین ومقررین اکرام اپنی تقاریر وغیرہ میں مطالعہ کی طرف راغب ہونے کی دعوت وہدایت دیں۔ مذہبی لٹریچر باعث رحمت ہی ہوتا ہے نہ کہ زحمت و پریشانی۔ تعمیر سیرت کے لئے آج کے دور میں ہی نہیں بلکہ قیامت تک کے

لئے مذہبی لٹریچر کا مطالعہ ضروری ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ قومی افراد میں مذہبی کتب کے مطالعہ کا شوق پروان چڑھے۔ آمین۔

حضرت سید علی برتر صاحب نے دینی ومذہبی معلومات پہونچانے کے لئے اپنے قلم کو ہمیشہ قرآن وسنت کے راستے پر چلایا یعنی اللہ، رسول اللہ اور مہدی مراد اللہ کے راستے پر آپ کے مضامین میں کہیں بھی کسی مقام پر کوئی غیر موزوں لفظ دیکھائی نہیں دیتا ہے جس سے آپ کی احتیاط کا پتہ چلتا ہے۔ حضرت مولانا سید میرانجی عابد خوندمیری صاحب نے مضامین برتر حصہ اول کے تعارف میں لکھا ہے کہ "علم، عقل اور تجربہ کا سہارا لیکر مذہبی اصول اور مذہبی شخصیتوں کو تنقید کا نشانہ نہیں بنایا گیا ہے بلکہ اسلاف کی روش کو جسے عام طور پر تقلید کہا جاتا ہے قرآنی آیات، احادیث نبوی اور فرامین مہدی کی روشنی میں صاف اور سیدھے انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ نہ حقیقت کو نری عقیدت کا لباس پہنایا گیا اور نہ عقیدہ کو فلسفہ کے چوراہے پر کھینچا گیا۔ جو بات کہی متقدمین کے حوالوں سے کہی اور بلا خوف لومۃ لائم کہی۔"

کتاب کے مطالعہ سے آپ اس حقیقت کو پالیں گے کہ مذہبی لٹریچر میں ایک انمول اضافہ ہے۔ فاضل منصف نے جو کچھ لکھا ہے گو مختصر سہی لیکن واقعات کی صحت کو قران، حدیث اور فرمان امام کے ضروری حوالوں سے اپنے وسیع معلومات اور باکمال انشاء پردازی کا مکمل نمونہ بنادیا ہے اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ افراد قوم بالعموم اور نوجوان نسل بالخصوص اس کے مطالعہ اور استفادہ سے صحیح معنوں میں قدردانی کی راہ ہموار کریں گے۔

ان مضامین کی اشاعت میں جناب ابوالفیض سید احمد صاحب عابدؔ اور جناب ابواللطیف سید محمد صاحب سیفؔ (خالد) نے پرخلوص تعاون فرمایا ہے جس کی وجہ سے ایک صاف ستھرا مذہبی لٹریچر قوم کے ہاتھوں میں آیا جس کے لئے ہم ان کا پرخلوص شکریہ ادا کرتے ہیں۔

مقصود علی خان

سرپرست ادارۂ تنظیم مہدویہ

دعوت وہجرت

خلیفۃ اللہ کی دعوت کا قبول کرنا تکمیل ایمان کے لئے ضروری

حضرت محمد مصطفیٰ رسول مقبول ﷺ خاتم النبیین ہیں اور اس بناء پر آپ کی بعثت کے بعد بظاہر کسی نبی کی بعثت کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن حضور علیہ السلام نے اپنے بعد ایک خلیفۃ اللہ کے تشریف لانے کی بشارت دی ہے جن کا نام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے نام کے جیسا ہوگا اور وہ رسول اللہ کے اہل بیت سے ہونگے۔ چنانچہ حدیث شریف ابوداؤد نے بیان کی ہے۔

ترجمہ: "حضرت زرین عبداللہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر بالفرض دنیا ختم ہونے کو ایک ہی دن باقی رہ جائے تو اللہ تعالیٰ اس ایک دن کو اتنا طویل فرمادے گا کہ میرے اہل بیت سے ایک شخص مبعوث ہوجائے جس کا نام میرے نام کے اور جس کے والد کا نام میرے والد کے نام کے مشابہ ہوگا"۔

(بحوالہ توضیحات نقلیات بندگی میاں عبدالرشید۔ حضرت پیرومرشد میاں صاحبؒ)

"خلیفۃ اللہ" کے معنی اللہ کا خلیفہ کے ہیں اور یہ مقام سوائے انبیاء علیہم السلام کے دوسروں کو حاصل نہیں ہوتا۔ چنانچہ روایت ہے ایک شخص نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا "اے خلیفۃ اللہ" ابوبکرؓ نے کہا میں خلیفۃ اللہ نہیں ہوں۔ میں خلیفۂ رسول ہوں اور اس سے میں راضی ہوں (بحوالہ مقدمۂ سراج الابصار حضرت علامہ بزمیؒ)

حضرت علامہ بزمیؒ نے انی جاعل فی الارض خلیفہ آیت شریف کے تحت صاحب روح المعانی کا یہ قول درج کیا ہے اور اُس کے خلیفہ ہونے کے معنی یہ ہیں تحقیق کہ وہ اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے اُس کی زمین میں اور اُسی طرح تمام انبیاء۔ اُن کو اپنا خلیفہ بنایا اللہ تعالیٰ نے۔

(مقدمۂ سراج الابصار)

اوپر بیان کی ہوئی دونوں روایتوں سے یہ ثابت ہوا کہ خلیفۃ اللہ ہونے اور خلیفۂ رسول ہونے میں فرقِ مراتب واقع ہے۔ اور جب حضرت رسول مقبول ﷺ نے حضرت مہدی علیہ

السلام کے بارے میں خلیفۃ اللہ کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مہدی کا مقام انبیاء کا مقام ہے اور آپ کی تصدیق کرنا ہر فرد بشر پر فرض ہے۔ بغیر آپ کی دعوت قبول کرنے اور آپ کی تصدیق کرنے کے کوئی شخص بھی مومن نہیں بن سکتا۔

دعوتِ مہدیت: سب سے پہلے ہم دعوئ موکد کا ذکر کریں گے جو حضرت مہدی علیہ السلام کی مہدیت کا قطعی دعویٰ ہے اور اس میں آپ کی تصدیق کرنے والوں کو ایمان کی بشارت اور آپ کی مہدیت کا انکار کرنے والے کے کافر ہونے کا سخت لیکن ضروری اعلان بھی ہے۔ اس دعوئ مہدیت کو دعوئ موکدہ بھی کہتے ہیں اور اس کو مہدی علیہ السلام کی سیرت مبارکہ پر لکھی ہوئی سب ہی کتابوں میں لکھا گیا ہے یہ دعویٰ بڑلی کے مقام پر ۹۰۵ ہجری میں کیا گیا اور سب سے پہلے اس کی تصدیق حضرت بندگی میاں سید خوندمیر رضی اللہ عنہ نے کی اس بناء پر آپ صدیق ولایت کہلاتے ہیں۔ آپکے علاوہ تمام حاضرین نے حضرت مہدی علیہ السلام کے دعوے کی تصدیق کی اور سب اصحاب مہدی میں شمار ہوئے۔ مختلف کتابوں سے استفادہ کرتے ہوئے حضرت سید ولی سکندر آبادی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب سوانح مہدی موعود میں دعوی کے یہ الفاظ (ترجمہ) لکھے ہیں۔

"بندہ کو خدائے تعالیٰ کا فرمان بہ تاکید ہوتا ہے تو مہدی موعود خاتم ولایت محمدی ہے اس دعوی کا اظہار کردے اگر نہ کرے گا تو ظالم ہوگا۔ پس بندہ خدا کے حکم سے اس دعوی کا اظہار کرتا ہے کہ میں مہدئ موعود خدائے تعالیٰ کا خلیفہ اور جناب مصطفیٰ ﷺ کا تابع ہوں۔ جس نے میری اتباع کی وہ مومن ہے جس نے انکار کیا وہ کافر ہے۔ کلام اللہ اور اتباع رسول اللہ ﷺ میرے اس دعوی کے دونوں گواہ اور مددگار ہیں۔ یہ حکم میرے خواب یا معاملہ یا الہام یا کشف کے طور پر نہیں ہوا بلکہ بلا واسطہ صرف خدائے تعالیٰ کی ذات سے ہوا ہے۔ اس وقت مجھ کو پوری صحت ہے بیمار نہیں ہوں۔ پوری عقل رکھتا ہوں مجنوں نہیں ہوں۔ ہوشیار ہوں نیند اور نشہ میں نہیں ہوں۔

(سوانح مہدی موعود مولفہ حضرت سید ولی صاحبؒ)"

اس دعوت موکد میں جو باتیں خاص طور پر قابل غور ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) اس سے پہلے کے غیر موکد دعوؤں میں حضور مہدی علیہ السلام نے فرمایا تھا من اتبعنی فھو مومن (یعنی جس نے میری اتباع کی وہ مومن ہے) اور آپ کی تصدیق نہ کرنے والوں کے

لئے کوئی تاکیدی حکم کا اظہار نہیں کیا تھا لیکن اس دعوی میں آپ نے ان الفاظ کے ساتھ یہ الفاظ بھی بڑھائے ہیں و من انکر بذاتی فقد کفر (یعنی جس نے میری ذات کا انکار کیا وہ کافر ہے۔) اس طرح دعوئ موکدہ آخری اور قطعی حکم ہے جو آپ نے سنادیا۔

(۲) آپ نے فرمایا کہ آپ کا یہ دعویٰ آپ کی اپنی مرضی سے نہیں بلکہ اللہ کے حکم کا تابع ہے پھر آپ نے اس کے دو گواہ اور مددگار بتائے ایک کلام اللہ اور دوسرے اتباع رسول اللہ۔ ان سے اچھے گواہ اور کون ہو سکتے ہیں۔

(۳) حضور نے ارشاد فرمایا کہ آپ یہ دعوئ موکدہ مہدیت اللہ کے حکم سے بہ مکمل ہوش وحواس فرما رہے ہیں اور آپ کو نہ نشہ ہے نہ نیند نہ خواب نہ بیماری۔ اس لئے آپ کا دعویٰ پوری طرح محکم ہے۔

(۴) آپ حضور علیہ السلام اس دعوی پر اپنے دنیا سے پردہ فرمانے تک قائم رہے اور یہ بھی آپ کے دعوی کے حق اور صحیح ہونے کا ایک بین ثبوت ہے۔ آپ سے پہلے بعض اولیاء اللہ نے بھی اپنے اپنے زمانہ میں سہواً دعوئ مہدیت کیا تھا لیکن اپنے وصال سے پہلے تائب ہو گئے حضرت مہدی علیہ السلام کو انکے اپنے زمانہ میں اور بعد کے زمانوں میں عام مسلمان ایک ولی کامل مانتے ہیں۔ انھیں کے اعتقاد سے جب مہدی موعود علیہ السلام ایک کامل ولی ہیں اور اپنے دعوی پر آخری وقت تک قائم ہیں تو دعوی کے حق ہونے میں کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا۔

(۵) حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے دعوئ مہدیت کرنے کے بعد اس دعوی کو جانچنے ایک معیار بھی پیش فرمادیا۔ مختلف کتب سیر و نقلیات میں حضور کا یہ فرمان مبارک ملتا ہے۔ آپ نے فرمایا "اگر کوئی ہمارے دعویٰ کی صداقت معلوم کرنا چاہتا ہے تو اس کو چاہیے کہ کلام اللہ اور اتباع رسول اللہ ﷺ کے معیار پر ہمارے احوال اقوال اور افعال میں جستجو کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قل ھذہ سبیلی ادعو الی اللہ علیٰ بصیرۃ انا و من اتبعنی و سبحان اللہ و ما انا من المشرکین۔ (کہدو اے محمد یہ میرا راستہ ہے میں اللہ کی طرف بصیرۃ پر بلاتا ہوں اور وہ بھی (یعنی مہدی بھی) بلائے گا جو میرا تابع (تام) ہے سبحان اللہ میں مشرکوں سے نہیں ہوں"

اسی طرح آپ کا ایک اور فرمان مبارک حسب ذیل ہے "اگر کوئی شخص بندے سے

روایت کرے تو اس روایت کو دیکھنا چاہئے اگر وہ کلام اللہ کے موافق ہے تو وہ روایت بندہ کی ہے اور اگر کلام اللہ کے موافق نہیں ہے تو وہ روایت بندہ کی نہیں ہے یا یہ کہ راوی نے ہماری بات نہیں سمجھی یا راوی کا دل سنتے وقت حاضر نہیں تھا اس لئے اس کو سہو ہو گیا"

کنز العمال کے حوالے سے علامہ بزمیؒ نے رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث بھی پیش کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے بھی قرآن کو اپنی حدیث کی جانچ کا معیار قرار دیا ہے۔

حدیث یہ ہے۔

"میری حدیث کو کتاب اللہ پر پیش کرو اگر اس کے موافق ہو تو جان لو کہ میری طرف سے ہے اور میں نے ہی اس کو بیان کیا ہے" (مقدمہ سراج الابصار)

(۷) حضرت مہدی علیہ السلام نے دعویٔ موکد کے بعد سلاطین کے نام اپنی مہدیت کی دعوت کے مکتوب روانہ فرمائے تھے خط کا مضمون بندگی میاں عبدالرحمٰنؓ کی حسب ذیل تحریر سے ملاحظہ فرمائیں۔

ترجمہ "حضرت میراں نے خط لکھا واضح ہو کہ مجھے صحو ہے سُکر نہیں بندہ صحیح سالم ہے کوئی عارضہ نہیں بندہ کی عقل مستقیم ہے کچھ فوت نہیں ہوا۔ خداوند تعالیٰ روزی پہنچاتا ہے بالکل فقر بھی نہیں۔ بندہ اہل وعیال رکھتا ہے تنہا بھی نہیں اس کے باوجود خداوند تعالیٰ کے حکم سے ہم نے دعویٔ مہدیت کا اظہار کیا اور اس پر کلام اللہ اور اتباع رسول اللہ کو شہادت میں پیش کیا ہے کہ تمہیں چاہیے کہ تحقیق کرو ورنہ دو جہاں میں حاکم سیاہ رو ہوں گے اس لئے کہ اگر بندہ حق پر ہے تو اطاعت کرو اور اگر برحق نہ ہو تو تفہیم کرو اور اگر نہ سمجھے تو قتل کر ڈالو تا کہ معلوم ہو جہاں کہیں جاؤں گا اپنی حقیقت پر دعوت کروں گا اور خلق کی رہنمائی کروں گا اور علمائے ظاہر کے ادعاء کے مطابق گمراہ کروں گا" (مولود)

اس مکتوب سے حضرت مہدی موعود علیہ السلام کی جو خلیفۃ اللّٰہی شان ظاہر ہو رہی ہے اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا حضرت علیہ السلام نے اپنے دعوی کو جانچنے' غلط ہوں تو تفہیم کرنے اور پھر بھی نہ سمجھیں تو قتل کر دینے کی تک ہدایت کی ہے گویا لوگوں کو ایک شرعی اصول سمجھا دیا ہے۔ اس کے باوجود تاریخ شاہد ہے کہ آپ اپنے دعوی پر اپنے وصال تک قائم رہے اور کوئی شخص بھی آپ کو قتل کرنے پر قادر نہیں ہوا جبکہ جام نندہ جیسے دشمن نے آپ کو ختم کروا دینے کا پورا انتظام کر لیا

تھا اور میر ذوالنون نے تین مرتبہ آپ پر تلوار سے وار کرنے کو ہاتھ اٹھایا تھا۔

یہ صرف خاتمین علیہما السلام کی شان ہے کہ کوئی ان پر حاوی یا ان کے قتل پر قادر نہیں ہو سکتا تھا۔ چنانچہ مسند احمد بن حنبلؒ میں ایک روایت ہے کہ لوگ ایک شخص کو پکڑ کر حضور رسول مقبول ﷺ کی خدمت میں لائے اور عرض کیا کہ یہ آپ (یعنی حضور پر نورؐ) کے قتل کی گھات میں تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اُسے چھوڑ دو کیونکہ اگر یہ مجھے قتل کرنے کی کوشش بھی کرتا تو کامیاب نہیں ہو سکتا تھا۔

حضورؑ کے غیر موکد دعوے: اِس دعویٔ موکد (۹۰۵ ہجری) سے پہلے آپ کا دعویٔ مہدیت غیر موکد رہا یعنی آپ نے مہدیت کی تصدیق نہ کرنے والے کے لئے حکم تکفیر کا اعلان نہیں فرمایا۔ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ حضور نے اپنا پہلا دعوی ۹۰۱ ہجری میں کیا ہے لیکن یہ بہت زیادہ صحیح نہیں معلوم ہوتا کیونکہ آپ کی دعوت غیر موکد کا کل زمانہ اٹھارہ سال ہے۔ شواہد الولایت میں تحریر ہے۔

ترجمہ: "اٹھارہ سال کی مدت ہوئی ہے کہ فرمانِ حق تعالیٰ بغیر کسی واسطہ کے ہوتا ہے کہ اے سید محمد تو مہدیٔ موعود ہے مہدیت کا دعویٰ ظاہر کر"

اِسی طرح شواہد الولایت میں بندگی میاں شاہ دلاورؓ سے یہ روایت درج ہے:

ترجمہ: میں نے حضرت میراں علیہ السلام سے سنا ہے حضور نے فرمایا دانا پور میں جو جذبہ ہوا تو پہلی مرتبہ ذات باریٔ تعالیٰ کی تجلی ہوئی فرمان پہنچا کہ اے "سید محمد ہم نے تجھ کو اپنی کتاب کا علم بخشا اور مراد اللہ کا علم تجھ کو عطا کیا ہے اور ایمان پر تجھے حاکم گردانا ہے اور ایمان کے خزانوں کی کنجی تیرے ہاتھ دی ہے تجھے ہم نے دین محمدی کا ناصر بنایا ہے۔ تیرا انکار ہمارا انکار اور ہمارا انکار تیرا انکار ہے" (شواہد الولایت)

حضور نے ابتداء میں "ہضم کردیم" یعنی اعلان دعویٔ مہدیت موکد انکسار اور خوف خداوندی سے نہیں فرمایا لیکن کچھ روز بعد آپ کے مہدی موعود ہونے کی اطلاع عامۃ المسلمین کو بہر حال ہو گئی اور لوگ آ آ کر تصدیق کرنے لگے۔ چنانچہ دانا پور میں حضرت ام المصدقین بی بی الہدادی رضی اللہ عنہا کو رویائے صادقہ سے معلوم ہوا کہ حضرت ہی کی ذات والا صفات مہدی موعود ہے تو بی بیؓ نے حضرت کے آگے خواب بیان کیا اور حضرت کے یہ فرمانے پر کہ مجھے بھی ایسا معلوم کیا گیا ہے لیکن ابھی اعلان کے لئے وقت باقی ہے بی بی نے قدمبوس ہو کر حضور مہدی علیہ

السلام کی تصدیق کی اور حضرت مہدی علیہ السلام نے اس کو قبول فرمایا۔ بی بی کی تصدیق کے بعد حضرت بندگی میراں سید محمود ثانئ مہدی رضی اللہ عنہ جذبۂ حق سے متاثر و مشرف ہوئے اور ہوش آنے کے بعد حضرت کے ہاتھ پر بیعتِ تصدیق فرمائی۔ اُسی روز بعد ظہر حضرت بندگی میاں شاہ دلاور رضی اللہ عنہ نے بھی تصدیقِ مہدیت کا شرف حاصل فرمایا۔ اِس طرح تصدیق کا سلسلہ جاری رہا اور آپ کے طویل زمانۂ ہجرت میں جو دعویٰ موکد کے بعد بھی جاری رہا ہزاروں لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور آپ کے ساتھ ہجرت میں شریک رہے۔ ان میں بہت سارے اولوالعزم صحابۂ کرام شامل تھے جو فیض ولایت سے بہرہ مند ہو رہے تھے۔ اس لئے حضرت مہدی علیہ السلام کی پوری زندگی یعنی بارہ برس کی عمر سے جب کہ آپ کو اسد العلماء اور سید الاولیاء کے القاب سے پکارا جانے لگا آپ کے وصال تک رشد و ہدایت ہی میں گزری خصوصاً جب سے آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے معلوم کیا گیا کہ آپ ہی مہدی موعودؑ ہیں آپ نے تعلیمات ولایتِ محمدی کا سلسلہ بھی شروع فرمادیا۔ چنانچہ کتب سیر و نقلیات میں کثرت سے روایات ملتی ہیں کہ حضور نے کس طرح اُن لوگوں کو جو آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے تھے ذکر کی تلقین کی۔ ہجرت کے لئے تیار کیا، عزلت و صحبتِ صادقین سے مستفید ہونے کی عملی تعلیم دی اور ان کو دیدار خدا اور طلب صادق کے لئے تیار فرمایا۔

اِن حالات کے تحت تسلیم کرنا پڑے گا کہ آپ دین کی تبلیغ اٹھارہ سال غیر موکد طور پر اور پانچ سال موکد طور پر فرماتے رہے اس لئے آپ کے دعوئ غیر موکد کی تاریخ کو صرف ۹۰۱ ہجری سے شروع کرنا ایک غیر صحیح بات ہوگی۔ مقدمۂ سراج الابصار میں علامہ بزمی نے دو ایسی روایات دی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا دعوئ غیر موکد ۹۰۱ ہجری سے پہلے ہی ہو چکا تھا وہ روایات یہ ہیں

(۱) تقریباً ۹۰۰ ہجری میں امامنا علیہ السلام بیدر تشریف لائے یہاں کے واقعات میں ایک صاحب شاہ محمد عبدالقادر نے ''معدن الجواہر'' میں اپنے دادا شیخ بدر الدین بن شاہ محمد ملتانی کے بارے میں یہ روایت لکھی ہے۔

''حضرت بندگی مخدوم شیخ بدر الدین فرماتے ہیں کہ جب ہم اُن کے ہاں سے واپس

ہوئے حضرت والد کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا یا سیدی وہ یعنی سید محمد جونپوری خود کو مہدی کہتے ہیں کیا یہی مہدی موعود ہیں ؟''

اِس واقعہ سے معلوم ہوا کہ مہدی علیہ السلام کی شہرت ۹۰۰ ہجری میں بھی مہدی موعود کی حیثیت سے مشہور تھی۔

(۲) صاحبِ نزہت الخواطر نے یوں لکھا ہے:

''پھر روانہ ہوئے بزلی نامی قریہ کے طرف جو پٹن سے تین میل کے فاصلہ پر ہے اور اس میں چوتھی مرتبہ دعویٰ کیا کہ آپ ہی مہدی موعود ہیں۔''

(دونوں روایتیں مقدمہ سراج الابصار سے لی گئی ہیں)

اوپر کی یعنی دوسری روایت سے اس کا علم ہو رہا ہے کہ حضور کا بزلی کا دعویٰ چوتھا دعویٰ تھا۔ ہمارے پاس عام طور پر تین دعوے مشہور ہیں ایک مکہ میں ۹۰۱ء دوسرا احمد آباد میں ۹۰۳ء میں اور تیسرا دعویٰ موکد بزلی میں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان دعوؤں سے پہلے بھی حضور نے اپنے آپ کا مہدی ہونا ظاہر فرمایا جسے ملا کر یہاں چار دعوؤں کا ذکر کیا گیا ہے۔

کعبہ میں رکن و مقام کے بیچ دعویٰ :۹۰۱ ہجری میں حضور مہدی علیہ السلام مکہ مکرمہ تشریف لائے اور کعبہ میں رکن و مقام کے درمیان کھڑے ہو کر دعوئ مہدیت فرمایا' شواہد الولایت میں اس کی تفصیل یوں دی گئی ہے۔ ترجمہ :۔ ''اس ذات ستودہ صفات موصوف باخلاق رسول اللہ ﷺ نے کعبہ کے طواف سے فراغت پائی تو اس امام علیہ السلام نے بحکم خداوند علام خاص و عام کے مجمع میں رکن و مقام کے درمیان اپنی مہدیت کا دعویٰ اس عبارت سے فرمایا کہ ''من اتبعنی فھو مومن '' یعنی جس نے میری پیروی کی وہ مومن ہے۔ اس وقت بندگی میاں شاہ نظامؓ اور حضرت قاضی علاء الدینؓ دونوں صحابہ کرام نے آمنا و صدقنا کہہ کر حضرت کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کے علاوہ بعض لوگ بھی آنحضرتؑ کے دست مبارک پر بیعت کی طرف متوجہ ہوئے ....'' (شواہد الولایت)

احمد آباد میں دعویٰ مہدیت :حج سے فارغ ہونے کے بعد جب حضرت علیہ السلام ہندوستان واپس تشریف لائے تو احمد آباد میں جمال پور کے دروازے کے قریب تاج

خاں سالار کی مسجد میں رونق افروز ہوئے۔ یہاں آپ ۱۸ مہینے رہے اور ۹۰۳ ہجری میں یہاں بھی دعویٰ مہدیت پیش فرمایا اور کثیر تعداد میں لوگوں نے آپ کی تصدیق فرمائی۔ صاحب مراۃ احمدی نے مہدی علیہ السلام کی دعوت کے سلسلہ میں یوں لکھا ہے۔

''اسی زمانہ میں سید محمد جونپوری جو دعویٰ مہدیت کرتے تھے احمد آباد آئے اور جمال پور کے دروازے کے قریب تاج خان بن سالار کی مسجد میں اترے اور لوگوں کو مہدیت کی دعوت دی۔'' (بحوالہ مقدمہ سراج الابصار)

بہر حال دعویٰ موکد سے پہلے اٹھارہ سال میں حضور مہدی علیہ السلام نے اپنی مہدیت کا مختلف موقعوں پر اعلان فرمایا اور لوگوں کو تصدیق کی دعوت دی اور اس کا استفادہ ہزاروں لوگوں نے آپ کو مہدی موعود تسلیم کر کے کیا اور تعلیمات ولایت سے مستفید ہوئے۔

دعوتِ مہدیت کی شہرت : حضور مہدی علیہ السلام کی دعوتِ مہدیت کے سلسلہ میں آخری بات یہ عرض کرنی ہے کہ آپ کی دعوت کا ذکر صرف قوم مہدویہ کی کتابوں تک محدود نہیں ہے۔ ہندوستان کے مشہور مورخین ملا عبدالقادر بدایونی۔ ابوالفضل۔ فرشتہ وغیرہ نے بھی آپ کی مہدیت کی دعوت کا ذکر کیا ہے۔ مختلف تذکروں میں بھی جو غیر مہدوی اصحاب کے تحریر کردہ ہیں حضور مہدی علیہ السلام کے دعویٰ مہدیت کے بارے میں تحریریں ملتی ہیں۔ آپ کے دعوی اور کثیر لوگوں کی بیعت و تصدیق کے سلسلے میں مورخین اور تذکرہ نویسوں نے ''اظہر من الشمس'' ''بہانگ بلند'' ''جم غفیر'' اور ''جماعت کثیر'' کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ (مقدمہ)

حضرت مہدی علیہ السلام کی ہجرت

ہجرت کی اہمیت اور فرضیت

حضور مہدی علیہ السلام نے ترک دنیا' توکل' عزلت' صحبت صادقین' ذکر اللہ تعالیٰ اور طلب دیدار خدا کے ساتھ ہجرت کو بھی فرض فرمایا ہے اسکی فرضیت قرآن شریف کی آیات سے ثابت فرمائی ہے اور عملی طور پر اپنی زندگی میں شاندار اور طویل ترین ہجرت اختیار کر کے اس کی اہمیت کو واضح کیا ہے۔ اس سے پہلے کہ حضور کی ہجرت کی ایک اجمالی تفصیل پیش کی جائے یہ

ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت کی فرضیت کے بارے میں کچھ عرض کیا جائے۔

ضرورت دینی کی خاطر ایک مقام سے دوسرے مقام پر چلے جانے کو ہجرت کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر ہجرت کرنے والوں کے فضائل اور ان کے لیے انعامات کا ذکر فرمایا ہے اور جو لوگ ہجرت نہیں کرتے ان کے لیے بعض تہدیدات کا ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ چند آیات مبارک ذیل میں دی جاتی ہیں۔

(۱) ان الذین امنوا والذین هاجروا وجاهدوا فی سبیل الله اولئیک یرجون رحمته الله والله غفور رحیم (۲۔البقرہ)

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہی اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

۲) فالذین هاجروا واخرجوا من دیارهم و اوذوا فی سبیلی وقاتلوا و قتلوا لاکفرن عنهم سیاتهم ولادخلنهم جنات تجری من تحتها الانهار ثوابا من عندالله والله عنده حسن الثواب (۴۔۱۱ آل عمران)

ترجمہ: جن لوگوں نے ہجرت کی اور وہ اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میرے راستہ میں ستائے گئے اور لڑے اور مارے گئے ہم ان کی خطاؤں کو (ان کے نامہ اعمال سے) محو کر دیں گے اور ان کو ایسی جنتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ اللہ کے پاس یہ بدلہ ہے اور اللہ ہی کے پاس اچھا بدلہ ہے۔

۳) ومن یهاجر فی سبیل الله یجد فی الارض مراغما کثیرا وسعته (۵۔ نساء)

ترجمہ: جو شخص اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا تو زمین میں اس کو کشائش اور وسیع جگہ ملے گی

۴) ان الذین توفیهم الملائکته ظالمی انفسهم قالوا فیما کنتم قالوا کنا مستضعفین فی الارض قالوا الم تکن ارض الله واسعته فتهاجروا فیها اولئیک ماویهم جهنم وساءت مصیرا (۵۔ نساء)

ترجمہ: جن لوگوں کی ملائکہ نے (اس حالت میں) جان قبض کی کہ وہ (کافروں میں پڑے رہ کر) اپنی ذاتوں میں ظلم کر رہے تھے انہیں (ملائکہ نے) کہا کہ تم کس حالت میں

تھے۔ وہ کہیں گے ہم بے بس تھے (ملائک کہیں گے) کیا اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع نہیں تھی کہ تم اس میں کس طرف ہجرت کر جاتے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بہت بری جگہ ہے۔

علامہ سید نصرت رحمۃ اللہ علیہ نے کحل الجواہر میں تفسیر بیضاوی سے یہ حدیث نقل فرمائی ہے۔

ترجمہ: جو شخص اپنے دین کے بچاؤ کے لئے کسی زمین سے دوسرے حصہ کو بھاگ جائے اگر چہ (ان دونوں حصہ زمین کا فاصلہ) ایک بالشت ہو وہ جنت کا مستحق ہوگا اور اپنے باپ ابراہیم اور اپنے نبی محمد کا رفیق کار رہے گا کیونکہ ان دونوں نے بھی ہجرت کی ہے (کحل الجواہر ۹۔۲۰۸)

یوں تو ہجرت کی اہمیت کو سب ہی لوگ جانتے ہیں لیکن بعض لوگوں نے خیال ظاہر کیا ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے۔ یہ ایک غیر صحیح مفروضہ ہے۔ اصل میں حدیث شریف لاہجرت بعد الفتح سے یہ مراد ہے کہ فتح مکہ کے بعد مدینہ کی طرف ہجرت منقطع ہوگئی اس لئے کہ جب مکہ میں اسلام اور امن قائم ہوگیا تو وہاں سے مدینہ جانے کی ضرورت باقی نہیں رہی لیکن اس سے ہجرت کی اہمیت اور فرضیت کی جو آیات قرآن کریم میں ہیں ان کی معنویت کسی طرح ختم نہیں ہوسکتی۔ ہجرت تزکیہ نفس صحبت کاملین سے استفادہ اور اشاعت دین کے لئے بھی کی جاتی ہے اور یہ ایسی ضرورت ہے کہ قیامت تک باقی رہنے والی ہے۔ اسلئے ہجرت کی فرضیت اور ضرورت اس سے بھی ثابت ہے

مہاجرین مجاہدین ہیں: ایسے لوگوں کیلئے جنہوں نے حضرت مہدی علیہ السلام کی تصدیق کی لیکن ہجرت اور حضرت کی صحبت سے باز رہے ان کے لیے حضرت بندگی میاں سید خوندمیرؓ نے منافق کا حکم عائد کیا ہے اور اس آیت شریف سے استدلال فرمایا ہے:

لایستوی القاعدین من المومنین غیر اولی الضرر والمجاهدون فی سبیل الله باموالهم و انفسهم فضل الله المجاهدین باموالهم وانفسهم علی القاعدین درجته و کلا وعد الله الحسنیٰ و فضل الله المجاهدین علی القاعدین اجراً عظیماً .

ترجمہ: برابر نہیں وہ مسلمان جو بلا کسی عذر کے گھر میں بیٹھے رہیں اور وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کریں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو بزرگی دی ہے درجہ میں جو اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں بہ نسبت گھر میں بیٹھنے والوں کے اور سب سے اللہ تعالیٰ نے

اچھا وعدہ کر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو بہ مقابل گھر میں بیٹھے والوں کے اجر عظیم دیا ہے۔

اس آیت شریفہ میں مجاہدین سے مراد جہاد کرنے والے ہیں ان کو اللہ نے قاعدین یعنی بے سبب گھر بیٹھنے والوں پر فضیلت دی ہے اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔ جہاد بغیر ہجرت کے ممکن نہیں کیونکہ جو لوگ جہاد کے لیے جاتے ہیں۔ وہ دین کی حفاظت کی خاطر اپنے گھروں سے نکل کر کفار سے جا لڑتے ہیں۔ اس جہاد سے بڑا جہاد اکبر ہے جو اپنے نفس اور شیطان سے کیا جاتا ہے۔

اس لئے اوپر بیان کی ہوئی آیت شریفہ کی تفسیر میں صاحب تفسیر بیضاوی نے یہ لکھا ہے:

ترجمہ: اور کہا گیا ہے کہ (آیت مذکورہ میں) پہلے مجاہدین کفار سے جہاد کرنے والے ہیں اور دوسرے مجاہدین وہ ہیں جو اپنے نفس سے جہاد کرتے ہیں اور اس پر رسول اللہ ﷺ کا فرمان دلیل ہے کہ آپ نے فرمایا ہم نے جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف رجوع کیا ہے۔

(بہ حوالہ توضیحات نقلیات بندگی میاں عبدالرشید حضرت پیر و مرشد ابوسعید سید محمود صاحب مدظلہ)

اس روایت کو پیش کرنے کے بعد حضرت پیر و مرشد لکھتے ہیں کہ "جہاد اکبر کے لوازم سے ہجرت خارج نہیں کیونکہ اغراض واسباب دنیویہ کے تحت عشق ومحبت الٰہی میں ترک وطن کر دینا ہجرت ہے۔"

اس تمام بحث کا یہ مطلب تھا کہ بتایا جائے کہ ہجرت کو مہدی علیہ السلام نے قرآنی آیات سے فرض ہونا فرمایا ہے اور اس کے حالات کی موجودگی میں اس کے تارک کے لیے منافقی کا حکم ہے۔ جیسا پہلے عرض کیا گیا ہے حضور مہدی علیہ السلام نے عملی حیثیت سے بھی ہجرت کی فرضیت اپنی طویل ہجرت سے ظاہر فرمائی ہے۔

حضور مہدیؑ کی ہجرت: تذکرہ نویس اس بات پر متفق ہیں کہ حضور مہدی علیہ السلام کی ہجرت کی مسافت تمام انبیاء اور خلفاء اللہ کی ہجرت کی مسافت سے بہت زیادہ طویل تھی۔

علامہ بزمیؒ لکھتے ہیں:

تاریخ عالم شاہد ہے کہ کسی مامور من اللہ نے اس قدر مسافت دعوت الی الحق کے لیے طے نہیں کی۔ یہ بھی پیش نظر رہے کہ آج کل کی طرح اس زمانہ میں وسائل سفر کی سہولت نہیں تھی۔

(مقدمہ سراج الابصار صفحہ ۵۹)

ہجرت کی اجمالی تفصیلات: جونپور سے حضور مہدی علیہ السلام نے ۸۸۷

ہجری میں ہجرت کی اور دانا پور تشریف لائے۔ یہ شہر جونپور سے جانب مشرق ۱۷۰ میل پر واقع ہے پھر آپ کالپی تشریف لائے۔ یہ شہر دانا پور سے ۳۷۰ میل کے فاصلے پر ہے۔ پھر چندیری کی طرف کوچ فرمایا جس کا فاصلہ کالپی سے ۱۶۰ میل ہے۔ یہاں سے حضور مشہور مقام چاپانیر میں رونق افروز ہوئے جو اس زمانہ میں گجرات کا اہم شہر تھا اور جو چندیری سے ۳۰۰ میل کے فاصلہ پر تھا۔ یہاں آپ نے ڈیڑھ سال قیام فرمایا۔ پھر ۸۹۳ ہجری میں مانڈو تشریف لے گئے جو مالوہ کا پایہ تخت تھا۔ یہ چاپانیر سے ۱۰۰ میل پر واقع ہے۔ بعض تذکروں میں لکھا ہے آپ پہلے مانڈو گئے پھر چاپانیر ۔آپ وہاں سے برہان پور آئے جو مانڈو سے ۲۶۰ میل پر واقع ہے۔ یہاں سے آپ نے دولت آباد کا سفر فرمایا جو برہان پور سے ۱۸۰ میل ہے۔ دولت آباد سے ۹۰ میل کا فاصلہ طے کر کے حضور مہدی علیہ السلام احمد نگر تشریف لائے یہ واقعہ ۸۹۹ تا ۹۰۰ ہجری کا ہے پھر بیدر آئے جو احمد نگر سے ۲۴۰ میل پر ہے یہاں پر بریدشاہوں کی حکومت تھی اور قاسم برید حکمراں تھا۔ بیدر میں آپ نے ایک سال سے زیادہ قیام فرمایا اور پھر گلبرگہ کے لئے سفر فرمایا جو یہاں (بیدر) سے ۷۰ میل کے فاصلہ پر ہے اور حضرت شیخ سراج الدین جنیدیؒ کے روضہ میں ایک ہفتہ قیام فرمایا۔ گلبرگہ سے بیجاپور (۱۰۰ میل) پھر چیتاپور تشریف لائے۔ چیتاپور سے رائے باغ اور کوکن ہوتے ہوئے ڈابول بندر پر قدم رنجہ فرمایا جو بیجاپور سے ۲۰۰ میل پر واقع ہے۔ ڈابول بندر پر آپ جہاز پر سوار ہوئے اور تین سو ساٹھ مہاجرین کے ساتھ بعزم حج مکہ معظمہ کا قصد فرمایا۔ عدن ۔ یلملم اور جدہ سے ہوتے ہوئے آپ مکہ معظمہ تشریف لائے۔ ہاں آپ نے نو ماہ یا کچھ کم قیام فرمایا۔ حج بیت اللہ کے بعد آپ ہندوستان واپس ہوئے اور دیو بندر سے احمد آباد پہنچے جو دیو بندر سے ۲۱۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس شہر میں آپ نے ڈیڑھ سال قیام فرمایا پھر یہاں سے موضع سانتیج (۹ میل) گئے پھر پٹن تشریف لائے پھر بڑلی تشریف لے گئے یہ ۹۰۵ ہجری کا واقعہ ہے۔ یہیں حضور نے اپنی مہدیت کا دعویٰ موکد پیش فرمایا اس سے پہلے کعبہ اللہ میں ۹۰۱ ہجری میں پھر احمد آباد میں ۹۰۳ ہجری میں غیر موکد دعوؤں کی روایتیں متفقہ طور پر تمام تذکرہ نویسوں نے تحریر کی ہیں ۔ بڑلی میں حضور علیہ السلام نے چودہ مہینے قیام فرمایا۔ پھر وہاں سے آگے بڑھ کر جالور گئے جو بڑلی سے ۱۴۰ میل ہے۔ جالور سے ناگور (۱۷۰ میل) اور پھر ناگور سے جیسلمیر (۱۹۰ میل) ہجرت فرمائی۔ جیسلمیر سے آپ

۴۹۰ کا سفر طے کر کے نگر ٹھٹھہ تشریف لائے جو سندھ کا پایہ تخت تھا۔ ٹھٹھہ سے ایک قریبی مقام کاہہ میں ورود فرمایا اور کچھ مہینے قیام کیا پھر نہایت سخت اور مخدوش راستہ سے ۶۰۰ میل کا سفر کیا اور قندھار میں تشریف لائے۔ پھر قندہار سے فراہ مبارک پر رونق افروز ہوئے جو قندھار سے ۱۸۰ میل پر واقع ہے۔ فراہ میں حضورؑ نے کل دو سال پانچ مہینے قیام فرمایا۔ شہر کے باہر ایک باغ میں آپ کچھ عرصہ رہے پھر شہر فراہ کے اندر داخل ہو کر نو ماہ قیام فرمایا۔ اس مدت کے بعد حضور مہدی علیہ السلام کا شہر فراہ ہی میں ذی قعدہ ۱۹/ ۹۱۰ ہجری میں وصال ہوا۔ اناللہ و انا الیہ راجعون

اس پورے زمانہ ہجرت پر غور کیجیے تو معلوم ہوگا کہ یہ خود حضرت مہدی علیہ السلام کا ایک بہت بڑا معجزہ ہے۔ ایک ایسے زمانہ میں جہاں سفر کی کوئی آسانیاں نہ ہوں ۔ راستے مخدوش اور غیر محفوظ ہوں' آپ کا اتنا بڑا سفر' پھر ایسا سفر کہ جس مقام کو چھوڑتے ہیں اس پر واپس نہیں ہوتے ایک ایسا واقعہ ہے جو سوائے اللہ تعالیٰ کی مدد کے پورا ہونا ممکن ہی نہیں تھا۔

صاحب مقدمہ سراج الابصار نے مہدی علیہ السلام کی ہجرت کی خصوصیات کے سلسلہ میں حسب ذیل باتیں بیان فرمائی ہیں:

(۱) حضور مہدی علیہ السلام ہجرت اللہ کے حکم سے فرماتے تھے۔

(۲) مخالفین جب کبھی کسی مقام سے حضرت کا اخراج کرواتے تو آپ جو کچھ ساتھ رہتا چھوڑ دیتے اور آگے بڑھ جاتے تھے۔ اور فرماتے یہ سب اللہ کے لئے ہے۔

(۳) دوران ہجرت حضور علیہ السلام نے کسی مقام پر اٹھارہ مہینے سے زیادہ قیام نہیں فرمایا اور اس مدت کے قیام صرف چاپانیر۔ احمد آباد اور پٹن میں ہوئے۔

(۴) ہر منزل پر لوگ دنیا و مافیہا کو چھوڑ کر آپ کے ساتھ ہو جاتے یہ آپ کی تاثیر دعوت کا اثر تھا

(۵) قندھار (خراسان) کے سخت دشوار گزار سفر میں بھی آپ کے ساتھ سینکڑوں اصحاب موجود تھے۔ ایک غیر مہدوی تذکرہ نویس نے ان کی تعداد ایک روایت سے ۹۰۰ بتلائی ہے اور ایک روایت سے بائیس سو بتلاتی ہے۔

(۶) حضرت مہدی علیہ السلام جس مقام پر تشریف لیجاتے وہیں کی زبان میں بیان قرآن فرماتے تھے۔ (دیکھو سراج الابصار۔ صفحہ ۵۶۔۵۷)

دورانِ ہجرت حضرت مہدی موعود علیہ السلام کی ذات سے مختلف مقامات پر معجزات ظاہر ہوئے۔ آپ کو دین کی تبلیغ اور استقامت فرائض کے سلسلے میں کتنے ہی نیک دل اور دنیا پرست علماء سے مباحثے اور مناظرے کرنے پڑے جن کے بعد نیک اور خدا پرست لوگوں نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور آپ کے ساتھ ہجرت میں شریک ہو گئے اور دنیادار عالموں نے آپ کے خلاف پروپگنڈہ جاری رکھ کر حاکمان وقت سے آپ کے اخراج کی کوشش کی۔ آپ جہاں کہیں تشریف لے گئے اپنے بیان قرآن کے ذریعہ لوگوں کے دل مسخر کر لئے۔ سخت ترین مخالفین بھی جب آپ کا بیان قرآن سنتے تو ان کے دل کی مخالفت دور ہو جاتی اور وہ زار و قطار رونے لگتے۔ بیان قرآن آپ کا ایک معجزہ تھا کہ جہاں کہیں جاتے وہیں کی زبان میں بیان فرماتے اور لوگوں سے مجلس بھر جاتی بلکہ لوگ دیواروں درختوں پر چڑھ کر آپ کا بیان قرآن سنتے۔ دورانِ ہجرت تاثیر پس خوردہ کے واقعات بھی پیش آئے غرض آپ کی للہی دعوت اور اس دعوت کے لیے طویل ترین ہجرت نے شریعت محمدیہ کو پھر سے قائم و مستحکم فرمایا اور تعلیمات ولایت کو عام تام کر کے لوگوں میں دین داری اور خدا پرستی عام کر دی اور اس مقصد کی تکمیل کی جس سے دین کی ختمیت قائم ہوئی تھی اور جس خاص مقصد کے لیے آپ کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا تھا۔ چنانچہ حضورؑ نے فرمایا ہے: حق تعالیٰ کہ مارا فرستادہ است مخصوص برائے ایں است کہ آں احکام و بیان کہ تعلق با ولایت محمدی دارد بواسطۂ مہدی ظاہر شود۔

(شرح عقیدہ شریفہ مولفہ حضرت سید قطب الدین صاحبؒ)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے بندہ کو محض اس غرض سے بھیجا ہے کہ وہ احکام و بیان کہ ولایت محمدی سے تعلق رکھتے ہیں مہدی کے واسطے سے ظاہر ہوں۔"

اور ان احکام اور بیان کے لیے مہدیؑ کی تشریف آوری اس آیت شریفہ سے ثابت ہے اور اس میں ان تمام احکام کا نتیجہ "بصیرت یعنی دیدار خدا" فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قل هذه سبيلى ادعوا الى الله على بصيرة انا ومن اتبعنى

ترجمہ: کہدو (اے محمد) یہ میرا راستہ ہے اللہ کی طرف سے (سورہ یوسف)

بصیرت پر (دیدار) پر بلاتا ہوں میں اور میرا تابع (تام) (یعنی مہدی) بھی۔ 000

ترکِ دنیا کیوں

رہ کے دنیا میں ترک دنیا بھی
تہہ دریا میں خشک رہنا ہے

طالبؔ خوندمیری

ایک اقلیتی ادارے بی ایڈ کالج میں مسلمان طالب علموں کے سامنے ایک عالم دین تقریر فرما رہے تھے۔ حیات بعد الموت کے سلسلہ میں انہوں نے تفہیمی اور ترغیبی انداز میں یہ بات کہی کہ اگر آپ حیات بعد الموت کے قائل ہیں جیسا کہ اسلام تعلیم دیتا ہے تو یہ بڑی اچھی بات ہے اور اگر نہیں ہیں تو پھر بھی ایسا عقیدہ رکھنا آپ کے لئے فائدہ مند ہے کیونکہ مرنے کے بعد اگر واقعی حیات نہیں ہے تو آپ کا کوئی نقصان نہیں ہوگا اگر ہے تو اپنی زندگی میں ایسا عقیدہ رکھنے کے سبب عذاب سے بچ جائیں گے۔

چونکہ سامعین کی بڑی تعداد ضلعوں اور گاؤں سے آنے والے نوجوانوں پر مشتمل تھی جو کچھ اُن عالم دین نے فرمایا اُس کو گویا ترغیب و تحریص دینے والی بات ہی سمجھنا چاہئے لیکن اگر واقعتا کوئی اِس تصور سے حیات بعد الموت کا عقیدہ رکھے تو اُس کے ایمان کی پختگی پر حرف آ جائے گا۔ قرآنِ حکیم میں سورہ البقرہ کی ابتدائی آیات میں مومنین و متقین کی جو صفات بتلائی گئی ہیں اُن میں ایمان بالغیب ایک اہم صفت ہے اور اُس کے بغیر کوئی شخص مومن نہیں بن سکتا۔ رسول مقبول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو بہت سی ایسی باتوں سے واقف فرمایا ہے جو زمانہ مستقبل میں ہونے والی ہیں۔ اُن پر ایمان لانا ہر مسلمان کے لئے شرطِ اولین ہے ورنہ وہ مسلمان باقی نہیں رہا۔ اِسی طرح اللہ کی کتاب قرآن حکیم میں بھی مستقبل میں ہونے والے واقعات کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ اُن میں کسی ایک کا انکار انسان کو قعرِ کفر میں ڈالے جانے کے لئے کافی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کردہ اخبار مغیب میں ایک نہایت اہم حصہ اُن احادیث

شریفہ کا ہے جن میں حضرت امام مہدی علیہ السلام کی بعثت اور آپ سے متعلقہ دوسری تفصیلات کا ذکر ہے۔ ان احادیث کی اتنی کثرت ہے کہ انہیں احادیث متواترہ کہا جاتا ہے۔ان احادیث کے بیان کرنے والے پہلے راوی اولوالعزم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔قرآنِ مجید میں کئی مقامات پر بعثت مہدی کے اشارات دیئے گئے ہیں اور حضور مہدی علیہ السلام کی نشاندہی کے بعد ان کو انہیں معنی میں تسلیم کرنا ہر مہدوی مسلمان کا فرض اولین ہے۔

غرض جس ہستیٔ معظم کا ذکر قرآنِ مجید میں موجود ہے اور جس کے کام اور فرض منصبی سے متعلق کئی احادیثِ صحیح اور دیگر احادیث گواہ ہیں وہ ہستی حضور مہدی موعود علیہ السلام کی ہے۔

حضور مہدی علیہ السلام کی بعثت کا پہلا مقصد احیائے اسلام ہے دین اسلام جس کو رسول مقبول ﷺ نے نئی شریعت کے ساتھ نافذ فرمایا تھا وہ آپ کے زمانۂ مبارک، دورِ خلفائے راشدین اور تابعین، تبع تابعین رضوان اللہ علیہم تک تو باقی رہا لیکن بعد میں اُس میں بہت ساری تبدیلیاں ہوگئیں اور حضور مہدی علیہ السلام کے زمانۂ بعثت کے وقت حضورؑ کے فرمانِ مبارک کے مطابق یہ دین صرف چند مجذوبوں میں باقی رہ گیا تھا۔دوسرے عام مسلمانوں نے علمائے سو کے تبع میں دولت، طاقت، عزت، نام آوری اور ایسی ہی چیزوں کو نادانستہ طور پر اپنا خدا بنالیا تھا۔ ضرورت تھی کہ اُن کو صحیح اسلام سے واقف کروایا جائے اور دینِ اسلام کو اُس کی صحیح حالت میں دوبارہ نافذ کروایا جائے۔ چنانچہ حضور مہدی علیہ السلام نے اعلان فرمایا۔

مذهب ما کتاب الله و اتباعِ محمد رسول الله

ابوالکلام آزاد نے حضور مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے صحابۂ کرام کی جماعت کے شریعتِ محمدی نافذ کرنے کے سلسلے میں کی جانے والی کوششوں کا اِس طرح ذکر کیا ہے۔

"سید موصوف نے احیائے شریعت اور قیام امر بالمعروف کا غلغلہ بلند کیا اور لوگوں سے کہا کہ اب نہ کسی مجاہدہ کی ضرورت ہے اور نہ ذکر و شغل کی۔ سب سے بڑا مجاہدہ یہی ہے کہ خلق اللہ کو سیدھی راہ پر لگاؤ اور احکام شرعیہ کے احکام کے قیام میں اپنی جانیں تک لڑادو۔ عشق کی صداقت اور قلب کی پاکی نے ان کی دعوت اور تذکیر میں ایسی طاقت بخشی تھی کہ تھوڑے ہی عرصے میں

ہزاروں ادمی حلقۂ ارادت میں داخل ہوگئے اور متعدد سلاطینِ وقت نے اُن سے بیعت کی۔ اِن لوگوں کے طور طریق کچھ عجب عاشقانہ اور والہانہ تھے اور ایسے تھے کہ صحابۂ کرام کے خصائص کی یاد تازہ کرتے تھے۔ عشق الٰہی کی ایک جاں بیار جماعت تھی جس نے اپنے خون کے رشتوں اور وطن و زمین کی فانی الفتوں کو ایمان و محبت کے رشتہ پر قربان کردیا تھا اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر راہِ حق میں ایک دوسرے کے رفیق و غمگسار بن گئے تھے۔ امیر و فقیر ادنیٰ و اعلیٰ سب ایک حال اور ایک رنگ میں رہتے اور بجز خلقِ خدا کی خدمت اور احکامِ شرع کے اجراء اور قیام کے اور کسی کام سے واسطہ نہ رکھتے تھے" (تذکرہ ابوالکلام آزاد)

اوپر کا اقتباس کسی مہدوی کی تحریر نہیں ہے۔ اس تحریر سے یہ ثبوت فراہم ہوتا ہے کہ عادل غیر مہدوی حضرات بھی مہدی علیہ السلام اور آپ کے صحابۂ کرام کی دعوتِ الی الحق اور احیائے شریعتِ محمدی کی کوششوں کو تسلیم کرتے تھے۔

حضور مہدی علیہ السلام کی بعثت کا ایک اور سبب یہ تھا کہ آپ کو تکمیل دینِ اسلام کے لئے اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا تھا۔ چنانچہ آپ کے خاتم دینِ متین ہونے کے سلسلے میں ایک روایت بہت سے محدثین نے بیان کی ہے ان میں ابوالقاسم طبرانی، ابونعیم اصفہانی، عبدالرحمن ابن حاتم، ابوعبداللہ بن حماد، حافظ ابوبکر بیہقی وغیرہ شامل ہیں۔ انہوں نے حضرت علی سے یہ روایت کی ہے۔ علی بن طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ مہدیؑ ہم میں سے ہونگے یا اوروں سے پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ ہمیں میں سے ہونگے۔ اللہ تعالیٰ انہیں پر دین کو ختم فرمائے گا جیسا کہ شروع کیا ہے اس کو ہم سے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مہدی خاتم دین ہیں اور یہ کام اللہ تعالیٰ ان سے اپنے خلیفہ کی حیثیت سے لینا چاہتا تھا (حدیث ثوبان سے یہ بات ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مہدی کو خلیفۃ اللہ فرمایا ہے اور آپکی بیعت کو اس زمانے کے لوگوں پر جب آپ مبعوث ہونگے لازم کیا ہے چاہے انھیں برف کے پہاڑوں پر سے رینگتے ہوئے کیوں نہ جانا پڑے)

مہدی کے خاتم دین ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ نعوذ باللہ کوئی نئی شریعت لائیں گے۔

شریعت کا مکمل قانون حضور محمد مصطفیٰ ﷺ پر قرآن پاک کے نزول سے ہو چکا۔ تنزیلی اعتبار سے وہ تمام احکام و فرائض جو ولایت محمدی سے متعلق تھے وہ قرآن پاک میں موجود ہیں لیکن ان میں بعض چیزوں کی تشریح نبی کریم ﷺ سے ہو چکی تھی بعض کو آپ نے بہ حکم خداوندی اپنے خلیفہ مہدی موعود کے لئے محفوظ کر دیا تھا۔ اس بات کو سمجھنے کیلئے کہ مکمل دین کیا ہے سمجھنے کی ضرورت ہے۔ دین کی تین شاخیں ہیں اسلام، ایمان، احسان۔ اسلام کا مطلب ہے ہم اللہ واحد پر ایمان لائیں محمد رسول اللہ کو اسکا نبی تسلیم کریں اور فرائض جیسے نماز، زکواۃ، روزہ، حج وغیرہ کی پابندی کریں ایمان کا مطلب ہے ہم اللہ کے تمام رسولوں پر فرشتوں پر تمام صحائف اور کتابوں پر ایمان رکھیں اور اللہ اور اسکے رسول نے جو باتیں غیب کی بتائیں جیسے قیامت روز جزاء، جنت، دوزخ، ثواب عذاب وغیرہ ان کا یقین کریں

احسان کے مسائل عشق و محبت خداوندی اور دیدار باری تعالیٰ سے متعلق ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ احسان یہ ہے جب تو اللہ کی عبادت کرے تو یہ سمجھے کہ تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اس مقام پر نہ پہنچے تو یہ جانے کہ خدا تجھے دیکھ رہا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے زمانہ میں اسلام اور ایمان سے متعلق جملہ مسائل بحکم خداوندی مسلمانوں کو سمجھا دئے احسان کے مسائل اسلام اور ایمان کے بالمقابل نسبتہً زیادہ سخت ہیں عام مسلمان ان کو جلد سمجھنے اور ان پر عمل پیرا ہونے میں دقت محسوس کرتے تھے اس لئے حضور محمد مصطفیٰ ﷺ نے ان مسائل کی تفہیم صرف ان صحابہ خاص کی حد تک محدود رکھی جن میں احکام احسان کے سمجھنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی صلاحیت تھی جیسے خلفائے راشدین اصحاب صفہ اور وہ صحابہ جو ابتدائی دور اسلام میں حضور ﷺ کے دست حق پرست پر مسلمان ہو گئے تھے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان مسائل کو عام مسلمانوں کے لئے عام تام بیان نہیں فرمایا بلکہ انکی تفہیم کے لئے اپنے خلیفہ اور تابع تام مہدی موعود کی بعثت کی اطلاع دی۔

ابھی اوپر بیان کیا گیا ہے کہ احسان دین کا وہ رکن ہے جس میں عشق و محبت خداوندی اور دیدار باری تعالیٰ سے متعلق معلومات ہوتی ہیں۔ چونکہ حضرت رسول مقبول ﷺ نے اس کا عام تام بیان جملہ مسلمانوں کیلئے نہیں فرمایا تھا اسلئے اسکے نکات مسلمانوں کے بڑے بڑے علماء حق

کہ ائمہ اربعہ سے بھی تقریبا چھپے رہے اور انھوں نے صرف ارکان اسلام و ایمان کے مسائل پر ہی اپنی فقہ ترتیب دی۔ البتہ اولیاء اللہ جو حلقہء حضرت علی کرم اللہ وجہ سے اور انکے سلسلہ میں تھے اپنے طور پر احسان کی بعض تعلیمات پر عمل پیرا ہوتے رہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام و القاء سے مشرف ہوئے۔ ان کا دائرہ اثر بھی انھیں کی حد تک محدود رہا۔ آخر ۸۴۷ ہجری میں حضرت سید محمد جونپوری مہدی علیہ السلام کی بعثت مبارکہ ہوئی اور احکام احسان و ولایت کی تمام تعلیم و دعوت کا زمانہ آ گیا۔ چنانچہ حضور مہدی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

" حق تعلیٰ که مارا فرستاده است مخصوص برائے این است که آں احکام و بیان که تعلق با ولایت محمدی دارد بواسطهٔ مهدی ظاہر شود " (شرح عقیدہ مولفہ حضرت سید قطب الدینؒ)

ترجمہ :۔ اللہ تعالیٰ نے بندے کو محض اس غرض سے بھیجا ہے کہ جو احکام و بیان کہ ولایت محمدی سے تعلق رکھتے ہیں مہدی کے واسطہ سے ظاہر ہوں"۔

ان احکام اور فرائض پر پابند ہو کر مومن کو اللہ تعالیٰ کے دیدار کی طلب میں بیٹھ جانا اور اپنے دل میں عشق و محبت خداوندی پیدا کرنے کی کوشش اور محنت کرنا فرض ہے کیونکہ حضور مہدی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

ترجمہ روایت :۔ ہر مرد و عورت پر طلب دیدار خدا فرض ہے چشم سر یا چشم دل سے یا خواب میں خدا کو جب تک نہ دیکھے مومن نہ ہوگا مگر طالب صادق۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ بہ فرمان حضور مہدی علیہ اسلام ہر شخص کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت دیدار خدا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دیدار کی سچی طلب رکھنے والے کو بھی آپ نے حکمی مومن کے درجہ میں رکھا ہے۔ اس لئے ہر مسلمان اور مہدوی کا فرض ہے کہ وہ اللہ کی سچی طلب اپنے دل میں رکھے۔ اللہ کی سچی طلب دل میں پیدا کرنے کے لئے اسے اپنے عشق و محبت کو بڑھانا اور اس میں کوشش کرنی پڑتی ہے اور فرائض ولایت کے دیگر احکام انسان کو اسی راستہ پر ڈالتے ہیں۔

اس پوری گفتگو سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ کی طلب ہر انسان پر حضور مہدی علیہ السلام نے

فرض فرمائی ہے اور دوسرے فرائض ولایت اس منزل کو حاصل کرنے کے لئے ضروری ہیں ان میں سب سے پہلا فرض جو بتلایا گیا ہے وہ ترک دنیا ہے۔ ترک دنیا کو اصطلاح قرآن میں "عمل صالح" سے یاد کیا گیا ہے اور اللہ کا دیدار حاصل کرنے کے لئے عمل صالح یا ترک دنیا کو لازم قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ سورۂ "کہف" کی آخری آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے " من كان يرجوا لقا ربه فليعمل عملا صالحا و لا يشرك بعباده وبه احدا"

ترجمہ:۔ پس جس کو اپنے پروردگار کے دیدار کی آرزو ہو تو عمل صالح (ترک دنیا) کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے"۔

عمل صالح یا ترک دنیا ہی شرک کی پوری پوری نفی کا نام ہے

شرک کی دو قسمیں ہیں شرک جلی یعنی بتوں کی پوجا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور کسی کو شریک کرنا۔ اس شرک سے حضور نبی کریم ﷺ نے انسانوں کو آزاد فرمایا۔ وہ انسان جو بتوں کو پوجتے تھے قدرت کی طاقتوں کی پرستش کرتے تھے مثلاً ہوا، آگ، پانی، درخت وغیرہ بعض انسانوں کو تک اپنا خدا بنا بیٹھے تھے جیسے نمرود و فرعون کے لوگ۔ ان سب کو انکے جھوٹے خداؤں اور دیوتاؤں سے آزاد کر کے اللہ واحد کے آگے جھکانا اور خدائے واحد کی عبادت کے لئے تیار کرنا حضور نبی کریم ﷺ کا عظیم کارنامہ ہے آپ کی دعوت کی مختصر مدت یعنی ۲۳ سال کے عرصے میں حضور کی تعلیمات کی فیض رسانی کا یہ عالم ہوا کہ پورا ملک عرب مسلمان ہو گیا اور آپ کے وصال کے بعد بہت جلد اسلامی تعلیمات و عقاید دنیا کے دور دور حصوں تک پھیل گئے۔

اس شرک سے چھٹکارا پانے کے بعد مسلمان دور خلفائے راشدین اور اس کے قریبی زمانہ خیر القرون تک تو نبی کریم کی تعلیمات اور احکام خداوندی کی پیروی کرتے رہے مگر جب دنیا کی مختلف قومیں مسلمان ہوتی چلی گئیں تو انہوں نے اسلام کی پاک تعلیم میں اپنی قوموں کے عقیدوں کو ملا کر اس تعلیم کو خلط ملط کر دیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے دولت، عزت، شہرت، طاقت، نام آوری، حکومت وغیرہ ایسی چیزوں کو اتنی اہمیت دی کہ اصل اسلامی تعلیمات اُن کے ذہن سے محو ہو گئیں اور انہیں چیزوں کو انہوں نے ایک طرح سے اپنا خدا بنا لیا۔ یہی وجہ تھی کہ حضور مہدی علیہ

السلام کے زمانہ میں ایمان صرف مجذوبوں میں باقی رہ گیا تھا۔

شرک جلی کے علاوہ ایک اور شرک ہے جسے ہم شرک خفی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اگر ہم اللہ کو مانتے ہوئے بھی اپنی اولاد سے اپنے مال و اموال سے اتنی محبت رکھتے ہیں کہ وہ اللہ کی محبت پر غالب آ جاتی ہے تو یہ شرکِ خفی ہے اور یہ ایسا شرک ہے جو انسان کو مسلمان باقی نہیں رکھتا۔ اس شرک خفی میں یہ بھی شامل ہے کہ انسان اپنی ہستی و خودی کو بڑی اہمیت دے۔ یہ بھی اسلامی تعلیم کے موافق نہیں۔ اس ہستی و خودی سے ہاتھ دھونا بہت ضروری ہے۔ اُس کی ایک مثال آپ کو اس روایت سے سمجھ میں آئے گی کہ حضور مہدی علیہ السلام کے سامنے کسی صحابی نے عرض کیا کہ بایزید رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا تھا میں کئی سال سے بایزید کو ڈھونڈ رہا ہوں مگر نہیں ملا۔ حضور مہدی علیہ السلام نے فرمایا ڈھونڈنے والا بھی نہ ہوتا تو اچھا تھا۔ گویا بایزیدؒ کے قول میں "میں" کا لفظ ان کی انا کو ظاہر کر رہا ہے وہ بھی ختم ہو جانا چاہیے تھا۔

حضور مہدی علیہ السلام نے ترک دنیا کے سلسلہ میں اپنا یہ بیان دیا ہے جو قوم کی اکثر کتابوں میں درج ہے۔

" وجودِ حیات دنیا کفر است یعنی زیستن بجاں که آں را ہستی وخودی گویند و ہر چیزے را که در کتاب الله متاع حیاتِ دنیا نام کرد اند چوں حب زناں و فرزندان و اموال و حیوانات و زراعت و تجارت و عمارت و ملبوسات وماکولات و جزآں ہر که ایں اشیاء را مرید و محب باشد و بدیں مشغول کردد او کافر است "

ترجمہ:۔ "وجودِ حیات دنیا کفر ہے یعنی جینا جان سے اسی کو ہستی و خودی کہتے ہیں اور ہر وہ چیز جس کو کتاب اللہ میں متاع حیات دنیا کا نام دیا گیا ہے جیسے زن و فرزند مال زراعت و تجارت عمارتیں ملبوسات ماکولات جو شخص ان کا مرید ہو گا اور ان میں مشغول ہو گا وہ کافر ہے"۔

حضور کے اس فرمان مبارک میں دنیا سے متعلق دو باتیں بتائی گئی ہیں (۱) وجودِ حیات دنیا اور (۲) متاعِ حیاتِ دنیا۔ ان دونوں کے اوپر لفظ دنیا کا اطلاق ہوتا ہے اس لئے ان دونوں

سے بچنا ضروری ہے۔

پہلے ہم یہ دیکھیں گے کہ متاعِ حیاتِ دنیا کیا ہے۔ اس سلسلہ میں حسب ذیل تین آیاتِ قرآنی پر غور فرمانا ہے جن کا ترجمہ بھی دیا گیا ہے۔

(۱) زیّن للناس حب الشهوات من النساء و النبين والقناطير المقنطرة من الذهب والفقه والخيل المسومته والانعام والحرث. ذالک متاع الحيواة الدنيا والله عنده حسن المآب (پارہ ۳ رکوع ۱۰)

ترجمہ:۔ اچھی معلوم ہوتی ہے انسانوں کو محبت عورتوں اور بچوں کی سونے چاندی کے ڈھیر نشان لگے ہوئے مویشی، زراعت۔ یہ سب متاعِ حیاتِ دنیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سب نیکیاں پھر جانے والی ہیں۔

(۲) ان الذين لا يرجون لقاء نا رضوا بالحيواة الدنيا واطمئنوا بها والذين هم آيتنا غافلون اوليئک ماواهم النار بما كانوا يكسبون (یونس)

ترجمہ:۔ جو لوگ ہمارے لقاء کی امید نہیں رکھتے اور حیات دنیا سے خوش ہو گئے اور اُس پر مطمئن ہو گئے اور جو لوگ ہماری نشانیوں سے غافل ہیں اُن سب کا ٹھکانہ ان کے اعمال کے سبب دوزخ ہے۔

متذکرہ بالا آیات میں متاعِ حیات دنیا کی چند مثالیں دی گئی ہیں اور دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کو بھول کر اِن چیزوں میں مشغول ہو جائیں اور انہیں سب کچھ سمجھنے لگیں اُن کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

متاعِ حیاتِ دنیا کے سلسلہ میں ایک یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ انسان ان چیزوں کو ایک حد تک استعمال کر سکتا ہے لیکن بالکل اُن کے پیچھے پڑ جانا باعثِ نقصان ہے۔ چنانچہ یہ آیت ملاحظہ فرمائیں۔

" يا يها الذين آمنو الا تلهكم اموالكم و اولادكم من ذكر الله و من يفصل ذالک فاولائیک هم الخاسرون (منافقون)

ترجمہ:۔ اے مومنو تمہارے مال اور تمہاری اولاد تم کو اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں اور جو ایسا کریں گے وہی خاسرین (نقصان اٹھانے والے) ہونگے۔

اِس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ متاعِ دنیا زن و فرزند وغیرہ میں مشغول ہو جانا منع ہے لیکن صاحبِ زن و فرزند ہونا منع نہیں ہے۔ یہی ہے رہبانیت اور اسلام میں ترکِ دنیا کا فرق۔

ایک صحابی نے حضرت مہدی علیہ السلام سے عرض کیا میرا نجی زن و فرزند میرے ذکر و عبادات میں خلل ڈالتے ہیں۔ اگر اجازت ہو تو انہیں الگ کر دوں۔ حضورؑ نے فرمایا انہیں علیحدہ مت کرو۔ اُن کا ہاتھ تھامے ہوئے جنت میں لے جاؤ اللہ تمہیں اس کا اجر دے گا۔

حضرت مہدی علیہ السلام کا یہ فیصلۂ عالیہ اس آیتِ شریف کے عین مطابق ہے۔ انما اموالكم و اولادكم فتنة والله عنده اجر عظيم

ترجمہ:۔ تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنہ (بلا و آزمائش) ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پاس اس کا اجر عظیم ہے۔

قرآن حکیم میں بتلایا گیا ہے کہ آخرت کی نعمتیں دنیا کی نعمتوں کے مقابل بہت زیادہ ہیں اور انسان کے لئے ضروری ہے کہ آخرت کی نعمتوں کی طرف زیادہ دھیان رکھے۔ ذیل کی آیات ملاحظہ فرمائیں

۱۔ بل توثرون الحيواة الدنيا و الاخرة خير و ابقى (اعلیٰ)

ترجمہ:۔ بلکہ تم حیات دنیا کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت (دنیا سے) کہیں بہتر و پائیدار ہے۔

۲۔ قل متاع الدنيا قليل و الآخرة خير لمن اتقىٰ و لا تظلمون فتيلا

ترجمہ:۔ کہدو کہ متاعِ دنیا قلیل ہے اور آخرت اس شخص کے لئے جو پرہیزگار ہے بہتر ہے اور تم پر وہاں ذرا سا بھی ظلم نہ ہوگا۔

۳۔ ارضيتم بالحيواة الدنيا من الاخرة فما متاع الحيواة الدنيا فى الأخره الا قليل (توبہ)

ترجمہ:۔ کیا تم آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی سے راضی ہو گئے۔ دنیا کی متاع آخرت کے مقابل بہت قلیل ہے

اس کے باوجود جو لوگ دنیا حاصل کرنے کے خواہشمند ہیں ان کے لئے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد مبارک ہے۔

من کان یرید حرث الاخرۃ نزدلہ ، فی الحرثہ و من کان یرید حرث الدنیا نو تہ منھا و مالہ ، فی الاخرہ من نصیب (شوریٰ)

ترجمہ:۔ جو کوئی آخرت کی کھیتی کا طالب ہو ہم اسکی کھتی میں برکت دیں گے اور جو دنیا کی کھیتی کا طالب ہو تو ہم اسکو (بقدر مناسب) دیں گے مگر پھر آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔

دنیا چاہنے والوں کے لئے آخرت میں دوزخ کو تیار رکھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ من کان یرید العاجلتہ عجلنا لہ فیھا ماتشاء لمن ترید ثم جعلنا لہ ، جھنم یصلیٰ مذموماً مدھو را (بنی اسرائیل)

ترجمہ:۔ جو شخص دنیا کا طالب ہو تو ہم جسے چاہیں اس دنیا میں دے دیں گے مگر پھر اس کے لئے ہم نے دوزخ مقرر کر دی ہے وہ بری حالت میں راندہ ہو کر ڈالا جائے گا۔

آخرت کے مقابل دنیا کو زیادہ ترجیح دینا اور محبت رکھنا کفر کی علامت ہے اور کافروں کی صفت ہونا بیان کیا گیا ہے۔ آیت شریفہ ملاحظہ فرمائیں۔

ویل للکافرین من عذاب الشدید الذین یستحبون الحیاۃ الدنیا علی الآخرۃ یصدون عن سبیل اللہ و یبغونھاعوجا اولئک فی ضلال بعید (ابراہیم)

ترجمہ:۔ ان کافروں کے لئے سخت عذاب کی بدبختی ہے جو آخرت کے مقابل میں دنیا کی زندگی کو پسند کرتے اور اللہ کے راستہ پر چلنے سے لوگوں کو روکتے ہیں اور اس میں کجی پیدا کرتے ہیں۔ وہی پرلے درجہ کی گمراہی میں ہیں۔

اب تک ساری گفتگو ترک متاع دنیا کے سلسلہ میں تھی جو مہدی علیہ السلام کے فرمان مبارک کا ایک حصہ تھے۔ اب حضور کے فرمان مبارک کے دوسرے حصہ یعنی ترک ہستی اور ترک خودی

کے بارے میں غور کریں گے جس کو فرمان مبارک میں متاع حیات دنیا سے پہلے بیان فرمایا گیا ہے۔

اللہ کے احکام کے مقابل خود کو بے اختیار کر لینا اور کمال تسلیم و رضا کی صفت خود میں پیدا کر لینا ترک ہستی و خودی کی شکل ہے۔ یہ اللہ کی بندگی کا اعلیٰ معیار ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں انسان زندہ رہ رہ کر بھی زندہ نہیں رہتا۔ اسی حالت کے متعلق حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا موتوا قبل ان تموتوا یعنی مرنے سے پہلے مر جاؤ۔ حضور نبی کریم ﷺ نے یہ بھی فرمایا الدنیا نفسک فاذا افنیتھا فلا دنیا لک ۔ یعنی دنیا تیرا نفس (خودی) ہے جب تو نے اس کو فنا کر دیا تو پھر تیرے لئے دنیا نہیں ہے۔ اس تسلیم و رضا کے مقام کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یوں کہلوایا ہے۔

قل ان صلواتی و نسکی و محیای و مماتی اللہ رب العالمین لاشریک لہ بذالک امرت و انا اول المسلمین ۔

ترجمہ:۔ کہو (اے محمد) بے شک میری نماز میری عبادتیں میرا جینا میرا مرنا سب کچھ صرف اللہ کیلئے ہے جو تمام عالم کا پروردگار ہے اور مجھکو اسی کا حکم ہوا ہے اور میں پہلا مسلمان ہوں

بندگی کے اس مقام پر بندہ کسی سے کچھ طلب نہیں کرتا اسکی کوئی خواہش نہیں ہوتی دنیاوی ضرورتیں اگر اسے تنگ کرتی ہیں تو وہ صرف خدا ہی کی طرف رجوع ہوتا ہے۔ دور نبوت میں خلفائے راشدین اصحاب صفہ اور وہ صحابہ رسول جو سابقون الاولون میں شمار ہوتے ہیں ان کا یہی طریقہ حیات تھا جو اللہ کے احکام اور رسول ﷺ کے حکم پر اپنی جان تک لڑا دینے سے دریغ نہیں کرتے تھے۔

حضور مہدی موعود علیہ السلام کی بھی یہی تعلیم ہے کہ جو کچھ چاہتے ہو خدا سے چاہو پانی لکڑی تک بھی چاہتے ہو تو خدا سے چاہو۔ یہ رخصت ہے اور عزیمت یہ ہے کہ کچھ نہ چاہو اپنی تمام ضرورتیں اللہ پر چھوڑ دینا اور خود کو بے اختیار کر لینا ہی اپنی ذات کی نفی کرنا اور ترک خودی ہے۔ شرک جلی کو چھوڑ دینے کے بعد بھی جیسے بتوں کی پوجا بلکہ شہرت، دولت، عزت، طاقت نام آوری وغیرہ جب تک انسان میں انانیت اور خودی ہے وہ شرک خفی سے نجات حاصل نہیں کر سکتا۔ شرک خفی سے نجات حاصل کرنے کا واحد ذریعہ یہی ہے کہ انسان اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے

آگے خود کو بے اختیار کر لے۔ حضور مہدی علیہ السلام نے فرمایا ہے بے اختیار ہو کر خوش بخت (بختیار) ہو جاؤ ظاہر ہے اس سے بڑھ کر کوئی خوش بختی نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے

ومن احسن دنیا ممن اسلم وجهة الله وهو محسن واتبع ملته ابراهيم حنيفا

ترجمہ:۔ از روئے دین اس شخص سے کوئی اچھا بھی ہے جس نے اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر دیا اور وہ نیکی کرنے والا ہے اور اس نے ابراہیم کے دین کی پیروی اختیار کی (النساء)

دین ابراہیمی یا دین محمدی (دونوں ایک ہیں) کی اتباع میں مذهب ما كتاب الله و اتباع رسول الله کہنے والے ہمارے امامؑ نے کبھی شریعت محمدی کا دامن نہیں چھوڑا اور طریقت و معرفت کی تعلیم میں بھی آداب شریعت کی پابندی کو لازم قرار دیا۔ حضور کے پاس پابندئ شریعت کی اہمیت اس واقعہ سے ہمیں ایک نئی روشنی دیتی ہے یہ واقعہ مختلف کتب مہدویہ میں درج ہے۔

اولیأ پیشین کی نسبت حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا۔ ہمارے بھائی نزدیک کا راستہ چھوڑ کر چکر کے راستہ سے چلے اور مقصود حاصل کیا کیونکہ وہ طلب میں سچے تھے اور مقصود خدا تھا۔ صحابہ نے عرض کیا میرانجی نزدیک کا راستہ کونسا ہے اور گردش کا راستہ کونسا؟ حضرتؑ نے فرمایا راہ خدا میں بے اختیار کیوں نہ ہوئے کہ شریعت محمدی کے موافق یہی راستہ نزدیک تر تھا۔ انھوں نے اپنے اختیار سے تمام عمر کے روزے کیوں رکھے۔ مباح اور حلال چیزوں کو کیوں چھوڑ دیا۔ سال ہا سال کنوؤں میں سرنگوں کیوں لٹکے اور بارہ سال کی قید لگا کر روزے کیوں رکھے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے یہ احکام نہیں فرمائے ہیں اور حسب فرمان خداوندی من توكل على الله هو حسبه

ترجمہ:۔ جو شخص اللہ پر توکل کرے اللہ اس کے لئے کافی ہے" تمام عمر توکل کا روزہ کیوں نہ رکھا۔ ان کو چاہیئے تھا بے اختیار ہو جاتے!!

الختصر اس مضمون پر ایک اچٹتی نظر ڈالنے سے حسب ذیل باتوں کی توضیح ملے گی۔

(۱) ترک دنیا اسلام کا ایک اہم فرض ہے اور رہبانیت سے جو اسلام میں حرام ہے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

(۲) ترک دنیا متاع دنیا اور ترک ہستی و خودی کا نام ہے اور یہ دونوں باتیں اللہ تعالیٰ

کی کتاب قرآن مجید کی آیات سے ثابت ہیں۔

(۳) ترک دنیا طلب، دیدار خدا اور حصول دیدار خدا کی پہلی منزل ہے بغیر اس کے دیدار حاصل نہیں ہو سکتا۔

(۴) ترک دنیا کے تصور اور عقیدہ کا انکار کفر ہے۔

اس آخری نکتہ کی توضیح کے لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس مشہور واقعہ کا ذکر کیا جائے جو شہر نہر والہ میں حضور مہدی علیہ السلام کے سامنے پیش آیا۔ اس کو انصاف نامہ نقلیات بندگی میاں عبدالرشید رضی اللہ عنہ اور دوسری کتب میں بیان کیا گیا ہے۔

شہر نہر والہ میں ایک عہدیدار جو کچھ علم شریعت سے واقف تھا حضرت مہدی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت حضور اس آیت مبارکہ کا بیان فرما رہے تھے۔

من كان يريد الحياه الدنيا و زينتها نوف اليهم اعمالهم فيها و هم فيها لا يبخسون . اولئك الذين ليس لهم فى الأخرة الا النار و حبط ماصنعو فيها و باطل كانوا يعملون . (ھود)

ترجمہ:۔ جو کوئی حیات دنیا و زینت دنیا کا مرید ہو ہم ان لوگوں کے اعمال دنیا ہی میں پوری کر دیتے ہیں اور وہ دنیا میں گھاٹے میں نہیں رہتے۔ یہ سب ایسے لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں آتش دوزخ کے سوائے کچھ نہیں اور انھوں نے جو کچھ نیکیاں اس دنیا میں کی ہیں وہ سب حبط ہو جائیں گی اور جو اچھے اعمال کرتے ہیں باطل ہیں۔

اس عہدیدار نے عرض کیا یہ آیت تو کافروں کے لئے ہے۔ حضرت نے فرمایا ہاں جس شخص میں یہ صفات ہوں وہ بلاشبہ کافر ہے۔ اس نے کہا یہ صفات بادشاہ، قاضی اور علماء میں موجود ہیں۔ حضرت علیہ السلام نے فرمایا خدائے تعالیٰ نے من كان فرمایا ہے ہم بھی من كان کہتے ہیں اور کسی کے نام کو مخصوص نہیں کرتے۔ اس نے کہا یہ صفت مجھ میں موجود ہے حضرت نے فرمایا مسلمان میں یہ صفت نہیں ہوتی اور نہ ہونا چاہیئے۔ اس نے دوبارہ عرض کیا کہ مجھ میں یہ صفت موجود ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا تم رسول اللہ کا کلمہ پڑھتے ہو یہ صفت تم میں کیسے ہو سکتی ہے اس نے تیسری

بار بھی وہی کہا حضرت علیہ السلام نے فرمایا اگر تم میں یہ صفت ہے اور تم کو اس کا اقرار بھی ہے تو خدائے تعالیٰ تم پر کفر کا حکم عائد کرتا ہے اور تم کافر ہو۔

اس واقعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حیات دنیا کے پیچھے حد سے زیادہ بھاگنے والا کافر ہے۔ ایک دوسری بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ کس طرح حضور نے اس شخص پر کفر کا فتویٰ عائد کرنے سے پہلے پوری تفہیم اور احتیاط استعمال فرمائی۔

جیسا اس سے پہلے عرض کیا گیا ہے طلب دیدار حدا فرض ہے اور اس کے حصول میں کوشش کرنی چاہیے۔ اس کا پہلا زینہ ترک دنیا ہے اس لئے وہ بھی فرض ہے چنانچہ حضور مہدی علیہ السلام نے فرمایا و رائے ترك دنیا ایمان نیست یعنی ترک دنیا کے بغیر ایمان حاصل نہیں ہوتا۔ اس لئے گروہ مہدویہ میں ہر شخص ترک دنیا کی خواہش اور آرزو دل میں رکھتا ہے کچھ لوگ عمر کے ابتدائی حصہ میں ہی اس فرض سے فارغ ہو جاتے ہیں۔ کچھ لوگ کسب کرتے ہیں یعنی زراعت، تجارت ملازمت وغیرہ لیکن بعد میں وہ بھی تارکان الدنیا ہو جاتے ہیں۔ اس طرح گروہ مہدویہ میں دو قسم کے لوگ ہیں کاسبین اور تارکان دنیا۔ حضور مہدی علیہ السلام نے کسب سے منع نہیں فرمایا لیکن کسب شرعی حدود کے اندر احکام شریعت کی پوری پابندی کے ساتھ کیا جائے تو جائز ہے اور اگر مقصد کسب حصولِ دولت عزت طاقت وغیرہ ہو تو ناجائز ہے۔ جو لوگ کاسب ہوتے ہیں مہدی علیہ السلام کی تعلیمات سے واقفیت کی بنا پر اللہ کا ڈر اور خوف دل میں رکھتے ہوئے کسب ضرور کرتے ہیں اور یہ آرزو رکھتے ہیں کہ وہ ترک دنیا کے فرض کی ادائی پوری کریں اس طرح رفتہ رفتہ وہ اس طرف مائل ہوتے ہیں اور تارک بن جاتے ہیں۔ جس طرح توبہ کا دروازہ آخری وقت تک کھلا رہتا ہے ترک دنیا کا فرض بھی اس وقت تک پورا ہو سکتا ہے جیسے صدق دل سے توبہ کرنیوالے کے گناہ معاف ہو جانے کی امید رہتی ہے اسی طرح سے صدق دل سے ترک دنیا کرنے والے کے پچھلے گناہ معاف ہو جانے کی امید کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ ترک دنیا کے بعد نئی زندگی شروع ہوتی ہے۔ گروہ مہدویہ میں بغیر ترک دنیا کیئے کے کسی کا انتقال کر جانا بہت برا سمجھا جاتا ہے اور ایسے شخص کی موت پر بہت افسوس کیا جاتا ہے۔ اس لئے مہدوی کاسبین شریعت

کی پابندی کرتے ہوئے رفتہ رفتہ اس منزل سے قریب تر ہو جاتے اور جلد یا بدیر اس فرض ترک دنیا کی تکمیل کر لیتے ہیں۔

جیسے ایک شخص کے لئے مسلمان ہونے کے لئے کسی کے سامنے اقرار کلمۂ طیب لا اله الا الله محمد رسول الله بلسان یعنی زبان سے پڑھنا ضروری ہے اسی طرح ترک دنیا کے لئے بھی اپنے مرشد کے سامنے یا اگر وہ نہ ہوں تو کسی دوسرے صاحب کے سامنے ترک دنیا کا اقرار باللسان ضروری ہے بغیر اس کے یہ فرض پورا نہیں ہوتا۔

حضور مہدی علیہ السلام کا فرمان مبارک ہے تصدیق بندہ عمل ہے یعنی حضور کی مہدیت کی تصدیق اسی وقت صحیح اور قابل قبول ہوگی جب تصدیق کرنے والا عمل پر بھی کاربند ہو جائے۔ اس لئے ہر مسلمان مہدوی پر لازم ہے کہ حضور مہدی موعود کی تعلیمات پر عمل کرے فرائض شرعی اور فرائض ولایت پر کاربند ہو اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی رحمت اور مغفرت نیز رسول مقبول ﷺ و مہدی علیہ السلام کے شفاعت کی امید رکھے۔ محض عقیدے کی بنا پر نجات کے حصول کا تصور فرمان امام علیہ السلام سے باطل قرار پاتا ہے ویسے اللہ کی مرضی ہے جسے چاہے بخش دے اور جس سے چاہے حساب لے۔

حضور کے فرمان مبارک تصدیق بندہ عمل است میں عمل کا لفظ بہت بلیغ ہے اور اس کے سطحی معنی کے ساتھ ساتھ گہرے معنی بھی لئے جاسکتے ہیں۔ قوم مہدویہ میں عمل صالح کے معنی ترک دنیا کے ہیں اس لحاظ سے فرمان مبارک میں عمل کے لفظ کا مطلب عمل صالح بھی لیا جا سکتا ہے پھر فرمان مبارک کا یہ مطلب نکلے گا کہ حضور مہدی علیہ السلام کی تصدیق بغیر ترک دنیا نامکمل رہے گی اور یہ صحیح بھی ہے کیونکہ جیسا اس سے پہلے مضمون کے ابتدائی صفحات میں عرض کیا گیا ہے حضور علیہ السلام نے اپنی بعثت کا مقصد تعلیم و تفہیم فرائض ولایت بتائی ہے جس پر عمل پیرا ہو کر انسان شرک جلی و شرک خفی سے پاک ہو کر اپنے آپ کو اللہ کی قربت حاصل کرنے اور اس کا دیدار حاصل کرنے کے قابل بنا لیتا ہے اور اگر اللہ کا بے پایاں فضل و کرم شامل حال رہے تو بہ طفیل خاتمین علیہما السلام اس نعمت عظیم سے مشرف بھی ہو سکتا ہے۔

— ooo —

صحبتِ صادقین

حضرت مہدی علیہ السلام نے آیاتِ قرآنی سے جن امور کے فرض ہونے کی تخصیص فرمائی ہے اُن میں ایک اہم امر صحبت صادقین بھی ہے۔ جس آیت شریفہ سے صحبت صادقین کے فرض ہونے کا ذکر کیا گیا ہے وہ یہ ہے:

یا ایها الذین اٰمنوا اتقوالله و کونوا مع الصادقین

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور صادقین کے ساتھ رہو۔

چاہے آپ دنیاوی حیثیت سے غور کریں یا دینی یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ جو شخص جس مشغلہ، صنعت، تجارت، ملازمت سے تعلق رکھتا ہے یا دلچسپی رکھتا ہے وہ انہیں لوگوں کی صحبت میں رہتا ہے اور ان کی صحبت کو پسند کرتا ہے جو اُس مشغلہ وغیرہ میں مہارت رکھتے ہیں۔ ایک طالب علم طالب علموں ہی سے ملتا جلتا ہے، ایک عالم دوسرے علماء سے، ایک صنعت کار دوسرے صنعت کاروں سے ہی ربط ضبط رکھتا ہے۔ اِسی حقیقت کو فارسی کے اِس شعر میں خوب واضح کیا گیا ہے۔

کند ہم جنس باہم جنس پرواز
کبوتر با کبوتر باز با باز

پرندے اپنے ہم جنس پرندوں کے ساتھ ہی اُڑتے ہیں۔ کبوتر کبوتر کے ساتھ اور باز باز کے ساتھ۔ یہ اصول انسانوں ہی تک محدود نہیں ہے۔ جانور بھی اِس اصول کے تحت زندگی بسر کرتے ہیں۔ اس لئے اوپر لکھی ہوئی آیت میں مومنو کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ چونکہ ایمان والے ہیں اس لئے اللہ سے ڈریں اور ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کریں جن کی صحبت میں رہ کر اُن کو قرب خداوندی حاصل ہو سکتا ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے قرآنِ شریف میں جس لفظ کا استعمال فرمایا گیا ہے وہ "صادقین" ہے۔

بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ صحبت اور عزلت دو اضداد ہیں اور پھر بھی مہدویہ کے پاس دونوں فرض ہیں۔ ان کا یہ اعتراض اُن کی لاعلمی پر دلالت کرتا ہے۔ دونوں احکام میں کسی قسم کی ضد واقع نہیں ہے اور دونوں آیاتِ قرآنی سے فرض قرار پاتے ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ سورۂ مزمل میں ارشاد فرماتا ہے و تبتل الیه تبتیلا۔ یعنی اور جیسا قطع تعلق کا حق ہے ویسا (سب سے) قطع کر کے اُسی کے ہو رہو۔

مقدمۂ سراج الابصار نے ابن جریر طبری کی تفسیر سے تبتل الیه تبتیلا کے ضمن میں یہ تحریر نقل کی ہے۔

ترجمہ: "اپنی حاجتوں کے لئے بھی اور اپنی عبادت کے لئے بھی اُسی کے ہو رہو۔ دوسری تمام غیر اللہ اشیاء سے منقطع ہو جاؤ"

اِسی لئے مریم کو جو عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ تھیں بتول کہا گیا کیونکہ وہ سب سے منقطع ہو کر اللہ ہی کی ہو رہی تھیں اور اُس عابد کے لئے جو دنیا اور اس کے اسباب سے منقطع ہو کر اللہ ہی کی عبادت کا ہو رہے تبتل استعمال کیا جاتا ہے (مقدمہ سراج الابصار طبع سوم صفحہ ۴۰۳)

ایسا ہی حکم قرآن مجید میں سورۂ انعام میں دیا گیا ہے۔ آیت شریفہ ہے۔ "وذر الذین اتخذوا دینهم لعبا و لهوا و غرتهم الحیواة الدنیا"

ترجمہ:۔ ایسے لوگوں سے بالکل کنارہ کش رہ جنہوں نے اپنے دین کو لہو لعب بنا رکھا ہے اور حیاتِ دنیوی نے انہیں دھوکے میں ڈال رکھا ہے"۔

اوپر بیان کئے ہوئے احکام عزلت عن الخلق سے متعلق ہیں۔ جو شخص اللہ کی طرف اپنا چہرہ پھیر لیتا ہے اُس کے لئے ضروری ہے کہ وہ غیر اللہ سے کنارہ کشی اختیار کرے۔

اِن احکام کے ساتھ ساتھ کو نوا مع الصادقین یعنی صادقین کے ساتھ ہو جاؤ۔ والی آیت کا حکم بھی ہے کہ صادقین کی صحبت اختیار کرو۔ ظاہر ہے یہاں دو قسم کے لوگ بتائے گئے ہیں ایک اللہ والے اور ایک وہ جو دنیا میں مگن ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا مومنوں کے لئے حکم ہے کہ وہ اللہ والوں کی صحبت اختیار کریں اور اُن لوگوں سے قطع تعلق کریں جو دنیا کے لہو لعب میں مبتلا ہیں۔ اِس طرح

صحبت صادقین اور عزلت میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ یہ تو دنیا کا عام اصول ہے مثلاً بچوں سے کہا جاتا ہے کہ وہ اچھے بچوں کی صحبت اختیار کریں اور برے بچوں کی صحبت سے دور رہیں۔ ایک اعلیٰ جماعت کا طالب علم حصول علم کی خاطر اپنا زیادہ وقت کتب خانہ میں گزارے گا اور اپنے پروفیسرس اور ریڈرس سے اکثر ملتا رہے گا۔ اسی بات کو عزلت اور صحبت صادقین کی فرضیت میں بھی دیکھا جاسکتا ہے۔

صحبتِ صادقین آپس میں اللہ واسطے کی محبت پیدا کرتی ہے اور انسانوں کو تمام خلق سے بیزار کر کے اللہ کی طرف متوجہ کر دیتی ہے۔ اس سلسلہ میں کحل الجواہر جلد اول سے دو اقتباسات ملاحظہ فرمائیں۔ پہلا اقتباس امام غزالی کی احیاء العلوم سے ہے اور دوسرا عوارف المعارف سے ہے

(ا) ''ابو ہریرہؓ نے رسول اللہ سے روایت کی ہے کہ عرش کے اطراف نور کے ممبر ہیں۔ اُن پر جو لوگ بیٹھے ہونگے اُن کا لباس، ان کے چہرے نورانی ہونگے وہ اگر چہ انبیاء شہداء نہیں ہونگے لیکن انبیاء اور شہداء اُن پر رشک کریں گے۔ صحابۂ رسول نے کہا یا رسول اللہ ان کے اوصاف بیان فرمائیے کہ وہ کون لوگ ہیں تو فرمایا کہ وہ لوگ خدا کے واسطے باہم محبت رکھنے والے اور خدا ہی کے لئے باہم مل بیٹھنے اور باہم ملاقات کرنے والے ہیں''

(۲) ''علی بن سہلؒ کا قول ہے خدائے تعالیٰ کے ساتھ اُنس و محبت کی علامت یہ ہے کہ تم سوائے اہل اللہ لوگوں کے تمام خلق سے بیزار ہو اس لئے کہ اہل اللہ کی انس و محبت اللہ تعالیٰ سے انس و محبت کا نتیجہ ہے'' (کحل الجواہر جلد اول صفحہ ۳۰۲)

اب ہم یہ دیکھیں گے کہ صادقین سے کون لوگ مراد ہیں۔ بعض مفسرین نے صادقین سے صرف اصحابِ رسول ﷺ اور مہاجرین مراد لی ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔

صادقین وہ لوگ ہیں جو اللہ اور رسول سے محبت کرنے والے اور اللہ واسطے محبت اور عداوت رکھنے والے ہیں اور ایسے لوگوں کا ہر زمانہ میں موجود رہنا ایک لازمی امر ہے۔ چنانچہ علامہ بزمی نے مقدمۂ سراج الابصار میں حضرت انس کی ایک حدیث نقل کی ہے وہ یوں ہے۔ حضرت انسؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت کی مثال بارش جیسی ہے۔ نہیں معلوم کیا کہا

جاسکتا ہے کہ اس کا اول بہتر ہے کہ آخر۔ اس کتاب میں اشعت اللمعات کے حوالے سے یہ حدیث بھی نقل کی گئی ہے۔ مجھ سے محبت رکھنے والے زیادہ شدید میری امت کے وہ لوگ ہیں جو میرے بعد ہونگے اِن میں سے ہر ایک چاہے گا کہ کاش مجھکو اپنے اہل و عیال اور اپنے مال کے ساتھ دیکھتا۔

اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد صاحب اشعت اللمعات شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے۔

'' جاننا چاہئے کہ اس حدیث کے ظاہری معنی اور بعض دوسری حدیثیں جو اِس باب میں آئیں گی اِس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ممکن ہے اصحاب کرام کے بعد ایسے لوگ آئیں جو فضیلت و صحابہ کے برابر ہونگے یا اُن سے بڑھ کر اور ابن عبداللہ جو مشاہیر علمائے حدیث سے ہیں اُن کا یہی مذہب ہے اور انہیں احادیث سے تمسک کیا ہے'' (دیکھو مقدمہ سراج الابصار ۳ صفحہ ۳۹۶)

تفسیر مدارک کے حوالے سے علامہ سید نصرت اور علامہ بزمی نے تحریر فرمایا ہے کہ آیت شریف **کونوا مع الصادقین** یعنی صادقین کے ساتھ رہو اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ اجماع حجت ہے اور اجماع (صادقین) کے قول کو قبول کرنا لازم ہو گیا ہے۔

اِن حوالوں سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ صادقین سے صرف صحابۂ رسول ﷺ مراد لینا صحیح نہیں ہے۔ ویسے صحابۂ رسول ﷺ ضرور صادقین سے ہیں لیکن اُن پر ہی صادقین کی جماعت کا ختم ہو جانا کیسے صحیح ہوسکتا ہے۔ صادقین ہر دور میں قیامت تک رہیں گے اور اُن کی صحبت مومنین پر فرض ہوگی۔

کونوا مع الصادقین کی آیت شریف سے ایک اور واضح بات کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔ قرآن مجید قیامت تک رہنے والی کتاب ہے اور اِس کے احکام کا نفاذ قیامت تک باقی رہے گا۔ **کونوا مع الصادقین** (صادقین کے ساتھ رہو) کا حکم قیامت تک باقی رہے گا تو اس کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ صادقین قیامت تک موجود رہیں گے۔

صادقین کی ایک اہم صفت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خاطر کسی کو دوست رکھتے ہیں اور اللہ

تعالیٰ کی خاطر ہی کسی سے دشمنی رکھتے ہیں۔ احیاء العلوم کے حوالے سے علامہ سید نصرت" نے یہ روایت لکھی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ کے لئے محبت اور اللہ ہی کے لئے بغض رکھنا ایمان کی سب سے زیادہ مضبوط رسی ہے پس آدمی کو واجب ہے کہ اللہ سے بغض رکھنے والے اس کے دشمن ہیں جس طرح اللہ سے محبت رکھنے والے اسکے دوست اور بھائی ہوتے ہیں۔

احیاء العلوم (مصنفہ امام غزالیؒ) ہی میں ایک روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا کہ وہ کس کی صحبت اختیار کریں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جواب میں فرمایا ان لوگوں کے ساتھ رہو جن کے دیکھنے سے اللہ یاد آ جائے اور جن کے کلام سے تمہارے علم میں زیادتی ہو اور جن کے عمل سے تمہیں آخرت کی ترغیب ہو۔

قوم مہدویہ میں صادقین سے مراد مرشدین کامل ہیں جن کی صحبت قوم کے فقراء اور کاسبین ہر دو طبقات پر فرض ہے مولوی نور الدین عربی نے مرشد کامل کے سلسلہ میں مختلف بزرگوں کے اقوال اپنی کتاب تصدیق و عمل میں پیش کیے ہیں جن میں سے بعض اقتباسات یہاں پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ صادق وہ ہے جو فقیر (تارک الدنیا) ہو مہاجر ہو گھر سے نکال دیا گیا ہو مال سے بے دخل ہو گیا ہو۔ اللہ کے فضل (بینائی) کا طالب ہو اس کی رضامندی چاہے۔ اللہ اور اسکے رسول کا مددگار ہو • قرآن۔ سورۂ حشر)

۲۔ حضرت بندگی میاں رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں صادق وہ ہے جس کا قول و فعل و حال ایک ہو یعنی جو کہتا ہو وہ کرتا ہو اور جو کرتا ہو ویسی ہی اسکی باطنی حالت ہو (انصاف نامہ)

۳۔ حضرت بندگی میاں شاہ قاسم مجتہد گروہ" نے خلافت و سجادگی کے لئے کلام اللہ کی اطاعت بزرگوں کی پیروی صادقوں کی صحبت فرائض شرعی و طریقتی کی پابندی حرام و حلال اور دوسرے احکام پر عمل اور عشق و محبت کے ساتھ آستانۂ رسول و مہدی پر سر ٹیکنے کو ضروری قرار دیا ہے (رسالہ صحبت صادقان)

۴۔ حضرت بندگی میاں سید فضل اللہ" کہتے ہیں کہ مرشد صادق وہ ہے جو خدا کو دیکھتا ہو یا

پھر طالب صادق ہو سچ بولنے والا عدل کرنے والا اپنے مرشد سے رضائے مرشدی حاصل کیا ہوا ہو۔ علم معرفت کا عالم فقیروں کے ساتھ دلجوئی کرنے والا۔ دیانت و انصاف جس کا شعار اخلاق رسول کریم پر عامل حسن اخلاق میں کامل ہو (سنت الصالحین)

دوسرے بزرگوں کی کتابوں کے اقتباسات بھی کم و بیش انھیں باتوں کی وضاحت کرتے ہیں۔

صحبت صادقین کی فرضیت کا ایک لازمی نتیجہ بیعت ہے قوم مہدویہ میں ہر شخص کے لئے اپنے پیر کے ہاتھ پر تربیت ہونا یعنی حضرت رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور حضرت مہدی وعود علیہ السلام کی مہدیت کا اقرار کرنا ضروری ہے۔ یہ عمل ماں باپ اپنے بچوں کو چھوٹی عمر ہی میں کروا دیتے ہیں۔ جو لوگ اپنے بچپن میں سلسلۂ تربیت سے وابسطہ نہ رہے ہوں انکے لئے ضروری ہے کہ جلد از جلد اسکی تکمیل کر لیں۔ اس لئے کہ جیسے بغیر اقرار کلمۂ طیب کے کسی کو مسلمان نہیں سمجھا جا سکتا اسی طرح بغیر تربیت کے کوئی مہدوی صحیح معنوں میں مہدوی نہیں ہو سکتا۔ سلسلۂ تربیت سے منسلک رہنا اور اپنے پیر کامل (صادق) کی اتباع کرنا تو ضروری ہے ہی لیکن اس کے بعد اپنی زندگی میں کبھی نہ کبھی اپنے مرشد کے ہاتھ پر ترک دنیا کر دینا بھی مہدویہ تعلیمات کا ایک اہم حصہ ہے کیونکہ حضور مہدی علیہ السلام نے فرمایا ہے ورائے ترك دنيا ایمان نست یعنی ترک دنیا کے بغیر کوئی شخص مومن نہیں بن سکتا۔ صحبت صادقین کا اصل مدعا تو اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب کوئی شخص مرشد کے ہاتھ پر تارک ہو کر اسکی صحبت میں رہ کر اس منزل پر گامزن ہو جائے اور اس راستے کو آسان بنائے جس سے اس میں طلب دیدار خدا پیدا ہو اور خوش قسمت ہو تو دیدار سے مشرف بھی ہو جائے۔ انسان کی طلب کی اعلیٰ ترین معراج یہی ہے۔

☆☆☆

توکل علی اللہ فرض ہے

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں ارشاد فرمایا ہے

انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ و جلت قلوبھم و اذا تلیت علیھم ایاتہ ذادتھم ایمانا و علیٰ ربھم یتوکلون. ان الذین یقیمون الصلواۃ و مما رزقناھم ینفقون . اولئیک ھم المومنون حقا . لھم درجات عندربھم و مغفرۃ و رزق کریم (انفال۔۲۔۳۔۴)

ترجمہ:۔"بے شک ایمان والے وہی لوگ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو اُن کے قلوب ڈر جاتے ہیں اور جب اُن پر اللہ کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ آیات ان مومنوں کا ایمان بڑھادیتی ہیں اور وہ مومنین اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ وہ لوگ نماز قائم رکھتے ہیں اور ہم جو کچھ رزق ان کو عطا کریں خرچ کرتے ہیں۔ یہی سب سچے مومنین ہیں جن کے لئے ان کے رب کے پاس مرتبے ہیں بخشش ہے اور رزق کریم ہے"

اس آیت شریفہ میں مومنین کی جو صفات بتائی گئی ہیں ان میں اللہ پر توکل کرنے کا ذکر بھی کیا گیا ہے اس لئے اللہ پر توکل کرنا ایمان کی نشانی ہے۔ ایمان کے مدارج ہوتے ہیں ایسے ہی توکل کے مدارج بھی ہیں اور جیسے جیسے ایمان کے مدارج میں ترقی ہوتی جائے گی ویسے توکل اور نورِ یقین میں اضافہ ہوگا۔

قرآن حکیم میں اور بہت سی آیات ہیں جن سے توکل کی اہمیت اور تاکید کا علم ہوتا ہے مثلاً (۱) فاذا عزمت فتوکل علی اللہ . ان اللہ یحب المتوکلین (آل عمران۔رکوع ۱۷)

ترجمہ:۔ جب تو عزم کرے تو اللہ پر توکل کر کیونکہ اللہ متوکلوں کو پسند کرتا ہے

(۲) وعلی اللہ فتوکلوا ان کنتم مومنین (مائدہ۔رکوع ۴)

ترجمہ:۔ اگر تم مومن (حقیقی) ہو تو اللہ (ہی) پر توکل کرو

اس آیت میں مومن کے لئے توکل کو لازمی بتایا گیا ہے۔ صاحب تاویلات نجمیہ نے توکل کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے

(۱) مبتدی کا توکل یہ ہے کہ وہ اسباب سے قطع نظر کرے

(۲) متوسط کا توکل یہ ہے کہ وہ اسباب ہی کو قطع کرے

(۳) منتہی کا توکل یہ ہے کہ ماسوی اللہ سے ٹوٹ کر اللہ سے جڑ جائے۔ (بحوالہ توکل علی اللہ مولفہ حضرت ابوالہادی سید محمود صاحب)

حضرت سید نصرت صاحبؒ نے لکھا ہے:

توکل کا انتہائی مرتبہ یہ ہے کہ متوکل اپنے تمام ذاتی کاروبار کو خدائے تعالیٰ پر سونپ دے اور اسکی رضا پر ایسا راضی رہے کہ اسکو اپنے مالک کی مشیت کے مقابل کوئی اختیار باقی نہ رہے چنانچہ حضرت مہدی علیہ السلام نے اسی مقام کی طرف اشارہ فرمایا ہے "بے اختیار شو اختیار شوم است" (کحل الجواہر اول صفحہ ۱۶۲)

اللہ تعالیٰ سورہ مزمل میں حضرت رسول اللہ ﷺ کو اللہ پر توکل کرنے کی اس طرح تعلیم دیتا ہے۔

رب المشرق و المغرب لاالہ الاالله فاتخذہ وکیلا

یعنی اللہ مشرق و مغرب کا مالک وحدہ لاشریک ہے اس لئے اسی کو اپنا وکیل بناؤ (یعنی اسی پر توکل کرو)

اس آیت شریفہ میں سب سے پہلے اپنا بلاشرکت غیرے مشرق و مغرب کا مالک ہونے کا ذکر فرمایا ہے پھر یہ حکم دیا ہے کہ اسی پر توکل کرو اسکی مزید تشریح کرتے ہوئے علامہ سید نصرت رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ اس طرح مضمون کو آگے بڑھایا ہے۔ (الفاظ میرے ہیں)

اللہ تعالیٰ نے مشرق کو دنیاوی تعلقات کے شروع ہونے اور مغرب کو ان تعلقات کے

منقطع ہونے کے لئے بتایا ہے جیسے ہی آفتاب مشرق سے نکلتا ہے انسان اپنے کاروبار میں معروف ہو جاتے اور ایک دوسرے سے ملتے رہتے ہیں۔ جیسے ہی آفتاب کی روشنی مغرب میں زرد پڑنے لگتی ہے تو لوگ اپنے کاروبار ختم کر کے گھروں کو واپس لوٹتے ہیں۔ پھر رات میں کھانا کھانے کے بعد بیوی بچوں سے تک تعلقات منقطع ہو جاتے ہیں۔ بلکہ روح کا ظاہری تعلق جو بدن سے ہے وہ بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ ایسے میں جب کہ انسان کے اعضاء و جوارح معطل و بے کار ہو جاتے ہیں اور انسان بے بس پڑا ہوتا ہے اللہ ہی اسکی حفاظت کرتا اور اس کو زندہ رکھتا ہے۔ ہر روز انسان پر ایسی بے بسی کا عالم طاری ہوتا ہے۔ اے محمد (ﷺ) آپ ہر وقت اپنے آپ کو اسی طرح بے اختیار سمجھو اور خدا ہی پر توکل اور بھروسہ کر کے اپنے تمام کام اسی پر چھوڑ دو۔ (دیکھو کحل الجواہر جلد اول صفحہ ۱۲۶، ۱۶۳)

رسول اللہ ﷺ کے اعمال و اقوال سے بھی توکل کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ اللہ پر پورا پورا توکل فرماتے تھے۔ جو غلہ یا سامان آپ کے پاس للہ آتا تھا آپ اسکو فوراً مسلمانوں میں تقسیم فرما دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اتنا سامان آیا کہ اسکی تقسیم میں شام ہو گئی اور پھر بھی مال بچ رہا آپ نے اس روز رات مسجد ہی میں قیام فرمایا۔ صبح جب پورا مال تقسیم ہوا تو جب کہیں گھر تشریف لے گئے۔ آپ نے ایک مرتبہ اپنے ایک صحابی سے فرمایا اگر احد کے پہاڑ کے اتنا سونا بھی میرے پاس آ جائے تو میں سب تقسیم کر دوں سوائے اس دینار کے جس سے میں اپنا قرض ادا کروں۔ آپ اکثر صحابہ کو نصیحت کیا کرتے کہ اللہ کی راہ میں بغیر حساب کتاب کے اپنا مال خرچ کر دیں تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے بدلے میں خوب تمہیں دے گا۔ اگر حساب کر کے گن کر خرچ کرو تو اللہ تعالیٰ بھی تم کو حساب کے ساتھ دے گا۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے فرمایا نبی کریم ﷺ نے میرے سامنے امتیں پیش کی گئیں۔ ایک نبی کے ساتھ ایک ہی آدمی گزر رہا تھا۔ ایک نبی کے ساتھ دس آدمی گزر رہے تھے اور ایک نبی کے ساتھ پانچ۔ ایک نبی تو صرف اکیلے گزر رہے تھے پھر میں نے ایک بڑی جماعت

دیکھی میں نے جبرئیل سے پوچھا کیا یہ میری امت ہے۔ کہا نہیں آپ ذرا افق کو دیکھئے۔ میں نے وہاں ایک بڑی جماعت دیکھی۔ جبرئیل نے کہا یہ آپ کی امت ہے اور ان میں ستر ہزار ایسے لوگ ہیں جو حساب سے مبرا اور عذاب سے بری ہیں میں نے کہا یہ کس لئے۔ جبرئیل نے فرمایا یہ لوگ نہ تو داغ لگواتے ہیں نہ تو منتر کرتے ہیں اور نہ ہی بد فالی پر شگون لیتے ہیں اور یہی لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ یہ سن کر عکاشہ بن محصن اٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے ان میں شامل فرما دے تو رسول اللہ ﷺ نے اللہ سے دعاء کی یا اللہ تو عکاشہ کو ان میں شامل فرما دے۔ بحوالہ توکل علی اللہ مولفہ حضرت ابوالہادی سید محمود صاحب کامل التفسیر)

حضرت سید محمود صاحب لکھتے ہیں کہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ متوکلین علی اللہ بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہونگے اور عذاب الٰہی سے بچ جائیں گے۔

ایک اور روایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اگر تم لوگ اللہ کی ذات پر توکل ایسا کرو جیسا کہ اس کا حق ہے تو تم کو اللہ ایسے رزق دیگا جیسا کہ پرندوں کو دیتا ہے کہ وہ صبح کو بھوکے جاتے ہیں اور شام کو شکم سیر لوٹتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے لئے کل کے لئے کچھ اٹھا نہ رکھا اور متوکلانہ زندگی بسر کرتے تھے یہی وجہ تھی کہ بوقت وصال حضور کے پاس کچھ نہیں تھا۔ ام المومنین حضرت عایشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ بوقت وصال حضرت رسول اللہ نے نہ دینار چھوڑا نہ درہم نہ اونٹ نہ بکری۔ آپ نے ان کپڑوں میں وفات پائی جن میں پیوند لگے ہوئے تھے۔

صحابہ رسول ﷺ بھی توکل علی اللہ میں اپنا خاص مقام رکھتے تھے۔ جو صحابہ دولت مند تھے وہ بے دریغ دولت مسلمانوں پر خرچ کرتے تھے ان کو مفلس ہو جانے کا خوف نہ تھا۔ جو صحابہ جہاد میں شریک ہوتے اللہ پر توکل کر کے سر دھڑ کی بازی لگا دیتے تھے۔ بہر حال ہر صحابی کی نظر اپنی طاقت یا مال پر نہیں رہتی تھی۔ وہ اللہ پر توکل کرتے تھے۔ غزوۂ تبوک کے وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اپنا پورا مال رسول اللہ ﷺ کے آگے رکھ دینے اور پوچھنے پر یہ کہنے

کہ گھر کے لئے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ آیا ہوں کا واقعہ ہم سب کو یاد ہے بالکل ایسا ہی واقعہ حضرت صدیق ولایت رضی اللہ عنہ کا نقلیات بندگی میاں سید عالم رحمۃ اللہ علیہ میں لکھا ہے (حوالہ توکل علی اللہ حضرت سید محمود صاحب قبلہ) کہ حضرت بندگی میاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ ایک کمبل اوڑھ کر گھر کا سارا سامان راہ خدا میں فقرائے دائرہ میں تقسیم کر دیا۔

توکل کی تعلیم حضرت مہدی علیہ السلام کے زمانہ میں ایک بہت اونچا مقام حاصل کر گئی ہے۔ عام طور پر توکل کو اسباب معیشت یعنی حصول روٹی کی حد تک محدود سمجھا جاتا ہے لیکن توکل کی منزل اس سے بہت آگے ہے۔ اسکا بیان حضرت مہدی علیہ السلام نے جو بتایا ہے اسکا ذکر ہم کچھ بعد میں کریں گے۔ اس وقت یہ دیکھتے ہیں کہ حصول رزق کے سلسلہ میں توکل کا کیا مطلب ہے۔ رزق کے حصول کے تین درجے بتائے گئے ہیں۔ (۱) حرام (۲) حلال (۳) حلال طیب۔ حرام کا مطلب ہے کہ ناجائز طریقوں سے رزق حاصل کیا جارہا ہے یہ گناہ ہے اسکے لئے اللہ کی طرف سے عذاب کی وعید سنائی گئی ہے حلال وہ ہے جو مذہبی اعتبار سے جائز طریقوں سے حاصل کیا جائے مذہب میں اسکے حصول کی اجازت ہے لیکن آخرت میں جو کچھ حلال طریقوں سے کمایا گیا ہے اسکا حساب ہوگا۔ حلال طیب یہ ہے کہ بغیر کسی خیال و تصور کے بے شان و گمان کوئی چیز پہنچ جائے یہ بڑا پاک رزق ہے اور اس کے سلسلہ میں آخرت میں کوئی حساب نہ ہوگا۔

حضرت مہدی علیہ السلام سے نقلیات حضرت بندگی میاں عبدالرشیدؒ میں ایک روایت اسی کو واضح کرتی ہیں۔ روایت کا ترجمہ پیش ہے:

''حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا کہ بندے کے اختیار و کوشش سے شرع کے موافق جو کچھ حاصل ہوتا ہے وہ حلال ہے اور حلال طیب نہیں ہے۔ حلال طیب تو وہ ہے جو بے اختیار پہنچ جائے۔ اور حلال پر محاسبہ ہے اور حلالِ طیب پر محاسبہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے'' جب کبھی زکریاؑ مریمؑ کی کوٹھری میں داخل ہوتے وہاں رزق موجود پاتے۔ انھوں نے کہا اے مریم یہ رزق تمہارے لئے کس طرح پہنچتا ہے۔ مریم نے جواب دیا یہ اللہ کے پاس سے آتا ہے۔ بے شک اللہ جس کو چاہتا

ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے'' (جز ۳ رکوع ۱۲) حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو چیز حلال ہو اسکا حساب ہوگا اور جو حرام ہو اس پر عذاب ہوگا اور جو طیب ہو وہ بے حساب ہے''۔

حضرت مہدی علیہ السلام نے اپنے صحابہ کو توکل کے اعلیٰ ترین مدارج پر رہنے کی تعلیم دی چنانچہ صحابہ مہدیؑ جس توکل پر قائم تھے اس کا اندازہ ایک اور نقل سے ہوسکتا ہے۔ شیخ صدر الدین سندھی نے آدھی رات کو فقراء دائرہ کے حجروں میں ہاتھ بڑھا کر اس طرح روٹیاں رکھ دیں کہ دینے والا معلوم نہ ہو۔ یہ عمل دو رات ہوتا رہا۔ صحابہ نے حضرت مہدی علیہ السلام کے سامنے یہ واقعہ بیان کر کے اپنی ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ حضور مہدی علیہ السلام نے بھی اس کو سخت ناپسند کیا اور فرمایا کہ طالبان خدا کو اس طرح ایذا نہ دو۔

اس نقل شریف پر حضرت پیر و مرشد ابو سعید سید محمود مرشد میاں صاحب نے توضیحات میں اسطرح تبصرہ فرمایا ہے:

''فقر و فاقہ کے باوجود اس خفیہ امداد کا ضمیر پر شاق گزرنا اور زاری کی حالت میں شکایت کرنا اس بات کی ہی دلیل ہے کہ غیر اللہ پر نظر نہ رکھنا حلال طیب کی جو شرط ہے اس کی حفاظت کی طاقت بدرجۂ اتم ان میں موجود تھی (توضیحات نقلیات حضرت بندگی میاں عبدالرشیدؒ مولفہ حضرت ابو سعید سید محمود صاحبؒ)

توکل اور سوال دریا کے دو کنارے ہیں جو ایک دوسرے سے کبھی نہیں ملتے۔ رسول اللہ ﷺ نے سوال کو ناپسند فرمایا ہے۔ حضور مہدی علیہ السلام کی تعلیم میں بھی سوال کی بڑی مذمت کی گئی ہے۔ ایک مرتبہ ایک صحابی نے حضرت مہدی علیہ السلام سے دریافت فرمایا حضور اگر ایک شخص فاقہ میں مبتلا ہے لیکن فاقہ برداشت کرنے کی طاقت نہیں تو کیا کرے دو مرتبہ سوال کیا گیا اور دونوں مرتبہ آپ نے فرمایا ''مرجائے'' جب تیسری مرتبہ پھر وہی سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا ''مرجائے'' ایک اور روایت ہے کہ فرمایا حضور مہدی علیہ السلام نے کہ متوکل اضطرار کی کیفیت میں ہو جائے تو مردار کھائے لیکن سوال نہ کرے (توضیحات نقلیات بندگی میاں عبدالرشید)

حضرت پیر و مرشد ابو سعید سید محمود مرشد میاں صاحب نے توضیحات میں حضرت مہدی علیہ السلام کی نقلیات سے حسب ذیل خصوصیات کا جو توکل سے متعلق ہیں ذکر فرمایا ہے۔

(۱) ایک ہی شخص کی بار بار لائی ہوئی فتوح پر یقین کا حکم لگایا گیا اور لینے سے انکار کیا گیا

(۲) دائرہ میں بھیجی جانے والی فتوح میں بعض فقراء کی تعداد مخصوص کردی گئی تو اس کو قبول نہ کیا گیا۔

(۳) اہل دائرہ سے اگر کوئی شخص کسی دولت مند کے گھر جائے اور اس کے ذریعہ دائرے کو کچھ بھیجا جائے تو اس پر فتوح کا حکم عائد نہیں کیا گیا اور اسکو قبول نہ کرنے کی ہدایت کی گئی۔

(۴) اگر کوئی صرف رشتہ اور قرابت کیوجہ کچھ دیتا اور اس میں للّٰہی غرض شامل نہ ہوتی تو قبول نہ کیا جاتا۔

(۵) کسی مہدوی تاجر سے اس خیال سے کچھ خریدنا کہ وہ رعایت کرے گا ممنوع قرار دیا گیا

(۶) فتوح کا انتظار مانع توکل قرار دیا گیا۔

(۷) جو اللہ دے اسکو جمع نہ رکھنے اور خرچ کردینے کی کوشش کو بہتر سمجھا گیا۔

یہ توکل کے وہ اعلیٰ مقامات تھے جن پر حضرت مہدی علیہ السلام اور اپ کے صحابہ فائز تھے۔ ویسے توکل کے سلسلہ میں رخصت کی حد میں رہنے والے احکام بھی موجود ہیں لیکن یہ ان لوگوں کے لئے ہیں جو عالیت کے مقام پر اپنے اپ کو باقی نہ رکھ سکیں۔ جیسے ایک روایت میں حضور مہدی علیہ السلام نے فرمایا اگر کوئی فقیر توکل نہ کر سکے اور ہلاک ہونے کی نوبت آجائے تو وہ جائے اور ایک دو چیتل کسب کر کے کھائے۔ اسی طرح حضور مہدیؑ کی ایک اور نقل میں بتایا گیا ہے فرمایا حضور مہدی علیہ السلام نے کے اگر تنگی کے وقت دائرہ میں کوئی فتوح آئے تو اس سے اہل دائرہ دو تین وقت کا خرچ چلائیں۔

حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے عالیت و رخصت دونوں کے احکام سے اپنے متبعین کو واقف فرمایا ہے لیکن عالیت کے احکام ہمیشہ رخصت کے احکام پر حاوی رہیں گے چنانچہ

انصاف نامہ میں نقل ہے:

بعض لوگوں نے حضرت مہدی علیہ السلام سے عرض کیا رخصت بھی دین میں داخل ہے آپ نے فرمایا دین تو عزیمت (عالیت) ہی ہے جس پر عمل کی کوشش کرنی چاہئے کیونکہ اگر کسی وقت عزیمت پر عمل سے باز رہے اور اتر آئے تو رخصت میں قدم رکھ سکے۔ اگر رخصت پر عمل کافی سمجھ لیا جائے اور رخصت سے کسی وقت اتر آئے تو دین میں ٹھکانہ کہاں باقی رہ سکے گا (انصاف نامہ۔ باب ۵)

حضرت مہدی علیہ السلام کے وصال کے بعد بھی صحابہؓ کرام کے دائروں میں توکل کا ایسا ہی عمل جاری رہا۔ چنانچہ حضرت بندگی میراں سید محمود رضی اللہ عنہ کے دور کا ایک واقعہ حضرت پیر و مرشد ابو سعید مرشد میاں رح نے تحریر کیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مہدوی دائروں کے توکل کی کیفیت دائروں سے باہر بھی مشہور تھی۔ یہ واقعہ توضیحات نقلیات بندگی میاں عبدالرشیدؒ میں یوں درج ہے

"ایک شخص فتح خاں (رئیس و عہدیدار وقت) کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ میں حضرت میاں سید محمود (فرزند حضرت مہدی علیہ السلام کے دائرے سے آیا ہوں (اور اپنے کو دائرے کا فقیر ظاہر کرنے لگا) فتح خاں نے ملازمین کو حکم دیا کہ اس کو مارو اور خود بھی مارنے کے لئے دوڑے۔ ملازمین نے عرض کیا کہ یہ دائرہ کا فقیر ہے۔ فتح خاں نے کہا دائرہ کے فقراء تو مجھے کتے کے برابر بھی شمار نہیں کرتے۔ میں چاہتا ہوں کہ پھر کوئی شخص دائرہ کے پاک لوگوں کے نام سے اس طرح جھوٹ نہ کہنے پائے۔ اس دائرہ کے فقراء میرے در پر ہرگز آنے والے نہیں (توضیحات نقلیات بندگی میاں عبدالرشیدؒ)

رزق کے لئے اللہ پر توکل کرنے کے بارے میں اتنا بیان کرنے کے بعد اب ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ رزق و مال سے آگے کا توکل کیا ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت پیر و مرشد میاں صاحبؒ نے انصاف نامہ سے یہ دو نقلیں بیان فرمائی ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

ترجمہ:۔ حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا کہ توکل وہ نہیں ہے جو رزق کے لئے کیا جائے کیونکہ رزق کے متعلق تو خدا تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ کوئی جاندار زمین و اسمان میں ایسا نہیں جس کا رزق خدا پر نہ ہو۔ یہ وعدہ خدا کا ہے اگر اس وعدہ پر تو ایمان رکھے گا تو مومن ہے ورنہ کافر (انصاف نامہ)

(۲) ترجمہ:۔ فرمایا کہ توکل تو وہ ہے کہ خدا کی ذات کے لئے خدا پر بھروسہ کرے اور رات دن اسی طلب میں رہے کہ کس وقت خدا کو پاؤں گا (انصاف نامہ۔ باب ۶)

یہی تو وہ توکل تھا جس پر عملی طور پر پابند کر کے حضرت مہدی علیہ السلام نے اپنے صحابہ کو اُس مقام پر پہنچا دیا جس پر دوسروں کا پہنچنا دشوار ہے لیکن مثال سامنے اور راستہ معین ہے جس پر چلنے کی ہر مسلمان کو کوشش کرنا چاہئے۔

سفر خراسان کے دشوار گزار مرحلہ میں جب حضرت مہدی علیہ السلام اپنے متوکل صحابہ کے ساتھ سخت ترین تکلیفیں سہتے گزر رہے تھے ایک مقام پر ایک اونچے ٹیلے پر آپ کھڑے ہو گئے اور ساتھ آنے والی جماعت پر ایک نظر ڈالی جس میں عورتیں بچے، ضعیف مریض سب ہی شامل تھے۔ آپ پر ایک کیفیت طاری ہو گئی اور اللہ تعالیٰ کے حضور آپ نے درخواست کی۔

''اے اللہ تو حاضر و ناظر ہے۔ علیم و خبیر ہے۔ بندہ کے اور ان لوگوں کے حال سے بخوبی آگاہ ہے کہ اس بندے نے ان لوگوں کی کوئی محبوب چیز اپنے قبضہ میں نہیں رکھ لی ہے اور نہ ان کو زر و دولت دلانے کا وعدہ کیا ہے کہ جس کی وجہ یہ لوگ اس قدر مشقت پر مجبور ہوئے ہیں۔ اگر ان کا مجھ پر کوئی حق ہے تو یہ کہ میں ان کو تیرے عشق و محبت اور تیری معرفت کا راستہ دکھا سکتا ہوں۔ اُسی وقت فرمان ایزدی ہوا کہ اے سید محمد میں نے اس جماعت کے سب چھوٹے بڑوں کے گناہ بخش دیئے ہیں تو ان کو ایمان کی بشارت دے'' (نقلیات۔ توضیحات)

سبحان اللہ العلی العظیم

☆☆☆

سب کے ہو جاؤ تو پھر اس کے بنو گے کیسے

(عزلت)

بہت عرصہ پہلے جب میں لڑکپن کی منزلوں سے گزر رہا تھا سجاد حیدر یلدرم کا ایک مضمون زیر مطالعہ تھا۔ عنوان تھا ''مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ'' عنوان دیکھ کر کچھ عجیب سا لگا تھا کہ مضمون نگار صاحب دوستوں سے پناہ مانگتے ہیں۔ لیکن مضمون پڑھ کر ایسا محسوس ہوا جیسے اس مضمون کا اس سے بہتر اور کوئی عنوان نہیں ہو سکتا تھا۔ سجاد حیدر یلدرم نے بتایا تھا کہ کس طرح ان کے دوست انکا وقت خراب کرتے اور انہیں کوئی لائق تحسین کام کرنے سے روکتے رہے ہیں۔ اس لئے مضمون نگار کی خواہش بالکل واجبی اور فطری تھی۔

اگر ہم اپنی زندگی پر غور کریں تو ایسی بیسوں مثالیں ملیں گی جن میں انسان غیر ضروری مصروفیات کے سبب جو اس نے خود اختیار کر لی ہیں یا جن کو دوسروں نے اس پر لاد دیا ہے اپنا اصل مقصد حاصل نہیں کر پاتا۔ اس کے لئے ایسی تمام مصروفیات سے خود کو الگ کر لینا پڑتا ہے۔ حسب ذیل چند مثالوں پر غور کیجئے۔

(۱) آپ کو کسی ضروری کام پر باہر جانا ہے عین اس وقت آپ کے کوئی دوست آ جاتے ہیں اپ مروّت میں ان کے ساتھ بات کرنے بیٹھ جاتے ہیں اور جس کام کے کرنے کے لئے آپ باہر جانا چاہ رہے تھے وہ پورا نہیں ہو پاتا۔

(۲) آپ امتحان کی تیاری میں مصروف ہیں ایسے میں آپ کے کوئی بزرگ کسی کام سے باہر بھیج دیتے ہیں آپ کی تیاری متاثر ہو جاتی ہے۔

(۳) آپ کوئی تحقیق اور ریسرچ کا کام کرنا چاہتے ہیں تو اپنے آپ کو اس کے لئے وقف کر دینا پڑے گا۔ آپ کے دوسرے معمولات میں بھی فرق آ جائے گا اور آپ ہمہ تن اپنی تحقیق

کے کام میں مصروف ہو جائیں گے۔

اوپر کی تین مثالوں سے واضح ہوگیا کہ آپ کو اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے یکسوئی کی ضرورت ہوتی ہے اپنے مقصد اور نصب العین کی طرف پوری طرح متوجہ ہونا پڑتا ہے اور اپنے آپ کو دوسری مصروفیتوں سے الگ کر لینا پڑتا ہے۔

جس طرح دنیاوی کاروبار میں یکسوئی اور دوسری مصروفیتوں سے قطع تعلق ضروری ہو جاتا ہے ویسے ہی دینی معاملات میں بھی اسکی ضرورت پڑتی ہے آپ نماز پڑھتے ہیں تو دوسرے سارے کام چھوڑنے پڑتے ہیں۔ آپ دوسروں سے بات چیت بھی نہیں کر سکتے۔ آپ کی تمام تر توجہ اللہ تعالٰی کی طرف ہو جاتی ہے جب ہی نماز صحیح معنی میں نماز ہو سکتی ہے

اس یکسوئی اور دوسری چیزوں سے انقطاع تعلق کو مذہبی اصطلاح میں عزلت کہا جاتا ہے اور اسکی اہمیت اور ضرورت سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔

حضور مہدیٔ موعود علیہ السلام کی تعلیمات عشق و محبت الٰہی کی اہمیت بتاتی ہے آپ نے فرمایا ہے کہ ایک انسان کو صحیح معنی میں مسلمان اور مومن بننے کے لئے حصول دیدار خدا کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اگر کوئی شخص سر کی آنکھوں سے یا دل کی آنکھ سے یا خواب میں اللہ کا دیدار نہ کر سکے تو اسکے لیئے کم از کم دیدار خدا کی طلب اپنے دل میں پیدا کرنا اور اسکی صحیح معنی میں پرورش کرنا ضروری ہے۔ اگر وہ اللہ کی رویت سے بھی محروم رہے اور طلب بھی نہ رکھے تو وہ مومن باقی نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ قرآن مجید میں اس آیت شریفہ کی تلاوت فرمائیے۔

ان الذین لا یر جون لقاء نا رضو ا بالحیوٰۃ الدنیا و اطمئنو ا بھا و الذین هم عن ایاتنا غافلون . او لئک ما وا هم النار بما کانو ا یکسبون (یونس)

ترجمه :۔ جولوگ ہمارے لقاء (دیدار) کی امید نہیں رکھتے اور حیات، دنیا سے خوش ہو گئے اور اسی پر مطمئن ہو گئے اور جو لوگ ہماری نشانیوں سے غافل ہیں اس سب کا ٹھکانا ان کے اعمال کی وجہ سے دوزخ ہے۔

لقاء کے معنی ہمارے پاس دیدار اور رویت کے ہیں اور حضور مہدی موعود علیہ السلام کی بعثت سے پہلے بھی اکثر علمائے اہل سنت نے لقاء سے رویت ہی مراد لی ہے۔ چنانچہ حضرت پیر و مرشد ابوسعید سید محمود مرشد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب نقلیات بندگی میاں عبدالرشیدؓ کی توضیحات میں امام فخر الدین رازی کی تفسیر میں حسب ذیل جملہ کا حوالہ دیا ہے

واصحابنا حملوا لقاء الرب علیٰ رویته

ترجمه: اور ہمارے ساتھیوں نے لقائے رب کو رویت پر محمول کیا ہے

غرض اللہ تعالٰی کا دیدار حاصل کرنا یا کم از کم اس کی طلب دل میں رکھنا مومن کے لئے ضروری ہی نہیں فرض ہے اور اسی اہم فرض کے حصول کے لئے حضور مہدی علیہ السلام کے بیان کیئے ہوئے سارے فرایض ولایت مسلمانوں اور مومنوں پر لازم ہو گئے ہیں جیسے ترک دنیا۔ صحبت صادقین عزلت عن الخلق۔ ہجرت، ذکر دوام، توکل وغیرہ۔ یعنی ایک مومن کو دیدار خدا کی طلب کے لئے متذکرہ بالا منازل سے گزرنا پڑتا ہے بغیر ان فرایض کو اختیار کیئے دیدار تو کجا صحیح طلب دیدار بھی پیدا نہیں ہو سکتی۔

اب یہ بات واضح ہو گئی کہ عزلت اور خلق سے ضروری دوری انسان کو اللہ سے قریب ہونے کے لئے ضروری ہے۔ جب بھی تو راقم الحروف نے اس مضمون کے عنوان کے لئے اپنے شعر کا ایک مصرع چنا ہے۔ اب آپ پورا شعر ملاحظہ فرمائیں

ترک کے لفظ کی سمجھا نہیں تم نے اب تک
سب کے ہو جاؤ تو پھر اس کے بنو گے کیسے

عزلت ایک اہم دینی رکن ہے۔ اکثر اولیاء اللہ اور صالحین اہل سنت نے عزلت کو اچھا سمجھا اور اس کو اختیار کیا ہے۔ چنانچہ علامہ سید نصرت رحمۃ اللہ علیہ نے کحل الجواہر میں کچھ بزرگوں کے اقوال لکھے ہیں۔ اُن میں حسب ذیل ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) امام نوویؒ شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں خلوت صالحین اور بندگانِ عارفین کا کام ہے

(۲) حضرت ابو بکر الوراق فرماتے ہیں میں عزلت وخلوت میں دنیا وآخرت کی بہتری اور لوگوں سے میل جول میں دونوں کی خرابی پاتا ہوں۔

(۳) ابن عباس رضی اللہ عنہ صحابیٔ رسول ﷺ کا قول ہے بہترین نشست گاہ تیرے لئے گھر کا اندرونی حصہ ہے جہاں نہ تو کسی کو دیکھے اور نہ کوئی تجھے دیکھے۔

(۴) حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "عزلت کی دو قسمیں ہیں ایک فرض ہے دوسری فضیلت"۔ شر اور اہلِ شر سے عزلت کرنا فرض ہے اور فضولیات سے عزلت اختیار کرنا فضیلت ہے

قرآنِ کریم کی آیات میں بھی عزلت کا ذکر ملتا ہے۔ مثال کے طور پر اس آیت کو ملاحظہ فرمائیں۔

و اذا عتزلتموھم و ما یعبدون الا اللہ فاؤوالی الکھف ینشر لکم ربکم من رحمتہ و یحیی لکم من امر کم مرفقا (جز ۱۵۔ رکوع ۱۴)

ترجمہ:۔ جب تم نے اپنی قوم کے لوگوں سے اور ان کے معبودوں سے جن کی وہ خدا کے سوا پرستش کرتے ہیں علٰحدگی اختیار کر لی ہے تو غار میں چل بیٹھو تمہارا پروردگار اپنی رحمت (کا سایہ) تم پر پھیلا دے گا اور تمہارے اس کام میں سہولت کا سامان فراہم کردے گا۔

قرآن مجید میں حضور نبی کریم ﷺ کو جو ہدایتیں دی گئی ہیں ان میں عزلت اختیار کرنے کی بھی ہدایتیں ہیں جبھی تو نبی کریم ﷺ آپ کے ذمہ مخلوق سے متعلق جو فرائض تھے (جیسے دعوت تبلیغ وتعلیم وغیرہ) انکی ادائی کے بعد راتوں میں عزلت وخلوت میں عبادات میں انتہائی خشوع و خضوع کے ساتھ مصروف ہو جاتے تھے اور ان آیات شریفہ کے حکم کی تعمیل کا اپنے آپ کو کامل نمونہ بنا لیتے تھے۔

فاذا فرغت فانصب ٥ والیٰ ربک فارغب ٥ (الم نشرح ع ۱)

ترجمہ:۔ تو آپ جب (تبلیغ کے احکام سے) فارغ ہو جایا کریں تو (دوسری

عبادات متعلق بہ ذات خاص میں) محنت کیجئے اور اپنے رب کی طرف توجہ رکھیے۔

جناب شبیر احمد عثمانی نے ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے: "خلق کو سمجھانا اور نصیحت کرنا آپ کی اعلیٰ ترین عبادت تھی لیکن اس میں فی الجملہ مخلوق کا توسط ہوتا تھا۔ مطلوب یہ ہے کہ اِدھر سے ہٹ کر بلاواسطہ بھی متوجہ ہونا چاہیے۔"

ان آیات سے یہ بات صاف ہوگئی کہ حضور نبی کریم ﷺ کے لئے بھی عبادت مخصوصہ کے لئے عزلت لازمی قرار دی گئی حالانکہ نبی ہونے کے سبب آپ کا لوگوں سے ملنا اور دین کی تبلیغ کرنا بھی احکام شریعت کی تعمیل میں عین عبادت تھا۔

عزلت کی فرضیت سے متعلق قرآن مجید کی ایک واضح آیت شریفہ یہ ہے۔ واذ کر اسم ربک و تبتل الیھہ تبتیلا (سورہ مزمل۔ رکوع ۱)

ترجمہ: اپنے پروردگار کا ذکر کرتے رہو اور سب سے ٹوٹ کر اسی کے ہو رہو

اس آیتِ شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو سب سے ٹوٹ کر اپنی طرف رجوع ہو جانے کا حکم دیا ہے۔

علمائے اہل سنت نے یہ قاعدہ بنایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو جو بھی حکم دیا ہے اس کا اتباع جمہور امت پر فرض ہے لفظ تبتل کی مزید تشریح سے خدا اور بندہ کے درمیان جو تعلق ہونا چاہئے اسکی وضاحت ہو جاتی ہے۔

لفظ "تبتل" سے متعلق علماء نے جو تشریحات کی ہیں ان میں چند یہ ہیں۔

(۱) محمد ابن جریر طبری نے تبتل الیھہ تبتیلا کی تفسیر میں لکھا ہے

"اپنی حاجتوں کے لئے بھی اور اپنی عبادات کے لئے اسی کے ہو رہو دوسری تمام غیر اللہ اشیاء سے منقطع ہو جاؤ اور اس کا شاہد یہ قول عرب ہے تبتلت ھذا الامر یعنی منقطع ہو گیا میں اس امر کی جانب یعنی اس کا ہو رہا۔ اس لئے مریم کو جو عیسیٰ کی والدہ ہیں بتول کہا گیا کیونکہ وہ سب سے منقطع ہو کر اللہ کی ہو رہی تھیں اور اس عابد کے لئے جو دنیا اور اسکے اسباب سے منقطع ہو کر

اللہ ہی کا ہو رہے تبتل استعمال کیا جاتا ہے" (مقدمہ سراج الابصار)

(۲) صاحب معالم التنزیل نے تبتل الیہ کی تفسیر میں یہ بیان کیا ہے "ابن زید نے کہا ہے کہ تبتل کے معنی دنیا و مافیہا کے ترک کرنے اور اللہ کے پاس جو ہے اس کو طلب کرنے کے ہیں" (مقدمہ سراج الابصار)

(۳) امام فخر الدین رازی نے لکھا ہے "زید بن اسلم کا قول ہے کہ دنیا اور کل مافیہا کو چھوڑ دینا اور اللہ تعالیٰ کے اجر و ثواب کے طالب ہونا تبتل ہے۔ فرا کا قول ہے کہ جب عابد ہر چیز کو چھوڑ دے اور عبادت میں بالکلیہ مصروف ہو جائے تو اس کو تبتل کہتے ہیں یعنی وہ ہر چیز چھوڑ کر خدائے تعالیٰ کی عبادت اور اس کے حکم کی تعمیل کے لئے یکسو ہو گیا ہے۔" (تفسیر کبیر)

غرض تبتل کے معنی دنیا و مافیہا کو ترک کرنے اور اپنی ہر ضرورت اور عبادت کے لئے اللہ کی طرف متوجہ اور یکسو ہونے کے ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے راتوں میں اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف بالکلیہ رجوع اور یکسو کر لیا کرتے تھے۔ بعثت سے قبل حضور کا غار حرا میں جا کر وہاں کافی وقت گزارنا عزلت کی طرف آپکی رغبت کی ایک واضح دلیل ہے۔ حضور کے دورِ مبارک میں اصحابِ صفہ اور دوسرے صحابہ کے اعمال میں عزلت عن الخلق کی واضح مثالیں ملتی ہیں۔ رمضان کے دنوں میں مسلمانوں کا مسجدوں میں اعتکاف بیٹھنا ایک ایسا عمل ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی اتباع میں بالکل ثابت ہے۔ اکثر اولیاء و صالحین کے عمل سے چلہ نشینی کا طریقہ بھی معروف ہے جس کی بنیاد وہ احادیث ہیں جو خلوت و عزلت سے متعلق وارد ہیں۔ ایک حدیث ملاحظہ کیجئے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص چالیس روز اللہ تعالیٰ کی عبادت خلوص سے کرتے تو حکمت کے چشمے اُس کے دل سے ابلنے لگیں اور اُس کی زبان سے ظاہر ہوں۔ (بحوالۂ کحل الجواہر)

گروہِ مہدویہ میں حضور مہدی علیہ السلام کے زمانۂ عالی میں اور بعد میں صحابہ تابعین تبع

تابعین کے زمانے میں بھی نیز بعد کے زمانہ میں بھی عزلت پر نہایت سختی سے عمل ہوتا تھا۔ عزلت کا تعلق ایک طرف ترکِ دنیا سے دوسری طرف ذکر دوام و طلبِ دیدارِ خدا سے بہت قریبی ہے۔ اسی لئے ترکِ علائق کر کے دائرہ عالی میں رہ کر مومنین مہدویہ ہمیشہ ذکر میں مشغول رہا کرتے تھے۔

حضرت سید قطب الدین صاحب خوندمیری نے شرح عقیدۂ شریفہ بندگی سید خوندمیر رضی اللہ عنہ میں بتایا ہے کہ عزلت خلق کے ضمنی احکام یہ ہیں۔

(۱) کوششِ حصولِ عشق (۲) خلوت (۳) غیر جنس سے پرہیز (۴) خاموشی (۵) قید قدم

بندگی میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی فرزند حضرت بندگی میاں عبدالرشید مولفِ نقلیات نے بھی اپنے مکتوبات میں تحریر فرمایا ہے کہ اِس راستے میں دو ہی چیزیں ہیں۔ خلوت اور خاموشی۔ (شرح عقیدہ)

حضرت مولانا سید نصرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے کحل الجواہر میں عزلت کی دو قسمیں بتائی ہیں (۱) عزلتِ ظاہری اور (۲) عزلتِ باطنی

عزلتِ ظاہری میں بندہ اُن لوگوں اور اُن اسباب سے علیحدہ ہو جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی طرف توجہ میں مخل ہوں۔ عزلت باطنی یہ ہے کہ انسان کا باطن ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف مائل رہتا ہے اس حد تک کہ صحبت خلق سے بھی اس کو کوئی پریشانی نہیں ہوتی۔ ایسے ہی لوگوں کے لئے قرآن حکیم میں یہ اشارہ دیا گیا ہے لا تلھیھم تجارۃ ول بیع عن ذکر اللہ (النور)

ترجمہ:۔ لوگ جن کو نہ خرید ذکر اللہ سے غفلت میں ڈالتی ہے اور نہ فروخت۔

علامہ سید نصرتؒ نے اس کی ایک اچھی مثال دی ہے کہ ایک شخص جو خشوع و خضوع اور حضورِ قلب کے ساتھ مقتدی کی حیثیت سے باجماعت نماز ادا کر رہا ہے، جو بظاہر تو سب کے ساتھ ہے لیکن اس کا دل اللہ کی طرف متوجہ ہے بلکہ گرد و پیش اور ماحول کے حالات و واقعات کی بھی اُسے خبر نہیں ہوتی۔ امام غزالی نے احیاء العلوم میں حضور نبی کریم ﷺ کی ظاہری اور باطنی عزلت کا یوں ذکر کیا ہے۔

"رسول اللہ ﷺ ابتداء میں جبل حرا میں عزلت گزیں رہتے تھے۔ جب نورِ نبوت قوی ہو گیا تو خلق اللہ تعالیٰ کا حجاب نہیں رہی۔ پس آپ بظاہر تو خلق کے ساتھ رہتے تھے لیکن آپ کا قلبِ مبارک ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ تھا" (بحوالہ کحل الجواہر)

عزلت کے فوائد انسان کی دینی و دنیوی زندگی میں بے شمار ہیں مثلاً

(۱) عبادات ریاضات مناجات میں عزلت سے خلوص و تزکیہ نفس حاصل ہوتا ہے۔

(۲) خلق کے میل جول سے جن گناہوں کے سرزد ہونے کا اندیشہ رہتا ہے اُن سے انسان عزلت میں محفوظ رہتا ہے۔ مثلاً غیبت فضول کلامی طعن تشنیع، لوگوں کی برائی جیسی معصیتوں سے انسان عزلت میں ہو تو بچ سکتا ہے۔

(۳) عزلت میں انسان ریاکارانہ عمل سے بھی محفوظ رہتا ہے۔

(۴) عزلت میں رہ کر انسان فتنہ وفساد اور شر سے بھی بچ جاتا ہے۔

صاحبِ مقدمۂ سراج الابصار نے دو کتابوں سے رسول اللہ ﷺ کی دو روایتیں نقل کی ہیں ہم انہیں پر اپنا یہ مضمون ختم کرتے ہیں۔

(۱) مال علیک بالعزلته فانها عبادة (فرمایا کہ تجھ پر عزلت لازم ہے اِس لئے کہ وہ عبادت ہے) (کنز العمال بحوالہ مقدمہ)

(۲) قال لا تدعوا حظکم من العزلة فان العزلة لکم عبادة یعنی فرمایا (نبی کریم ﷺ) نے کہ تم اپنا بہرہ عزلت نہ چھوڑو اِس لئے کہ عزلت تمہارے لئے عبادت ہے۔

(العقد الفرید بحوالہ مقدمہ)

☆☆☆

اور ہم کو کام دن بھر رات بھر کچھ بھی نہیں

﴿ذکر﴾

اوپر جو مصرعہ زیرِ عنوان ہے وہ غالباً عزیز یار جنگ کا ہے۔ پورا شعر یوں ہے:

تخلیہ تیرا ہے تیرا ذکر ہے تیرا خیال — اور ہم کو کام دن بھر رات بھر کچھ بھی نہیں

شعر بہت اچھا ہے۔ اس میں جذبۂ محبت کی بھرپور عکاسی کی گئی ہے۔ محبت ایک جذبۂ لطیف ہے۔ وہ انسان کے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ ایک قلبی کیفیت ہے جو دوسروں کو نظر نہیں آتی۔ البتہ اس کا ہونا یا نہ ہونا انسان کے اعمال و افعال سے ظاہر ہوتے رہتا ہے۔ محبت کو ظاہر کرنے والے افعال میں ایک بلکہ سب سے زیادہ واضح چیز ذکر ہے جس سے محبت ہو اس کا ذکر اس کے محبّ کی زبان سے ہوتا رہتا ہے۔ وہ اس سے ذرہ برابر بھی غافل نہیں ہوتا۔ اس کا خیال اسکے دل سے کبھی نہیں نکلتا۔ کہنے کو وہ مختلف قسم کے کام کاج کرتا ہے لیکن دل برابر اپنے محبوب کی دھن میں اور تصور میں مشغول رہتا ہے۔ زبان ہمیشہ اسکے ذکر سے تر رہتی ہے قلم اس کی تعریف و توصیف میں لکھتا رہتا ہے شائد اسی جذبہ کو ظاہر کرنے کے لئے غالب نے بھی لکھا تھا:

خط لکھیں گے گرچہ مطلب کچھ نہ ہو۔ ہم تو عاشق ہیں تمہارے نام کے

بہر حال اس پوری گفتگو کا نتیجہ یہی ہے کہ محبت اور ذکر لازم و ملزوم ہیں۔ اگر کسی شخص کو کسی سے محبت ہو جائے تو اس شخص کے لئے اپنے محبوب کا ذکر کثیر لازمی امر ہے۔

ذکر کی اہمیت :- ایک مسلمان کو اپنے معبودِ حقیقی اللہ جل شانہ سے سب سے زیادہ محبت ہونی چاہیے۔ اس کا جینا اس کا مرنا اسکی نمازیں، عبادتیں سب اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتی ہیں جب اللہ کی محبت مسلمان کے دل میں ہو تو اسکو اللہ تعالیٰ کا ذکر کثیر کرنا بھی لازم و ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جا بجا اپنا ذکر کرنے کی مسلمانوں کو ہدایت کی ہے اور ذکر کرنے والوں کے لئے بشارتیں اور نہ کرنے والوں کے لئے وعیدیں بیان فرمائی ہیں۔ حضور نبی

کریم ﷺ نے اپنے عمل سے اور اپنی تعلیمات سے صحابۂ کرام کو ذکر کثیر اور ذکر دوام کی دعوت دی ہے۔ اکثر علمائے اہل سنت نے جو حضرت مہدی علیہ السلام کے قبل گزرے ہیں ذکر کی مختلف طریقوں سے اہمیت ظاہر کی ہے اور ذکر کے مستحب ضروری ہونے سے انکے واجب ہونے تک اپنے خیالات ظاہر فرمائے ہیں اور حضرت امامنا مہدی علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ذکر اللہ کو فرض فرمایا ہے۔

ذکر اللہ کے سلسلہ میں قرآنی آیات :۔ جیسے اس سے پہلے کہا گیا ہے قرآن میں اکثر مقامات پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ذکرِ کثیر کرنے کی ترغیب دی ہے۔ چنانچہ اِس سلسلہ کی چند آیات یہاں بیان کی جاتی ہیں۔

(۱) فاذکرونی اذکرکم و اشکروالی ولا تکفرون (بقرہ۔۲۰۔۲)

ترجمہ:۔ تم میرا ذکر کرو میں تمہیں یاد کروں گا اور میرا شکر کرو ناشکری نہ کرو

(۲) اتل ما اوحی الیک من الکتاب و اقم الصلواۃ ان الصلواۃ تنہیٰ عن الفحشاء والمنکر ولذکر اللہ اکبر (۲۱۔عنکبوت)

ترجمہ:۔ (اے محمد ﷺ) تمہارے طرف جو کتاب وحی کی گئی ہے اس کی تلاوت کرتے اور نماز پڑھتے رہو کچھ شک نہیں کہ نماز بے حیائی اور ناشایستہ کاموں سے روکتی ہے اور خدا کا ذکر تو بڑی عبادت ہے۔

(۳) واذکر ربک فی نفسک تضرعا وخیفتہ و دون الجہر من القول بالغدو والاصال ولا تکن من الغافلین (۹۔۱۴۔اعراف)

ترجمہ:۔ (اے محمد ﷺ) تم اپنے دل میں گڑگڑا کر اور ڈر کر زبانی آواز کے بغیر صبح و شام اپنے رب کا ذکر کرتے رہو اور اس کی یاد سے غافل نہ ہو۔

(۴) فاذا قضیت الصلواۃ فانتشروا فی الارض وابتغو امن فضل اللہ و اذکرو اللہ کثیراً بعلکم تفلحون (۲۸۔۱۲۔جمعہ)

ترجمہ:۔ جب نماز ختم ہو جائے تو منتشر ہو جاؤ اور اللہ کے فضل کی جستجو کرو اور اللہ کا ذکر

کثیر کرو تا کہ فلاح پاؤ۔

(۵) الذاکرین اللہ کثیرا والذاکرات اعداللہ لہم مغفرۃ واجراً عظیما (۲۲۔۱۲۔احزاب)

ترجمہ:۔ اللہ کا ذکر کثیر کرنے والے مردوں اور عورتوں کے لئے اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم مہیا رکھا ہے۔

(۶) ان فی خلق السمٰوٰت والارض و اختلاف اللیل والنہار لایات لاولی الالباب الذین یذکرون اللہ قیاما و قعود او علیٰ جنوبہم (۴۔۱۱۔آل عمران)

ترجمہ:۔ بے شک آسمان اور زمین کے پیدا کرنے اور دن رات کے بدلنے میں ان عقلمندوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں جو کھڑے بیٹھے اور لیٹے اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔

(۷) و اذا قضیتم الصلواۃ فاذکرو اللہ قیاما و قعودا و علیٰ جنوبکم فاذا اطمانتنم فاقیموالصلوٰۃ کانت علی المومنین کتابا موقوتا (۵۔۱۴۔نساء)

ترجمہ:۔ جب تم نماز پوری کر چکو تو پھر کھڑے بیٹھے اور لیٹے ہوئے اللہ کا ذکر کرتے رہو پھر جب (دشمن سے) مطمئن ہو جاؤ تو پھر نماز پڑھو کیونکہ نماز مومنین پر موقتاً فرض ہے۔

(۸) ومن یعرض عن ذکر ربہ یسلکہ عذابا صعدا (۲۹۔۱۷۔جن)

ترجمہ: جو شخص اپنے پروردگار کے ذکر سے روگردانی کرے وہ اس کو عذاب سخت میں داخل کرے گا۔

(۹) فویل للقاسیۃ قلوبہم من ذکر اللہ اولئک فی ضلال مبین (۲۳۔۱۷۔زمر)

ترجمہ:۔ بدبختی ہے اُن لوگوں کے لئے جن کے دل ذکر خدا سے غفلت کی وجہ سے سخت ہو گئے ہیں۔ یہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

(۱۰) ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا و نحشرہ یوم القیامۃ (۱۶۔۶۔طٰہٰ)

ترجمہ:۔ جو شخص میرے ذکر سے روگردانی کرتا ہے تو اسکی زندگی تنگی میں گزرے گی اور ہم اسکو قیامت کے روز اندھا اٹھائیں گے۔

(۱۱) یا ایھا الذین آمنو الاتلھکم اموالکم ولا اولادکم من ذکر اللہ ومن یفعل ذالک فاو لئک ھم الخسرون (۲۸۔۱۴ منافقون)

ترجمہ:۔ اے لوگوں جو ایمان لائے ہو تم کو تمہارا مال اور تمہاری اولاد خدا کے ذکر سے غافل نہ کردے۔ جو ایسا کریں گے تو وہی لوگ گھاٹے میں ہیں۔

(۱۲) ومن یعش عن ذکر الرحمٰن نقیض لہ شیطانا فھو لہ قرین (۲۵۔۱۰ زخرف)

ترجمہ:۔ جو شخص اللہ کے ذکر سے غافل ہوتا ہے تو ہم اس پر شیطان کو متعین کردیتے ہیں جو اسکے ساتھ ساتھ رہتا ہے۔

ان آیات شریفہ سے ہر شخص معلوم کرسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بندے کی طرف سے اسکا ذکر کرتے رہنا کتنا عزیز ہے اور جو لوگ ذکر نہیں کرتے ان کے لئے کیا کیا وعیدیں بیان کی گئی ہیں مختلف احادیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ ذکر اللہ مسلمانوں کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے اور وہ بندے کے تمام اعمال میں نہایت اعلیٰ اور افضل ہے۔ یہاں پر علامہ سید نصرتؒ کی کتاب کحل الجواہر سے چند احادیث نقل کی جاتی ہیں ان کو علامہ موصوف نے مختلف احادیث کی کتب سے لے کر پیش فرمایا ہے یہاں احادیث کا صرف ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

(۱) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہارے بہترین عمل کی تمہیں خبر نہ دوں جو تمہارے مالک کے نزدیک زیادہ پاک اور تمہارے درجات میں سب سے بلند اور سونا چاندی عطا کرنے سے زیادہ بہتر اور اس سے بہتر کہ تم اپنے دشمن سے مقابل ہو کر انھیں قتل کرو اور وہ تمہیں قتل کریں لوگوں نے کہا وہ کونسا عمل ہے فرمایا ذکر دوام (ہمیشہ اللہ کا ذکر کرتے رہیں) (تفسیر معالم التنزیل)

(۲) قیامت کے دن سب بندوں میں درجات کے لحاظ سے زیادہ افضل اللہ کا ذکر

کرنے والے ہیں (ترمذی)

(۳) ہر حالت میں اللہ کا زیادہ ذکر کرتے رہو کیونکہ اللہ کے ذکر سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کو پسند اور بندہ کے لئے دنیا اور آخرت میں عذاب سے نجات دینے والا کوئی عمل نہیں۔

(۴) نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب تک ایک جماعت کے ساتھ ذکر کرتے رہنا مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہے اور نماز عصر کے بعد سے غروب آفتاب تک ایک جماعت کے ساتھ ذکر کرتے رہنا مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہے (کنز العمال)

(۵) جو لوگ اللہ کے ذکر کے لئے بیٹھتے ہیں انھیں ملائکہ گھیر لیتے اور اللہ کی رحمت انھیں ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر سکینہ نازل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے پاس رہنے والی مخلوق میں ان کا ذکر کرتا ہے (تفسیر معالم التنزیل)

ذکر اللہ فرض ھے :اوپر بیان کی ہوئی آیات اور احادیث سے ثابت ہوجاتا ہے کہ ذکر اللہ فرض ہے اس لئے کہ ذکر کرنے والے کے لئے عظیم بشارتیں اور ذکر نہ کرنے یا اس سے جی چرانے والے کے لئے سخت وعیدیں بتائی گئی ہیں۔ ذکر کو مستحب کہنا اس لئے صحیح نہیں ہے کہ جو عمل مستحب ہوتا ہے اس کے کرنے میں ثواب ہے اور نہ کرنے میں کوئی مضایقہ نہیں ہوتا۔ علامہ سید نصرت صاحبؒ نے کحل الجواہر میں ذکر اللہ کو مستحب ونفل کہنے والوں کی تردید کرتے ہوئے بتایا ہے کہ فرض واجب سنت نفل مستحب وغیرہ اصطلاحی الفاظ ہیں اور قرآن وحدیث میں کسی عبادت کے فرض واجب مستحب نفل ہونے کی صراحت کم کی گئی ہے۔ اس کے برخلاف آئمہ مجتہدین اور علمائے امت نے خدا اور رسول کے احکام کی تاکیدات وغیرہ کو پیش نظر رکھ کر کسی عمل کو فرض کسی کو مستحب و نفل قرار دیا ہے۔ ایسی بے شمار مثالیں ملتی ہیں کہ ایک ہی عمل کسی امام مجتہد کے پاس فرض ہے تو کسی دوسرے امام کے پاس مستحب ونفل ہے۔ ایسی صورت میں ذکر اللہ کو محض مستحب سمجھ کر اس پر سب کا متفق ہوجانا ناممکن ہے خصوصا اس لئے بھی کہ ذکر اللہ کا بیان قرآن کے بیشتر مقامات پر کیا گیا ہے اور اس سے درگزر کرنے پر سخت وعید بیان کی گئی ہے۔ ان تمام دلائل سے زیادہ اہم اور مستحکم دلیل جو علامہ سید نصرتؒ نے بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ ذکر اللہ کو حضرت مہدی علیہ السلام نے بحکم خدا

فرض گردانا ہے آپ خلیفۂ معصوم ہیں اور آپ کو ہر روز اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ تعلیم ہوتی ہے۔ آپ کے مقابلہ میں کسی امام مجتہد کا قول کوئی وزن نہیں رکھ سکتا کیونکہ امام مجتہد نہ معصوم ہیں اور نہ ان کا علم قطعی اور نہ ان کا اجتہاد غلطی اور سہو سے بالکل پاک ہے

ذکر اللہ کے فرض ہونے کے دلائل پیش کرنے کے بعد ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ذکر سے متعلق دو غلط فہمیوں کا بھی ازالہ کیا جائے۔ پہلی بات یہ ہے کہ بعض لوگوں نے ذکر اللہ اور نماز میں کوئی فرق نہیں کیا ہے اور کہتے ہیں کہ نماز ذکر ہے لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نماز اور ذکر کا علحدہ علحدہ ذکر کیا ہے بلکہ ایک آیت شریفہ میں تلاوت قرآن مجید نماز اور ذکر کا تین علحدہ عبادتیں ہونا ثابت ہے۔ چنانچہ اوپر پیش کی گئی آیات میں آیت نمبر۲ اتل ما اوحی ...... الیٰ آخرہٖ میں رسول اللہ ﷺ کو تلاوت قرآن کرنے اور نماز پڑھنے کا حکم ہو رہا ہے پھر بتایا جا رہا ہے کہ اللہ کا ذکر تو بہت بڑی عبادت ہے۔ اس آیت میں نماز (جس کو سب ہی فرض سمجھتے ہیں) کے ساتھ ذکر کا بیان ہو رہا ہے اور اس کو بہت بڑی عبادت بتایا جا رہا ہے اسی طرح آیت نمبر۴ فاذا قضیت الصلواۃ ...... الی آخرہ میں نماز ادا کرنے کے بعد اللہ کا ذکر کثیر کرنے کی ہدایت ہے جس سے ثابت ہوا کہ نماز اور ذکر دو الگ الگ عبادتیں ہیں۔ اسی طرح اوپر پیش کی گئی آیت ۷ میں اذا اقضیتم الصلواۃ ...... الیٰ آخرہ نماز کے بعد ذکر کرنے اور پھر نماز پڑھنے کی ہدایت ہے اور اس میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ نماز کی ادائی اس کے وقت پر فرض ہے۔

جہاں نماز اوقات کے ساتھ فرض ہے وہاں ذکر کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں ہے بلکہ ہمیشہ ذکر کرتے رہنے کی ہدایت ہے چنانچہ اوپر بیان کی ہوئی آیت نمبر۶ تلاوت فرمائیں جس میں کھڑے بیٹھے لیٹے اللہ کا ذکر کرنے کی ہدایت کی گئی ہے حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت جو حضرت پیر و مرشد ابو سعید سید محمود مرشد میاں صاحبؒ نے نقلیات بندگی میاں عبد الرشید کی توضیحات میں پیش فرمائی ہے اس میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اگر انسان کو ان تین حالتوں کے سوائے (یعنی کھڑا رہنا بیٹھنا لیٹنا) جو آیت شریفہ میں بیان ہوئی ہیں اگر چوتھی حالت حاصل ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس حالت میں بھی ذکر کا ضرور حکم دیتا۔ اس روایت پر امام فخر الدین

رازیؒ کہتے ہیں حضرت ابن عباس کی یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر دوام کا حکم دیا ہے۔

یہی مفہوم ابوداؤد کی ایک حدیث شریف سے بھی ملتا ہے جس میں حضرت ابو ہریرہؓ نے روایت کی ہے فرمایا حضور رسول اللہ ﷺ نے کہ جو شخص کسی جگہ بیٹھے جہاں وہ اللہ کا ذکر نہ کرے تو وہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے نقصان میں ہے اور جو شخص کہیں لیٹا رہے جہاں وہ اللہ کا ذکر نہ کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نقصان میں ہے اور جو شخص کہیں چلے اور اللہ کا ذکر نہ کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نقصان میں ہے۔

معالم التنزیل میں حضرت ام المومنین عایشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت بھی درج ہے فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ اپنے تمام اوقات میں ذکر الٰہی کرتے تھے۔

غرض اس تمام بحث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ نماز اور ذکر دو علیحدہ عبادتیں ہیں اور ذکر کے لئے کوئی خاص وقت مقرر نہیں ہے بلکہ ہر وقت ذکر کرتے رہنا (ذکر دوام) فرض ہے۔

دوسری غلط فہمی جو لفظ ذکر سے بعض لوگوں کو ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ وہ لوگ ذکر کے معنی ذکر جمال الٰہی لیتے ہیں یعنی موجودات عالم جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مظہر ہیں اُن میں غور و فکر کرنا اُن کے پاس اللہ کا ذکر ہے لیکن حضرت پیر و مرشد ابو سعید سید محمود صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے نقلیات بندگی میاں عبد الرشیدؒ کی توضیحات میں ذکر کو صرف ان معنی میں محدود کر دینے کو غلط فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ قران مجید میں ذکر اسمِ الٰہی کی صاف و صریح آیت واذکر کم ربک (المزمل) یعنی تم اپنے رب کے نام کا ذکر کرو موجود ہے یہی نہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے قل ادعو اللہ او ادعو الرحمن ایاما تدعوا الاسماء الحسنیٰ (بنی اسرائیل) یعنی کہہ دو خواہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر جس نام سے چاہے پکارو اس کے نام اچھے ہیں۔

اور اس آیت شریفہ پر بھی غور کیجئے واللہ السماء الحسنیٰ فادعواھا وذروا الذین یلحدون فی اسماء (الاعراف) یعنی اللہ کے اچھے نام ہیں ان ناموں سے ان کو پکارو اور جو لوگ اُس کے ناموں میں الحاد کرتے ہیں اُن کو چھوڑ دو۔

ان آیات شریفہ سے واضح ہے کہ اللہ کے نام کا ذکر کرنے کی ہدایت کی جارہی ہے اور

یہی اصل ذکر ہے۔حضرت پیرومرشد رحمۃ اللہ علیہ نے اس بحث کے بعد اقبال کا یہ شعر تحریر فرمایا ہے۔

مقام فکر ہے پیمائش زمان و مکاں مقام ذکر ہے سبحان ربی الاعلی

کم ذکر کرنے کی وعیدیں:۔ حضرت امامنا سید محمد مہدی موعود علیہ السلام نے ذکر کی تاکید فرمائی ہے اور ہماری قومی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کبھی کوئی شخص آپ کے پاس بیعت کے لئے آتا آپ اسے تارک دنیا بننے کی تعلیم دیتے اور ذکر خفی کی تلقین فرماتے تھے۔ حضرت مہدی علیہ السلام کے فرمان ذی شان کے مطابق پانچ پہر کا ذکر کرنے والا ذکر کثیر کرنے والوں میں شامل ہے۔ چار وقت کا ذکر کرنے والوں کو آپ نے مشرک اور ذکر قلیل کرنے والوں کو آپ نے منافق فرمایا ہے۔ اس کی تائید آیات قرآن مبین سے ہوتی ہے۔ ذیل کی آیات شریفہ پڑھئے۔

(۱) ان المنافقین یخادعون اللہ وھو خادعھم واذا قاموا الی الصلوٰۃ قاموا کسالیٰ یراؤن الناس ولا یذکرون اللہ الا قلیلا (۵۔۱۸ نساء)

ترجمہ:۔ منافقین اللہ کو دھوکا دیتے ہیں حالانکہ اللہ ان کو چالبازی کی سزا دے گا اور یہ لوگ جب نماز ادا کرتے ہیں تو کسلمندی کے ساتھ لوگوں کو دکھانے کی خاطر اور اللہ کا ذکر کم کرتے ہیں۔ یہ ہوگئی منافقین کے ذکر کی کیفیت اور مشرکین کے بارے میں غور فرمائیے۔ مشرک کے معنی ہیں شرک کرنے والے یعنی اللہ کی ذات اور اس کی محبت میں دوسروں کو شریک کرنے والے۔ غیر اللہ کے ساتھ اللہ سے بڑھ کر یا اس کے برابر محبت کرنا شرک ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ قران مجید میں فرماتا ہے ومن الناس یتخذ من دون اللہ انداداً یحبونھم کحب اللہ و الذین آمنو اشد حبا للہ (البقرہ ۱۶۵)

ترجمہ:۔ ”لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے سوا دوسروں کو بھی خدا کا شریک ٹھیراتے ہیں جیسی محبت خدا سے رکھنی چاہیے ویسی ہی ان سے رکھتے ہیں اور جو ایمان والے ہیں ان کو سب سے بڑھ کر محبت اللہ تعالیٰ سے ہوتی ہے“

اس آیت شریف سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ غیر کے ساتھ خدا جیسی محبت رکھنے کو شرک کہتے ہیں اور خدا سے بہت زیادہ محبت رکھنے کو ایمان کہا گیا ہے۔ اہل تحقیق نے ہر چیز کو انداد میں شمار کیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے روکنے والی ہو۔

پس غیر اللہ میں مشغول ہونا اللہ کے ساتھ شریک کرنے میں شمار ہوگا۔ اب یہ غور کیجئے کہ دن اور رات کے آٹھ پہر میں اگر کوئی شخص چار پہر غیر اللہ میں مصروف رہتا ہے تو وہ مشرک ہی قرار پائے گا اور اس کا چار پہر کا ذکر مشرکین کے ذکر کے جیسا ہوگا۔

اسی طرح اگر کوئی شخص آٹھ پہر میں پانچ پہر کا ذکر کرے گا تو وہ ذکر کثیر کرنے والوں میں شمار ہوگا اور اس آیت کے مصداق اللہ تعالیٰ اپنے فضل و مہربانی سے اُسے اجر عظیم عطا فرمائیں گے۔ آیت یہ ہے الذکرین اللہ کثیرا واذاکرات اعداللہ لھم مغفرۃ و اجر عظیما

ترجمہ:۔ اللہ کا ذکر کثیر کرنے والے مردوں اور عورتوں کیلئے اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم مہیا کر رکھا ہے۔

ذکر سے متعلق کچھ اور باتیں: بے شمار روایات مہدی علیہ السلام سے جو انصاف نامہ نقلیات بندگی میاں عبدالرشیدؒ وغیرہ میں درج ہیں ذکر اللہ سے متعلق تاکید اور مختلف ہدایات ملتی ہیں جن میں چند کو اپنے الفاظ میں مختصراً یہاں درج کیا جا رہا ہے۔

(۱) افضل الذکر لا الہ الا اللہ کا ذکر ہر مہدوی اپنے اوپر لازم کرلے اور ہمیشہ ذکر کرتا رہے۔

حضور مہدی علیہ السلام نے فرمایا کہ لاالہ الا اللہ کے ذکر کا دل پر ایسا اثر ہونا چاہئے جیسے روئی سے بھرے ہوئے گھر میں چنگاری کرسکتی ہے۔ اللہ کے ذکر سے غیر اللہ کی محبت پوری طرح جل کر ختم ہو جاتی ہے۔

(۲) حضور مہدی علیہ السلام نے فرمایا کلمۂ لاالہ الا اللہ کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) لاالہ الا اللہ گفتنی یعنی کہنے کی حد تک (۲) لاالہ الا اللہ دانستنی یعنی جاننے کی حد تک (۳) لاالہ الا اللہ دیدنی یعنی دیکھنے کی حد تک اور (۴) لاالہ الا اللہ شدنی یعنی ہونے کی

حدتک پھر حضورؑ نے فرمایا پہلی قسم منافقوں کا ایمان ہے جبکہ دوسرے تیسرے اور چوتھے مقامات انبیاء اور اولیاء کے لئے ہیں

(۳) حضور مہدی علیہ السلام نے ذکر خفی کی تلقین فرمائی ہے جو حسب ذیل آیت شریفہ کے حکم پر مبنی ہے۔

واذکراسم ربک فی نفسک تضرعا و خیفته و دون الجهر من القول بالغدو والأصال ولا تکن من الغافلین (۹۔۱۴ ۱۱اعراف)

ترجمہ:۔(اے محمد صلعم) تم اپنے دل میں گڑگڑا کر اور ڈر کر زبانی آواز کے بغیر صبح و شام اپنے پروردگار کا ذکر کرتے رہو اور اس کی یاد سے غافل نہ رہو۔

(۴) حضرت مہدی علیہ السلام طالبان خدا کے حجروں میں تشریف لے جاتے اور ان کو خدا کی یاد میں مشغول پاتے تو خوش ہوتے ورنہ خفگی کا اظہار فرماتے دو تین آدمیوں کو مصروف گفتگو دیکھتے تو ناپسند فرماتے بلکہ انھیں مارنے کا حکم بھی دیتے تھے۔

(۵) مبتدیان طلب عشق الٰہی کے لئے حضور مہدی علیہ السلام نے قرآن پڑھنے کے مقابل ذکر میں مشغول رکھنے کو ترجیح دی ہے۔

(۶) حضورؑ نے فرمایا ایک وقت سلطان لیل ہے اور ایک وقت سلطان النہار۔ اگر کوئی شخص ان دونوں وقتوں کو ضائع نہ کرے اور ذکر میں مشغول ہو تو اس سے دن اور رات ضائع نہ ہونگے۔ حضور نے یہ بھی فرمایا ان اوقات کو ضائع کرنے والا فقیر دین نہیں ہے۔ سلطان النہار کا وقت نماز فجر کے بعد اچھی طرح آفتاب طلوع ہونے تک اور سلطان اللیل کا وقت عصر کی نماز کے بعد عشاء تک ہے

(۷) حضرت مہدی علیہ السلام نے آیت شریفہ " **الذین یذکرون الله قیاما و قعود او علیٰ جنوبهم** (پ۴ ارکوع۱)'' جو لوگ کھڑے ہوئے بیٹھے ہوئے لیٹے ہوئے اللہ کا ذکر کرتے ہیں'' کا اللہ تعالیٰ کے فرمان سے مہدویوں کے حق میں ہونا بیان فرمایا ہے۔ یہ مہدویوں کی صفت ہے۔

ذکر خفی :۔ جیسا اس سے پہلے عرض کیا گیا ہے حضرت مہدی علیہ السلام ہر اس شخص کو جو آپ سے بیعت کرنے کے لئے حاضر ہو جاتا تھا ذکر خفی کی تلقین فرماتے تھے۔ ذکر خفی پاس انفاس یعنی اپنی سانسوں کی حفاظت کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ حضرت پیر و مرشد ابو سعید سید محمود مرشد میاں صاحبؒ نے توضیحات تقلیات بندگی میاں عبدالرشیدؒ میں تحریر فرمایا ہے کہ ذکر خفی تمام اذکار الٰہی میں افضل ترین ہے اس لئے قوم مہدویہ میں شروع ہی سے دوسرے اوراد و وظائف کا عمل نہیں رہا ہے اور ذکر خفی کے ہوتے ہوئے اس کی ضرورت بھی نہیں تھی۔

حضرت پیر و مرشد قبلہؒ نے حضرت بندگی میاں سید خوندمیر صدیق ولایتؓ کے ایک رسالہ کے حوالے سے بتایا ہے کہ حضرت صدیق ولایتؓ نے بعض لوگوں کے اعتراض کا کہ مہدوی اپنی ناک کو آلۂ ذکر قرار دیتے ہیں یہ جواب دیا ہے کہ الۂ ذکر ناک نہیں بلکہ قلب ہے ناک یا منہ تو سانس کا ایک راستہ ہے۔ یاد حق اور ذکر حق دل میں قرار پاتا ہے اور سانس کے ذریعہ جسم کے ہر حصہ کو متاثر کرتا ہے پھر آپ نے یہ حدیث پیش فرمائی کل نفس یخرج بغیر **ذکر الله** فهو میت (ہر سانس جو بغیر ذکر خدا کے نکلے مردہ ہے)۔ سانس کی پاسداری کے ساتھ ذکر کو قلب میں قائم کیا جائے تو قلب کو اطمینان نصیب ہوتا ہے اور اگر اللہ کا فضل شامل حال رہے تو دیدار خدا کی راہیں کھل جاتی ہیں

اس کے علاوہ اٹھتے بیٹھتے لیٹتے ذکر کرنے کا جو حکم ہے وہ سانس ہی کے ذریعہ قائم ہوتا ہے زبان کے ذریعہ نہیں۔ زبان کبھی دیگر باتوں میں استعمال ہوتی ہے لیکن سانس اور دل خدا کی عبادت میں بغیر کسی وقفہ کے ہر لحاظ اور ہر لحہ مصروف رکھے جاسکتے ہیں۔

یہ مہدوی کا فرض ہے کہ وہ اپنے ذکر خفی کی کیفیت وارد کرلے اور پاس انفاس کے ذریعہ اللہ کی رحمت اور اسکے کرم کا امیدوار ہو اور اپنی سچی محبت کے صلہ میں اللہ تعالیٰ سے اسکے دیدار کا طلب گار رہے۔ لاالہ الااللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک وله الحمد و هو علی کل شئی قدیر

☆☆☆

طلب دیدارِ خدا

مارا برأے دیدنِ یار آفریدہ اند (فرمانِ امامؑ)

اب تک اِس حقیر فقیر راقم الحروف نے مختلف موقعوں پر نور حیات کے سالناموں میں قوم مہدویہ میں مشہور بعض فرائض ولایت پر اپنے خیالات پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ جن فرائض ولایت پر اب تک راقم الحروف نے لکھا ہے وہ ہیں ذکرِ دوام، عزلت عن الخلق اور ترکِ دنیا۔ اس موقع پر طلب دیدار خدا پر کچھ لکھنے کی جرأت کر رہا ہوں لیکن ساتھ ہی اس بات کا پورا احساس رکھتا ہوں کہ اس عظیم عنوان پر مجھ جیسے کم علم و بے نصاعت شخص سے انصاف نہ ہو سکے گا۔ پھر بھی قوم مہدویہ کی مشہور کتب سے استفادہ کرتے ہوئے اِس مضمون کی تکمیل کی کوشش کر رہا ہوں۔

عنوان کے نیچے ہی حضور مہدی علیہ السلام کا فرمان پیش کیا ہے۔ یہ فرمان نقلیات بندگی میاں عبدالرشید رضی اللہ عنہ، مولفہ حضرت پیر و مرشد اسعد العلماء سید محمود مرشد میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے صفحہ (۱۸۱) پر اور دوسری قومی کتابوں میں بھی موجود ہے۔ پورا فرمان یوں ہے۔

حضرت میراں علیه السلام فرمود ند ما را برائے دیدن یار افریدہ اند ورنہ بہ چہ کار آفریدہ اند

ترجمہ:۔ حضرت میراں علیہ السلام نے فرمایا ہم کو دیدار یار کے لئے ہی مبعوث کیا گیا ہے ورنہ اور کیا کام ہے۔ جس کے لئے بعثت کی ضرورت ہے

اس فرمان اعلیٰ بیان سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام کی بعثت کا مقصد اصلی یہ تھا کہ آپ تمام مسلمانوں کو اللہ کی طرف مامور ہونے والی ہستی کی حیثیت سے دیدار خدا کی دعوت دیں اور اللہ کی محبت سے لوگوں کے دلوں اور اللہ کے دیدار سے لوگوں کے قلوب اور آنکھوں کو منور فرمائیں۔ اس خاص دعوت پر مامور ہونے کی بات سورۂ یوسف کی اس آیت شریفہ سے معلوم ہوتی ہے۔

قل هذه سبیلی ادعوا الی الله علیٰ بصیره انا ومن اتبعی (یوسف) ترجمہ (اے محمد) کہو کہ یہ میری راہ ہے میں اللہ کی طرف بصیرت (بینائی) پر بلاتا ہوں اور وہ بھی بلائے گا جو میرا تابع (تام) ہے۔

حضرت رسول مقبول ﷺ نے اللہ کے حکم سے اپنے اصحاب میں ایسے لوگوں کو دیدار خدا کی تعلیم دی جو اس کو سمجھ سکتے اور اس سے فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ یہ اصحاب خلفائے راشدین۔ اصحاب خیر القرون اصحاب صفہ سے متعلق تھے۔ چونکہ اسلام میں اس دور میں بہت سے لوگ داخل ہو گئے جو کلمۂ توحید اور اقرار رسالت کے ساتھ مسلمان ہو گئے تھے لیکن ان کی صلاحتیں صف اول کے صحابہ کے جیسی نہیں تھیں اس لئے وہ فرائض ولایت کا بار اٹھانے کی سکت نہیں رکھتے تھے۔ اس بات کو سمجھانے کے لئے مجھے دو واقعات بیان کرنے پڑتے ہیں۔ ایک یہ کہ ایک مرتبہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ (عشرہ مبشرہ میں) اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ میں (جو غزوۂ احد کے بعد مسلمان ہوئے) کچھ اختلافات ہو گیا اور حضرت خالد بن ولیدؓ نے رسول اللہ کے سامنے حضرت عبدالرحمنؓ کی شکایت کی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد بن ولیدؓ پر خفگی کا اظہار یہ کہتے ہوئے کیا کہ تم میرے ابتدائی مسلمان ہونے والے اصحاب سے مت جھگڑا کرو۔ اس واقعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ صحابۂ رسول تو سب قابل احترام ہیں لیکن درجات اور جذبۂ ایمانی کے لحاظ سے ابتدائی مسلمان ہونے والے صحابہ دوسروں کے مقابلہ میں افضل ہیں۔ دوسرا واقعہ یہ ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو حضور نے ایک مقام (شائد یمن) تبلیغ کے لئے روانہ کیا تو صحابیٔ موصوف کے جاتے وقت تھوڑی دور اُن کے ساتھ ساتھ چلتے رہے اور نصیحتیں کرتے رہے کہ جو لوگ مسلمان ہوں گے ان کے اوپر پورے فرائض کو ایکدم نافذ نہ کریں اور ایک کے بعد ایک فرض ان کو بتائیں۔ مقصد یہ تھا کہ کہیں پورے فرائض کے بوجھ کو سہار نہ سک کر اسلام ہی کو نہ چھوڑ بیٹھیں۔ اس روایت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دین کا سخت بار ایکدم مسلمانوں پر نہیں ڈالا گیا چونکہ دیدار خدا اور خدا کی محبت کے مسائل ولایت سے متعلق ہیں اور سخت ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے یہ کام صرف ان صحابہ کے لئے لیا جو ان احکام کی

پابندی کر سکتے تھے اور ان احکام کی عام تام تعلیم کے لئے حضور ہی کے ذریعہ اور قرآن میں اشارات اور کنایات کے ذریعہ اپنے خلیفہ کے آنے کی خبر دی چنانچہ من اتبعنی سے حضرت مہدی علیہ السلام کی ذات مراد ہے اور حضرت رسول مقبول ﷺ نے مہدی کے دنیا میں مبعوث ہونے سے متعلق بے شمار موقعوں پر کئی صحابۂ کرام کے ذریعہ خوشخبری دی ہے جو احادیث رسول ﷺ میں موجود ہے اور ان احادیث کا شمار متواتر میں ہوتا ہے اور جو بات متواتر احادیث سے ثابت ہوتی ہے اسکو ماننا ایمانیات میں داخل ہے۔

کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ حضور مہدی علیہ السلام آیت شریفہ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون (الاذاریات)

ترجمہ :۔ ہم نے جنوں اور انسانوں کو نہیں پیدا کیا مگر ہماری عبادت کرنے کے معنی کو سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ لیعبدون سے مراد لیعرفون کی جانی چاہئے اس لحاظ سے آیت شریفہ کا مطلب ہو جائے گا ہم نے جنوں اور انسانوں کو نہیں پیدا کیا مگر ہماری معرفت اور پہچان حاصل کرنے کے لئے مشہور روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک چھپا ہوا خزانہ تھا۔ اپنی پہچان سے متعارف کرنے کے لئے اس نے کائنات بنائی فرشتے جن اور انسان پیدا کئے اس لئے ضروری ہوا کہ انسان اپنے خالق کو پہچانے اور اسکا دیدار حاصل کرنے کوشش کرے۔ پھر اللہ تعالیٰ اور انسانی روحوں کا مکالمہ بھی یاد کیجئے۔

الست بربکم . قالو ابلیٰ . شھدنا (الاعراف)

ترجمہ :۔ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ بولے بیشک ہیں۔ ہم شہادت دیتے ہیں تمام روحوں نے نہ صرف اس کا اقرار کیا ہے کہ اللہ انکا رب ہے بلکہ شہادت بھی دی ہے اور اگر روحوں کو آنکھیں ہونا تسلیم کر لیا جائے تو اللہ تعالیٰ کو دیکھ کر اُس کے رب ہونے کا اقرار کیا ہے تو کیا ہم اس وعدہ سے پھر سکتے ہیں۔ ہمارے لئے اللہ کے وجود کا اقرار کرنا اور اس سے ملنے اور اسکے دیدار کی تڑپ دل میں رکھنا لازمی قرار پاتا ہے۔

مسلمانوں کے مختلف گروہوں میں دیدار خدا سے متعلق مختلف عقائد پائے جاتے ہیں۔

بعض طبقات دیدار خدا کے ممکن ہونے کے قائل ہی نہیں ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ دیدار خدا مومنین کو صرف آخرت میں ہوگا دنیا میں نہیں۔ بعض کہتے ہیں دیدار خدا جیسے آخرت میں ممکن ہے دنیا میں بھی ممکن ہے۔ مشہور اولیاء، اہل سنت کے گزشتہ دور کے علماء اور مہدوی حضرات اس آخری عقیدہ کے قائل ہیں۔

دنیا میں دیدار خدا ممکن ہونے کے سلسلہ میں علمائے اہل سنت کا ایک طبقہ حضور مہدی علیہ السلام کی بعثت سے پہلے بھی یقین رکھتا تھا اور اکثر اولیاء اللہ کے پاس بھی دنیا میں دیدار خدا ممکن ہونے کی روایت موجود ہے لیکن آج کل علمائے اہل سنت دنیا میں دیدار ہونے کے قائل نہیں ہیں اور کہتے ہیں کہ دیدار صرف آخرت میں ممکن ہے۔

میں یہاں حضرت مہدی علیہ السلام سے قبل کے بعض علماء کے خیالات پیش کرنا چاہوں گا جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ دیدار خدا کے دنیا میں ممکن ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے۔

حضرت پیر و مرشد مرشد میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی توضیحات نقلیات بندگی میاں عبدالرشیدؒ میں علامہ تفتازانی کے ''شرح مقاصد'' سے دو جملے نقل کئے ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے

(۱) مخالفین پیدا ہونے سے پہلے امت محمدیہ نے وقوع رویت پر اتفاق کیا ہے۔

(۲) رویت کی حدیث اکیس جلیل القدر صحابیوں سے مروی ہے۔

امام محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں۔ ترجمہ: معلوم ہوا کہ جب دیدار کا وقوع خواب میں اور آخرت میں جائز ہے تو جس شخص کو اللہ چاہے بیداری اور اس زندگانی دنیا میں بھی اُس کے لئے دیدار کا وقوع جائز ہے (فتوحات مکیہ بحوالہ نقلیات بندگی میاں عبدالرشیدؒ)

قوم کے مشہور عالم علامہ شمسی رحمتہ اللہ علیہ نے مشہور فلسفی ابن رشد کا رویت باری تعالیٰ کے سلسلہ میں خیال اپنے الفاظ میں یوں پیش فرمایا ہے۔

" اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو نور سے موسوم فرمایا ہے اور یہ فرماتا ہے کہ اللہ نور السمٰوات والارض اور نور ایسا ہے کہ ادنیٰ اور اعلیٰ اُس کو محسوس سمجھتے ہیں اور اس کو اشرف محسوسات جانتے ہیں بلکہ نور کی وجہ سے دوسری چیزوں کا ادراک بھی کرتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ

نے اپنا نام نور رکھا ہے اور نور کی جہت سے سب قسم کی اشیاء کی رویت ہوتی ہے تو اُسی نور ہونے کی جہت سے اللہ تعالیٰ کی ذات بھی جائز الرویت ہوگی اور جو جائز الرویت ہو اُس کی طلب محال نہیں''

(تنویر الہدایہ بحوالہ نقلیات)

رویت (دیدار الٰہی) کا اِس دنیا میں ممکن ہونا دکن کے مشہور صوفی بزرگ ولی کامل حضرت خواجہ بندہ نواز رحمتہ اللہ علیہ کی تحریر سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت شیخ سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کی ایک کتاب شرح آداب المریدین لکھی ہے اس میں یہ جملے درج ہیں۔

اس بات پر صوفیوں کا اجماع ہے کہ اِن آنکھوں سے جو کہ چہرہ پر ہیں اور انہیں حدقوں سے کہ جن میں روشنی ہے اِسی روشنی سے اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکتے ہیں۔ میں جو کہ محمد حسینی ہوں کہتا ہوں کہ ایسے بزرگ بندے بھی ہیں کہ جنہوں نے دنیا میں خدا کو چشم دل سے دیکھا ہے...... (آگے تحریر کرتے ہیں) ثابت ہے کہ طالب صادق اور مشتاقِ واثق حضرت سبحانہٗ وتعالیٰ کے جمال کو اِس دنیا میں دیکھ سکتا ہے۔ (بحوالہ توضیحات نقلیات بندگی میاں عبد الرشیدؒ)

اوپر لکھے ہوئے مختلف اقتباسات سے ثابت ہوا کہ اہل سنت کے پاس بھی رویت باریٔ تعالیٰ کے ممکن ہونے پر لوگوں نے اپنے خیالات پیش فرمائے ہیں۔

مسلمانوں کی بعض جماعتوں نے قرآن مجید کی ایک آیت پیش کر کے رویت کی نفی پر استدلال کرنے کی کوشش کی ہے وہ یہ آیت ہے۔

لا تدرکه الابصار و هو یدرک الابصار و هو الطیف الخبیر. (الانعام)

ترجمہ:۔ ابصار اس کا (اللہ تعالیٰ کا) ادراک نہیں کر سکتے اور وہ ابصار کا ادراک کرتا ہے اور وہ لطیف خبیر ہے۔

مفسرینِ اہل سنت نے اس آیت شریفہ سے نفیٔ رویت کی بجائے امکانِ رویت پر بحث کی ہے اور اس کا ثبوت پیش کیا ہے۔ چنانچہ امام فخر الدین رازی رحمتہ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر میں رویت کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں (۱) رویت لا مع الاحاطہ (۲) رویت مع الاحاطہ۔ پہلی رویت ایسی

ہے کہ ہم کوئی چیز دیکھ تو سکتے ہیں لیکن اس کا پورا احاطہ ہماری آنکھیں نہیں کر سکتیں۔ دوسری رویت ایسی ہے کہ جو چیز ہم دیکھ رہے ہیں اس کے پورے اطراف و جوانب اور سارے حدود و نہایات کا ہم کو ادراک حاصل ہو رہا ہے۔ اِس آیت شریفہ میں رویتِ مع الاحاطہ کی نفی کی جارہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا پورا پورا ادراک ممتنع ہے لیکن دوسری رویت جو رویت لا مع الاحاطہ ہے اس کی نفی نہیں کی گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی ذات کا ادراک نہیں کر سکتے لیکن اللہ تعالیٰ کی رویت ممکن ہے۔

علامہ سید نصرتؒ نے کحل الجواہر (جلد دوم) میں ''ابصار'' پر بحث کرتے ہوئے آیت کے معنی کو یوں متعین فرمایا ہے **لا تدرکه جمیع الابصار بل تدرک بعض الابصار** یعنی تمام آنکھیں اُس کو نہیں پا سکتیں بعض پا سکتی ہیں۔ اُس کی ایک مثال بھی دی ہے۔ اگر کہا جائے کہ زید کو سبھوں نے نہیں مارا تو اس کا مطلب ہے بعض نے مارا۔ اس طرح اس آیت سے نفیٔ رویت کے برخلاف اثباتِ رویت کا ثبوت ملتا ہے۔

حضور مہدی علیہ السلام نے رویت باریٔ تعالیٰ کے دنیا میں ممکن ہونے کے سلسلہ میں اور مسلمانوں کو اللہ کے دیدار کی طلب رکھنے کے سلسلہ میں دوسری آیات قرآن سے بھی استدلال فرمایا ہے۔ چنانچہ روایت ہے کہ احمد آباد اور پٹن کے علماء نے چند سوالات لکھ کر حضرت کی خدمت میں پیش کئے تھے جس میں ایک سوال دیدار الٰہی کے دنیا میں ممکن ہونے کے سلسلہ میں تھا۔ حضور علیہ السلام نے اِس کے جواب میں یہ آیت شریفہ پڑھی۔

و من کان فی هٰذهٖ اَعمیٰ فهو فی الاخرة اعمیٰ و اضل سبیلا (بنی اسرائیل)

ترجمہ:۔ اور جو شخص اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا اور راہ (رویت اللہ) سے بھٹکا ہوا۔

آپ نے ایک اور آیت سے بھی رویت باری تعالیٰ کا ثبوت دیا ہے آیت یہ ہے۔

فمن کان یرجو لقاء ربه فلیعمل عملاً صالح ولا یشرک بعبادة ربه احدا (الکهف)

ترجمہ:۔ ”پس جس کو اپنے پروردگار کے دیدار کی آرزو ہو تو عمل صالح (ترک دنیا) کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے“۔ اس آیت کے بیان کے بعد آپ نے فرمایا اللہ کا وعدہ مطلق ہے بندہ بھی مطلق کہتا ہے پس وقوع دیدار کو زماں و مکان کے ساتھ مقید کرنا غلط ہے۔ (شواہد الولایت بحوالۂ شرح عقیدہ شریفہ مولفہ حضرت سید قطب الدین صاحبؒ)

اِن دو آیات کے علاوہ سورۂ یوسف کی آیت جس کو اِس مضمون میں پہلے پیش کیا گیا ہے صاف ہدایت دیتی ہے کہ

”کہدو (اے محمد) یہ میری راہ ہے اللہ کی طرف بینائی پر بلاتا ہوں اور وہ بھی بلائے گا جو میرا تابع (تام) ہے۔

اِس آیت میں دعوت حق بہ دید باریٔ تعالیٰ دینے کے لئے جن دو اشخاص کا ذکر فرمایا گیا ہے وہ ہیں رسول مقبول محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کے تابع تام حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اس لئے رسول مقبول ﷺ نے بعض صحابۂ کرام کی حد تک اور حضرت مہدی علیہ السلام نے عام تام تمام مسلمانوں کے لئے دیدار باریٔ تعالیٰ کی دعوت فرمائی۔

ہر دو خاتمین علیہما السلام نے دیدار خدا کی دعوت دی تو اس سے پہلے وہ خود بھی اس سے مشرف ہوئے۔ معراج میں حضور نبی کریم ﷺ کو دیدار کا شرف حاصل ہوا۔ سورۂ النجم کی آیات شریفہ ملاحظہ ہو

ثم دنا فتدلیٰ ○ فکان قاب قوسین او ادنیٰ فاوحیٰ الی عبدہٖ ما اوحیٰ ○ ما کذب الفواد ما راٰی ○

ترجمہ:۔ نزدیک ہوا پھر نزدیک ہوا سو دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا بلکہ اور بھی کم پھر اللہ نے بندہ پر وحی کی (دیدار الٰہی کے وقت پیغمبر کی) نظر نہ بہکی نہ اچکی (یعنی کوئی غلطی نہیں کی سیدھی محو در محو رہی)

اگر چہ ان آیات کے سلسلہ میں ایک روایت یہ ہے کہ حضور نے معراج میں صرف جبرئیل کو دیکھا لیکن حضرت ابن عباس کی روایت سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ کو معراج میں دیدار الٰہی سے سرفراز فرمایا گیا اور مہدویہ کے پاس اس روایت کی صداقت تسلیم ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ

کے دیدار کے سلسلہ میں ہم مہدویوں کا تو یہ اعتقاد ہے کہ ایسا دیدار کسی اور کو نصیب نہیں ہوا (سوائے حضرت مہدی علیہ السلام کے)

اِس بات کی تصدیق اِس حدیث سے ثابت ہے۔ فرمایا حضور نبی کریم ﷺ نے ” لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل“

ترجمہ:۔ اللہ کے ساتھ مجھے ایسا وقت حاصل ہے کہ اُس میں فرشتۂ مقرب یا نبی مرسل کو بھی دخل نہیں۔

حضرت مہدی علیہ السلام کی بعثت کا مقصد جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے اللہ سے بندوں کو ملانا ہے۔ حضور مہدی علیہ السلام کے دیدار الٰہی کے بارے میں حضور ہی کا ، فرمان ذی شان ملاحظہ ہو۔

ترجمہ:۔ بینائی خدا میں بندہ رسول علیہ السلام کے قدم بہ قدم ہے۔ جس طرح حضرت رسول نے خدا کو چشمِ دل اور چشمِ سر کے سوا بال بال سے دیکھا اُسی طرح بندہ نے بھی حضرت نبی علیہ السلام کی متابعت تامہ کے صدقہ سے چشم دل سے چشم سر سے اور اُس کے سوا بھی بال بال سے خدا کو دیکھا (انصاف نامہ)

فرہ مبارک میں علماء سے مباحثہ کرتے وقت مہدی علیہ السلام نے اپنی بینائی کا اظہار اِس طرح فرمایا ”دیکھو حضرت رسول علیہ السلام حاضر ہیں پوچھ لو“ (مولود)

شرح عقیدہ شریف میں مولف صاحب نے لکھا ہے۔

آپ نے اِس عبارت سے اپنی ذاتِ کو مہدی موعود کہا۔ ذات بندہ لا الہ الا اللہ ہو گئی ہے یعنی حضرت پیغمبر علیہ السلام کی متابعتِ تامہ سے مرتبۂ تام کو پہنچ گئی ہے (شرح عقیدہ شریف)۔

مولف کحل الجواہر حضرت علامہ سید نصرت نے بتایا ہے کہ قرآن مجید میں دیدار سے متعلق کوئی آیت ایسی نہیں ہے جس میں اِس بات کا اشارہ ملتا ہے کہ دنیا میں دیدار ممکن نہیں اور آخرت ہی میں ممکن ہے۔ اِس کے بر خلاف ایک آیت تو دیدارِ خدا کے دنیا میں ممکن ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ وہ آیت سورۂ بنی اسرائیل کی یہ ہے۔

و من کان فی هذهٖ اعمی فهو فی الاخرة اعمیٰ واضل سبیلاً (بنی اسرائیل)
یعنی جو شخص اِس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہے اور راہ (رویت اللہ) سے بھٹکا ہوا۔

اس کا یہ مطلب ہوا کہ جس کو اس دنیا میں دیدار کی دولت نہیں ملی وہ آخرت میں بھی دیدار سے محروم رہے گا۔

بعض لوگوں کا یہ استدلال بھی صحیح نہیں ہے کہ دنیا میں ہماری موجودہ آنکھوں میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ ہم اللہ کے دید کے قابل رہیں البتہ آخرت میں ایسی طاقت عطاء فرمائے گا۔ اِس کا جواب، دنیا میں دیدار کے قائل علماء یوں دیتے ہیں کہ جب دیدارِ خدا ممکنات میں سے ہے تو پھر اُس کے لئے وقت اور مقام کا تعین غیر ضروری ہے جو طاقت اللہ تعالیٰ انکھوں میں آخرت میں پیدا فرمائے گا کیا وہی طاقت وہ دنیا میں پیدا نہیں کرسکتا؟ اس سے پہلے حضرت محی الدین ابن عربی کا قول تحریر کیا گیا ہے جس میں اس قسم کی بحث ہے۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ مشہور صوفی بزرگ گزرے ہیں اُن کا کہنا ہے۔

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ جس طرح آنکھوں سے حجاب میں ہے اُسی طرح قلوب سے بھی حجاب میں ہے پس اگر وہ اپنی تجلی ڈالے تو پھر آنکھ اور دل دونوں ایک ہیں۔

غرض اہلِ سنت کے پہلے بزرگوں کی روایات سے، خود حضرت مہدی علیہ السلام کے فرامین مبارک سے اور قرآن مجید کی آیات مبارکہ سے یہ بات ثابت ہے کہ دیدارِ خدا ممکن ہے اور انسان کو اُس کے لئے خود کو تیار کرنا چاہئے۔

دیدار خدا کے امکان پر اِس مختصر بحث کے بعد یہ جاننا ضروری ہو جاتا ہے کہ کیا سب لوگ دیدار خدا کی نعمت عظمیٰ سے فیض پاتے ہیں۔ اس کا جواب نفی میں ہے۔ حضور مہدی علیہ السلام کے ایک فرمانِ مبارک سے جو نقلیاتِ بندگی میاں عبدالرشیدؓ میں درج ہے معلوم ہوتا ہے کہ اندازاً اگر ایک ہزار افراداللہ کے دیدار کی طلب میں نکلتے ہیں تو نو سو ننانوے لوگ ناکام ہو جاتے ہیں صرف ایک طالب حق تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔

حضرت مہدی علیہ السلام نے مسلمانوں کے لئے طلب دیدارِ حق کو فرض بتلایا ہے۔ دیدارِ خدا اور طلب دیدار میں فرق کو ضرور محسوس کرنا چاہئے کیونکہ بعض لوگوں نے غلط طور پر دیدار خدا کو فرض بتلا کر مہدویہ پر اعتراض کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس سلسلہ میں حضور مہدی علیہ السلام کا فرمان مبارک قوم کی تمام مستند کتابوں میں موجود ہے جس سے مسئلہ کو سمجھنے میں سہولت ہوتی ہے

شرح عقیدہ شریف مولفہ حضرت سید قطب الدینؒ میں یہ فرمان اِس طرح لکھا ہوا ہے۔

ترجمہ:۔ فرماتے ہیں ہر مرد پر اور ہر عورت پر خدا کے دیدار کی طلب فرض ہے اور جب تک کہ چشم سر سے یا چشم دل سے یا خواب میں خدا کو نہ دیکھے مومن نہیں ہے لیکن طالب صادق جس نے (۱) اپنے دل کی توجہ غیر خدا سے اٹھالی ہو (۲) اپنے دل کی توجہ خدا کی طرف لگادی ہو (۳) رات دن خدا کے دھیان میں لگا رہتا ہو (۴) دنیا سے الگ ہوگیا ہو (۵) خلق سے علیحدگی رکھتا ہو (۶) اپنے سے نکل آنے کی کوشش کرتا ہو ایسے شخص پر بھی ایمان کا حکم فرمایا (شرح عقیدہ شریفہ)

طالب صادق کی اوپر بیان کی ہوئی خصوصیات فرائض ولایت کی مختلف شکلیں ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر ہی کوئی شخص اللہ کے دیدار کا آرزو مند ہوتا ہے اور اِن فرائض کی حضور مہدی علیہ السلام نے تعلیم و تبلیغ فرمائی ہے اور اِس کو اپنا فرض منصبی بتلایا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

"و نیز فرمودند که مارا حق تعالیٰ فرستاده است مخصوص برائے این است که آن احکام و بیان که تعلق با ولایت محمدی دارد بواسطهٔ مهدی ظاهر شود" (انصاف نامہ)

ترجمہ:۔ اور نیز فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو فرستادہ کیا مخصوص اِس سبب کہ جو احکام و بیان کہ ولایتِ محمدی سے تعلق رکھتے ہیں مہدی کے واسطہ سے ظاہر ہوں۔

مولفِ شرح عقیدہ شریفہ نے فرمانِ مہدی کو تحریر فرمانے کے بعد (جس کا ذکر اوپر ہوا ہے) اپنی طرف سے یہ تشریح فرمائی ہے۔

"گروہ مقدس میں مردِ خدا بین کو مومن حقیقی اور ایسے طالب دیدار کو جس میں مذکورہ بالا

صفات پائے جانے سے طالب صادق کے درجہ کو پہنچ گیا ہو مومن حکمی کہتے ہیں۔ غازی جو میدان جنگ میں شہادت کا کمالِ آرزو مند تھا شریک شہادت سے بظاہر بے بہرہ رہنے پر بھی جس طرح خدا کے نزدیک اُس کا شمار شہیدوں میں ہے اِسی طرح طالبِ صادق کو بھی جو باوجود اپنی تمام کوششوں کے دیدار سے مشرف نہیں ہوسکا حضرت امام خدا بین و خدا نما نے زمرۂ مومنین میں شمار کیا ہے کیونکہ خواہ جہاد بالکفار ہو یا جہاد بالنفس ہو مجاہد ہونا شرط ہے۔ پھر حاشیہ میں مجاہد کی تعریف یوں کی ہے۔ مجاہد کے لغوی معنی ہیں کوشش کرنے والا خواہ کافۃ المسلمین کے آرام و امن کے لئے ہو یا اپنے ہی تہذیب نفس و تزکیۂ قلب و تصفیۂ روح کے لئے ہو" (شرح عقیدہ شریفہ)

غرض طلب دیدار خدا سے متعلق فرمانِ امام علیہ السلام اور اس کی تشریح سے دو اہم باتیں سامنے آتی ہیں (۱) طلب دیدار خدا ہر مومن پر فرض ہے اور یہ وہ اہم مقصد ہے جس کی تکمیل کے لئے حضور مہدی علیہ السلام کی بعثت مبارکہ ہوئی (۲) دیدارِ خدا کے حصول کے لئے فرائض ولایت یعنی ترکِ دنیا، توکل، عزلت، ذکرِ دوام، صحبتِ صادقین، ہجرت پر عمل آوری ضروری ہے۔

اوپر بیان کی گئی باتوں پر عمل کرنے سے مومن جیتے جی اُس منزل میں آجاتا ہے جسے موت کی منزل کہتے ہیں۔ یعنی وہ زندہ تو رہتا ہے لیکن علائق اور دنیا سے دوری اور اپنے حقیقی دوست اللہ تعالیٰ سے قربت کے سبب مرنے والوں سے کچھ الگ نہیں ہوتا۔ حضرت رسول مقبول ﷺ کا فرمان مبارک موتوا قبل ان تموتوا یعنی مرنے سے پہلے مرجاؤ اِسی منزل اور مقام کی نشان دہی فرماتا ہے۔ اِسی لئے اِس منزل میں دیدار کا ممکن ہونا موجودہ دور کے اہلِ سنت کے عقیدہ (یعنی موت کے بعد دیدار ہوگا) کی تائید میں پیش کیا جاسکتا ہے۔

مہدویوں کے پاس اِس دنیا میں دیدار خدا ممکن ہونے کا مسئلہ بالکل صاف ہے اِس لئے کہ حضور مہدی علیہ السلام نے اِس کو ممکن قرار دیا ہے اور آپ کے فرمانِ مبارک کے مقابلہ میں کسی اور فرد یا افراد کا بیان قابلِ اعتناء نہیں۔ یہ صرف مہدویوں کا ہی خیال نہیں اکابر اہلِ سنت کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ اس سلسلہ میں بعض اقوال یہاں پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) شیخ محی الدین ابن عربی نے فتوحات میں لکھا ہے حضرت رسول اللہ ﷺ نے ائمہ

دین میں سے کسی امام کی نسبت جو آنحضرت کے بعد ہونے والا ہے یہ تصریح نہیں فرمائی ہے کہ وہ آپ کا وارث ہوگا اور آپ کے قدم بہ قدم آپ کی پیروی کرنے گا مگر خاص مہدی علیہ السلام کے لئے یہ صراحت فرمائی ہے (کحل الجواہر جلد دوم)

(۲) حضرت محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں

"حضرت رسول اللہ نے مہدی کی نسبت یہ خبر دی ہے کہ آپ خطا نہیں کریں گے اور اِس حکم میں حضرت نے مہدی کو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ملحق فرمایا ہے (کحل الجواہر جلد دوم)

(۳) امام طحطاوی نے حاشیہ درالمختار میں لکھا ہے

مہدی مجتہد نہیں ہیں اس لئے کہ مجتہد خطا بھی کرتا ہے اور آپ سے کبھی خطا نہیں ہوسکتی کیونکہ آپ رسول اللہ کی شہادت کی بناء پر اپنے احکام میں معصوم ہیں (کحل الجواہر جلد دوم)

(۴) ملک العلماء نے شرح مسلم الثبوت میں تحریر کیا ہے

امام مہدی کا قول حجت ہے اور آپ کے خلاف جو اقوال ہوں وہ خطا ہونگے (کحل الجواہر جلد دوم)

ہم مہدویوں کے پاس ہی نہیں علمائے اہل سنت کے پاس سوائے مہدی علیہ السلام کے رسول اللہ ﷺ کا کوئی قول کسی کے معصوم عن الخطا ہونے پر نہیں ہے اِس لئے حضور مہدی علیہ السلام کا فرمان اور آپ کی تعلیمات کے مقابل کسی دوسرے فرد یا افراد کے بیانات قیاس پر مبنی ہونے کے سبب باطل ہیں اس لئے جب حضور مہدیؑ نے اِس دنیا میں دیدار خدا کو ممکن فرمایا ہے اور طلب دیدارِ خدا کی تعلیم دی ہے تو اُس کا مان لینا اور اِس تعلیم پر عمل کرنا ہر مہدوی کا فرض ہے۔

حضور مہدی علیہ السلام نے دیدارِ خدا کے حصول کے سلسلہ میں اپنے متبعین کو اللہ تعالیٰ سے عشق پیدا کرنے کی تعلیم دی ہے۔ چنانچہ اِس سلسلہ میں حضور کا یہ فرمان ملاحظہ کریں۔

ترجمہ: و نیز فرمایا کہ طالب خدا پر کیا چیز فرض ہے کہ اُس سے خدا کو پہنچے اُس کے بعد فرمایا کہ وہ چیز عشق ہے اور نیز فرمایا کہ عشق کیونکر حاصل ہوتا ہے پھر فرمایا کہ دل کی توجہ ہمیشہ خدا کی طرف رکھے۔ اس طرح کہ دل میں کوئی چیز مائل نہ ہو اور اِسی معنی کے لئے بہتر خلوت اختیار

کرے اور کسی کے ساتھ مشغول نہ ہو نہ دوست کے ساتھ نہ اغیار کے ساتھ۔ ہر حال میں یعنی کھڑے رہنے، بیٹھنے، لیٹنے، کھانے اور پینے (کی حالت میں) (خدا کی یاد میں رہے) اور ہر حالت میں خدا کی طرف متوجہ رہے (انصاف نامہ)

اللہ تعالیٰ سے عشق حاصل کرنے کے لئے انسان کو محنت کرنی لازم ہے۔ بغیر اس کے وہ اللہ کا تقرب حاصل نہیں کرسکتا۔ مشہور واقعہ ہے کہ حضور مہدی علیہ السلام ایک مرتبہ عشق کا بیان فرما رہے تھے تو ایک صحابی درویش محمدؒ نے اضطراری حالت میں نعرہ لگایا کہ ہم عشق کہاں سے لائیں۔ حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا بندہ عشق کسی کا بیان کر رہا ہے کام کروتا کہ عشق حاصل ہو سکے۔ عشق عطائی تو پیغمبروں کا مقام ہے۔ اللہ کی طرف متوجہ ہو جانا اور اُس کی طلب کی آرزو رکھنے ہی سے عشق پیدا ہوتا ہے اور اس کی ہم سب کو کوشش کرنی چاہئے۔ عشقِ عطائی جس کو عشق وہبی بھی کہتے ہیں اللہ کی خاص عطا ہے جو وہ اپنے خاص بندوں انبیاء، خلفاء کو منتخب کر کے عطا کرتا ہے اس کے لئے صحبتِ صادق کافی ہو جاتی ہے۔ ہم لوگوں کو اللہ سے عشق پیدا کرنے کے لئے محنت کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

آخر میں اللہ سے دعاء کرتا ہوں کہ یا اللہ ہم کو باایمان رکھ۔ حضرت رسول مقبول ﷺ اور حضرت مہدی علیہ السلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی صلاحیت ہم میں پیدا فرما۔ اپنی محبت اور عشق سے ہم کو سرفراز کر اور ہم کو نعمتِ دیدار سے مشرف فرما۔ آمین۔

دنیا اور دیدارِ الٰہی

نوٹ: اِس مضمون کو میں اپنا مضمون نہیں کہہ سکتا کیونکہ اِس کی تیاری میں میں نے صد فی صد قوم کی معرکتہ الارا کتاب کحل الجواہر جلد دوم کے دیدار سے متعلق مباحث پر تکیہ کیا ہے۔ اگر میں یہ کہوں تو غلط نہ ہوگا کہ میں نے ان مباحث کے بڑے حصے کو اپنی زبان میں آسان کر کے پیش کرنے کی کوشش کی ہے تا کہ ملت قوم مہدویہ کے جید عالمِ دین حضرت مولانا سید نصرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے علمی مباحث سے مستفید ہو سکے۔ اِس مضمون میں جن اقوال کے حوالے نہیں دئے گئے ہیں وہ سب اِسی کتاب میں موجود ہیں۔

حضرت مہدی علیہ السلام کا فرمان مبارک ہے:

مارا برائے دیدن یار آفریدہ اند۔ ورنہ بہ چہ کار آفریدہ اند

یعنی ہم کو دیدار یار کے لئے ہی مبعوث کیا گیا ہے ورنہ اور کیا کام ہے جس کے لئے بعثت کی ضرورت تھی۔ (شرح عقیدہ شریفہ)

اِس لئے مہدی علیہ السلام کا اولین مقصد یہ تھا کہ مومنین کو دیدارِ خدا کی نعمتِ عظمیٰ کے حصول کے لئے تیار کریں۔ اِس مقصد کے لئے آپ نے قرآن حکیم کی مختلف آیات سے فرائض و احکامِ ولایت کا بیان فرمایا اور اِس پر اپنے صحابہ کو پابند کیا اور یہ فرائض قوم مہدویہ میں قیامت تک آنے والے افراد پر فرض ہو گئے۔

چنانچہ حضور کا یہ فرمان ملاحظہ فرمائیں۔

حق تعالیٰ کہ مارا فرستادہ است مخصوص برائے ایں است کہ آں احکام و بیان کہ تعلق با ولایتِ محمدی دارد بوسطۂ مہدی ظاہر شود۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے ہم کو (مہدی کو) محض اِس غرض سے بھیجا ہے کہ جو احکام و بیان کہ ولایتِ محمدی سے تعلق رکھتے ہیں مہدی کے واسطے سے ظاہر ہوں (نقلیات بندگی میاں عبدالرشیدؒ)

حضرت مہدی علیہ السلام نے دیدارِ خدا کی طلب کو مومنین پر فرض فرمایا ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔ترجمہ: مومنِ حقیقی وہ ہے جو بینا ہو چشمِ سر سے یا چشم دل سے یا خواب میں۔اگر یہ تینوں میں سے ایک بینائی بھی حاصل نہ ہو اور پوری طلب رکھتا ہو کہ بینائی روزی ہو تو ایسے مومن پر بھی ایمان کا حکم ہے (نقلیات)

ہم مہدویوں کو اِس بحث میں جانے کی قطعاً ضرورت نہیں کہ دیدارِ خدا دنیا میں ممکن ہے یا نہیں کیونکہ جب خلیفۃ اللہ مہدی موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے تو اِس میں بحث وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ حضور کی بعثت کا منشاء خود خدا کے دیدار کے حصول پر مومنین کو تیار کرنا ہے۔ چونکہ آج کل دنیا میں دیدارِ خدا ممکن ہونے پر مسلمانوں کے بعض گروہوں کو شک ہو رہا ہے تو اِس مضمون میں یہ بتانا مقصود ہے کہ مہدی علیہ السلام کی بعثت سے پہلے بھی دنیا میں دیدارِ خدا ممکن ہونے کا عقیدہ موجود تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیدار:۔ قرآن حکیم میں ہے موسیٰؑ نے کہا" رب ارنی انظر الیک" (اے میرے رب مجھے نظر آ۔ میں تجھے دیکھوں گا) تو اِس کے جواب میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا لن ترانی (تو مجھے نہیں دیکھے گا)

اس آیت کو پیش کر کے دنیا میں دیدار ہونے کے مخالفین یہ استدلال کرتے ہیں کہ اولوالعزم پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب دنیا میں دیدارِ خدا نہ ہوسکا تو عام مومنین کو کیسے ہوسکتا ہے۔ یہ استدلال کئی وجوہ سے غلط ہے۔

(۱) موسیٰ علیہ السلام ایک اولوالعزم پیغمبر تھے اور آپ کو معلوم تھا کہ کونسی چیز جائز ہے اور کونسی محال۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ دیدارِ خدا دنیا میں محال ہے وہ ایسا سوال کر ہی نہیں سکتے تھے۔

چنانچہ نودی شرح مسلم میں لکھتے ہیں۔

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کی رویت جائز ہے اور موسیٰؑ کا رویت کا سوال کرنا اس کے جواز کی دلیل ہے اس لئے کہ کوئی نبی اس سے لاعلم نہیں ہوتا کہ کونسی بات جائز ہے اور کونسی محال۔ (دیکھو کحل الجواہر جلد دوم صفحہ ۵۴۰)

(۲) اگر موسیٰ علیہ السلام ایسا سوال کرتے جو محال تھا تو خدا اللہ تعالیٰ آپ کی زجر و توبیخ فرمادیتے جیسا کہ نوح علیہ السلام کو اپنے فرزند کی نجات کا سوال کرنے پر یوں خطاب ہوا تھا۔

ترجمہ:۔ میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ تو جاہلین میں سے نہ ہو (سورۂ ہود آیت ۴۶)

(۳) اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے فرمایا

"لیکن پہاڑ کی طرف نظر کرو اگر وہ اپنی جگہ قائم رہے تو تم مجھے دیکھو گے" (الاعراف)

پہاڑ کا قائم رہنا ایک امر ممکن ہے اور جو چیز اُس پر ٹھہرے وہ بھی ممکن ہے اِس آیتِ شریفہ سے دیدارِ خدا کے ممکن ہونے کا واضح ثبوت مل رہا ہے۔

(۴) مولانا سید نصرت علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمایا ہے کہ شرح عقائد نسفی میں لکھا ہے اللہ رب عزوجل کا رب ارنی انظر الیک کے جواب میں لن ترانی (تو مجھے نہیں دیکھے گا) فرمانا دلیل جواز ہے (یعنی دیدار کے ممکن ہونے کا ثبوت ہے) اِس لئے کہ لن ترانی کے معنی ہیں میں نظر آ سکتا ہوں لیکن قدرے نقصان کی وجہ سے جو تجھ میں ہے تو مجھے نہ دیکھے گا۔ اگر اللہ کا دیدار دنیا میں ممکن و جائز نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ لن اُرٰنی (میں نظر نہیں آ سکتا) فرماتا۔ اس کو ایک دلچسپ مثال سے سمجھایا گیا ہے۔ اگر کسی کے ہاتھ میں پتھر ہے اور دوسرا شخص اُس سے کہتا ہے تو مجھے کھلا تو اُس کا جواب ہوگا یہ چیز نہیں کھائی جاتی برخلاف اس کے ایک شخص کے ہاتھ میں سیب ہے اور دوسرا اس کو کھانے کی خواہش ظاہر کرتا ہے تو کہا جائے گا تو نہیں کھائے گا یعنی تیرے مزاج میں کسی علت یا نقص کے سبب تو نہیں کھائے گا اگرچہ کہ یہ چیز کھائی جاتی ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ میں دیدار کو فی نفسہٖ ممکن ہونے کی تائید کی ہے اُس کے حصول میں ناکامی بعض عوارض اور موانع کے سبب ہوئی۔ ایک سبب موسیٰؑ کے دیدار میں ناکامی کا انہوں نے یہ بتایا کہ

تحقیق آنست کہ سبب ناکامیٔ موسیٰ علیہ السلام آں بود کہ ہنوز سید المحبوبین ندیدہ و بایں دولت نہ رسیدہ دیگرے راچہ مجال کہ بطلبید و بہ بیند علماء ہمہ متفق اند برامکانِ رویت در دنیا بعد از امکان چہ مانع دارد

یعنی تحقیق کہ موسیٰ علیہ السلام کی ناکامی کا سبب یہ تھا کہ اُس وقت تک سید المحبوبین نے (رسول مقبول ﷺ نے) نہیں دیکھا تھا دوسروں کی کیا مجال کہ طلب کرتے

تمام علماء امکانِ رویت در دنیا پر متفق نہیں اور امکان کے بعد کونسی چیز مانع ہو سکتی ہے۔

غرض اِن آیاتِ مبارکہ سے علمائے اہلِ سنت نے امکانِ رویت کو ثابت کیا ہے جیسا کہ اوپر کے اقوال سے واضح ہوتا ہے بلکہ بعض تو اس بات کے قائل ہیں کہ موسیٰؑ بیہوش تو ہوئے لیکن پہلے یا بعد میں اُن کو دیدار ہوا۔

رسول مقبول ﷺ اور دیدار: حضور سید المرسلین خاتم النبیین محمد مصطفیٰ ﷺ کو دیدار الٰہی ہونے کے ضمن میں بعض لوگ قائل ہیں اور بعض اس کو درست نہیں کہتے۔

دیدار الٰہی کے شب معراج میں ہونے پر قرآن کی آیات سے بھی ثبوت پیش کیا جا سکتا ہے چنانچہ سورۃ النجم کی آیات ملاحظہ ہو۔

(۱) ثم دنیٰ فتدلیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ

پھر نزدیک آیا اور پھر اور نزدیک آیا پس تھا دو کمانوں کی مقدار میں یا اس سے بھی نزدیک

(۲) و لقد رای من آیات ربه الکبریٰ

اور البتہ دیکھا گیا اپنے پروردگار کی بڑی نشانیاں

(۳) ما زاغ البصر و ما طغیٰ نہ نظر کج گئی نہ اچٹ گئی

(۴) ما کذب الفواد ما رایٰ افتما رو نه علیٰ مایریٰ

جو کچھ دیکھا اُس کو دل نے نہیں جھٹلایا جو کچھ (آپ نے) دیکھا اُس میں تم جھگڑتے ہو

جہاں اِن آیات سے دیدار کے وقوع کا ثبوت فراہم ہوتا ہے وہاں بھی بعض علماء اس سے عدم دیدار کا ثبوت پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے معراج میں اللہ کا دیدار نہیں کیا بلکہ جبرئیل کو دیکھا۔

قرآنِ مجید کے علاوہ کئی احادیث سے رسول اکرم ﷺ کو معراج میں دیدار الٰہی ہونے کا شرف حاصل ہونا ثابت ہے۔ اِن احادیث سے تفسیر القرآن بالحدیث کے اصول پر متذکرہ بالا آیات کی تفسیر ہو جاتی ہے۔ یہ حدیثیں جن میں معراج میں رسول اکرم ﷺ کو دیدار باری سے مشرف ہونے کی اطلاع ہے مشہور صحابہ عبداللہ بن عباس، جابر بن عبداللہ، انس بن مالک، معاذ بن جبل، ابوعبیدہ بن الجراح وغیرہ سے مروی ہیں۔ مشہور محدثین امام احمد بن حنبل، مسلم، ابوداؤد،

حاکم، ترمذی، طبرانی وغیرہ نے اِن کو پیش کیا ہے۔ شارحین حدیث نووی وغیرہ کے قول سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوذر ابوہریرہ معاذ بن جبل وغیرہ رضی اللہ عنہم نے بھی رسول اللہ ﷺ کو معراج میں دیدار الٰہی کا ہونا بتلایا ہے۔

حضرت رسول اللہ ﷺ کو معراج میں دیدار ہونا کئی علماء متکلمین اہلِ سنت کا مسلمہ ہے اور دنیا میں دیدار الٰہی ہونے کی سب سے زیادہ واضح اور قوی ترین دلیل ہے۔

اِس کے علاوہ محققین اہل سنت صوفیائے کرام کے پاس رسول مقبول ﷺ کو دیدار الٰہی معراج میں ہونے پر نہ صرف اتفاق ہے بلکہ وہ کہتے ہیں کہ دیدار الٰہی سے رسول اللہ ﷺ کا کوئی وقت خالی نہیں اور وہ یہ فرمانِ رسول ﷺ پیش کرتے ہیں

لی مع الله وقت لا یسعنی فیه ملک مقرب ولا نبی مرسل

یعنی مجھے اللہ تعالٰی کے ساتھ ایسا وقت حاصل ہے جس میں کوئی ملک مقرب یا نبیِ مرسل کی گنجائش نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو دیدار الٰہی ہونے میں جو اختلاف ہوا ہے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کی بناء پر ہے اور حضرت عائشہ نے اِس سلسلہ میں حضرت رسول ﷺ سے سننے کا ادعا نہیں کیا ہے بلکہ اپنے قیاس اور اجتہاد سے یہ بات کہی ہے۔

چنانچہ اِس اختلاف کو بیان کرنے کے بعد شارح مسلم نودی نے اپنا یہ فیصلہ دیا ہے۔

حاصل یہ کہ اکثر علماء کے پاس یہی قول رائج ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے پروردگار کو اپنے سر کی آنکھوں سے شب معراج میں دیکھا ہے ابن عباس وغیرہ کی وہ حدیث اس کی دلیل ہے۔ اِس کا ثبوت یہ ہے کہ انہوں نے رسول اللہ سے سن کر ہی کہا ہے اور یہ مسئلہ اِس قبیل سے ہے کہ اس میں شک نہ کرنا چاہئے۔

مسلمانوں کے مشہور ولی بلکہ جن کو مسلمان اولیاء کے سردار سمجھتے ہیں یعنی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ترجمہ: ہم اِس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے پروردگار عزوجل کو شب معراج میں دیکھا ہے اپنے سر کی آنکھ سے اور اپنے دل سے خواب میں نہیں (غنیۃ بحوالہ کحل الجواہر جلد دوم)

حضرت جامی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں

دیدِ محمد نہ بہ چشم دگر۔ بلکہ ہمیں چشم سرو چشم سر

دیدار کے سلسلہ میں کچھ اور تحقیقی مباحث:۔ فرقۂ شیعہ و معتزلہ دیدارِ الٰہی کے کسی بھی مقام پر قائل نہیں نہ دنیا میں نہ آخرت میں۔ اہل سنت متکلمین کہتے ہیں کہ آخرت میں مومنین کو دیدار ہوگا۔ دیدار الٰہی کو محال کہنا اُن کے پاس کفر ہے۔ چنانچہ فتوٰی ہندیہ (فقہہ حنفیہ میں لکھا ہے) جو شخص رویت الٰہی کو محال کہے کافر ہے۔ (بحوالہ کحل الجواہر جلد دوم ۵۴۹)

محققین اہل سنت یعنی صوفیائے کرام دنیا میں بھی دیدار باری تعالٰی ہونے کو ممکن قرار دیتے ہیں۔ مہدویہ کا بھی یہی مسلک ہے۔

دنیا میں دیدار کا وقوع تین طرح سے ہوسکتا ہے۔ خواب میں دل کی آنکھ سے سر کی آنکھوں سے

خواب میں اللہ تعالٰی کو دیکھنا اکثر اسلاف سے منقول ہے۔ درالمختار میں لکھا ہے حضرت امام اعظم نے اللہ تعالٰی کو ایک سو مرتبہ خواب میں دیکھا۔ مشاہدہ قلبی سے بھی متکلمین اہل سنت کو انکار نہیں۔ اصل اختلاف جو ہے وہ یہ ہے کہ سر کی آنکھوں سے دیدار ہوسکتا ہے یا نہیں۔

منکرین دیدار دار دنیا سے ایک سوال یہ کیا جاسکتا ہے کہ کیا کوئی دلیل جو قرآن و حدیث سے ثابت ہوا یسی ہے جس سے دینوی دیدار کے عدم امکان کا اظہار ہوتا ہے۔ دیدار دینوی کی نفی کرنے والی نہ کوئی آیت قرآن ہے اور نہ حدیث صحیح۔ برخلاف اس کے آیت شریفہ من کان فی هذہٖ اعمی فهو فی آخرۃ اعمیٰ و اضل سبیلا سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آخرت کا دیدار بھی دنیاوی دیدار پر موقوف ہے۔

وہ تمام آیتیں جن سے اہل سنت دیدار در آخرت پر استدلال کرتے ہیں وہ مطلق ہیں ان میں آخرت کی قید نہیں بلکہ دنیا و آخرت دونوں شامل ہیں۔ اس لئے جب ان سے آخرت میں دیدار کا وقوع ثابت ہوتا ہے تو دنیا میں دیدار ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔

جو لوگ دیدار کے آخرت میں ہونے کے قائل ہیں وہ اسبات کو تسلیم کرتے ہیں کہ یہ صرف مومنین اہل جنت کے لئے ہوگا۔ کفار کے لئے نہیں۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اللہ تعالٰی اہل

جنت میں مومنین کی آنکھوں میں ایک خاص صفت رویت پیدا کرے گا۔ جب یہ ثابت ہے تو اللہ تعالٰی کو اختیار ہے یہی صفتِ رویت دنیا میں جس بندہ کی آنکھوں میں چاہے پیدا فرمادے اور اُسے دیدار ہوجائے۔ تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازیؒ نے آیت شریفہ لا تدرکه الابصار کے تحت ضرار بن کوفی سے یہ نقل کیا ہے۔

ترجمہ: اللہ تعالٰی آنکھ سے نظر نہیں آئے گا بلکہ ایک چھٹے حاسہ سے نظر آئے گا جس کو اللہ تعالٰی روزِ قیامت پیدا کرے گا جس چھٹے حاسہ سے مومنین دیدار کریں گے خدائے پاک قادر ہے کہ اُسی حاسہ کو دنیا میں مومنین کو عطا فرمادے اور وہ مومنین نعمت دیدار سے اِسی دنیا میں ہی مشرف ہوجائیں۔

آنکھوں میں ایک نیا حاسہ پیدا کرنا ایک مثال سے سمجھ میں آسکتا ہے۔ غزوۂ بدر کے روز کفار اگرچہ مسلمانوں کے مقابل بہت زیادہ تعداد میں تھے لیکن مشرکین میں اللہ تعالٰی نے ایسی بینائی پیدا کردی کہ وہ مسلمانوں کو اپنی فوج سے دوچند دیکھنے لگے۔ دوسری طرف مسلمانوں کو جو قلیل تعداد میں تھے ایسی بینائی عطا ہوئی کہ مشرکین انہیں کم دکھائی دینے لگے۔ اِس طرح رویت اللہ کے لئے مومنین کی بینائی میں ایسی قوت تازہ یا حسِ تازہ پیدا کردینا اللہ تعالٰی کی اپنے خاص بندوں کے لئے ایک عطا ہے اور یہ خاص عطا اللہ کی اُس وقت حاصل ہوتی ہے۔ جب انسان اپنے وجود کو اپنی خودی کو اور اپنی انا کو پوری طرح زائل کردے اور اُس مقام پر پہنچ جائے جس کا حضور نبی کریم ﷺ نے اِن الفاظ میں ذکر فرمایا ہے:

موتوا قبل ان تموتوا یعنی مرنے سے پہلے مرجاؤ۔

یہی وہ مقام ہے جہاں انسان فنافی اللہ اور بقاباللہ کا درجہ حاصل کرلیتا ہے اور باری تعالٰی کی رویت حاصل کرنے اپنے آپ کو قابل بناتا ہے۔

لن ترانی کی یہ بھی توجیہہ کی گئی ہے کہ دوئی کی حالت میں اور بقائے خودی کے ہوتے ہوئے تو مجھے نہ دیکھے گا۔ اِسی کیفیت کو تفسیر کبیر میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

ترجمہ: یہ آنکھ اور یہ حدقے جب تک ان کی وہ صفات باقی ہیں جن سے وہ دنیا میں موصوف ہیں تو اللہ تعالٰی کا ادراک نہیں کرسکتیں اور جب ہی خدا کو پاسکتی ہیں جب کہ ان کی صفات

بدل جاتی ہیں اوران کے حالات متغیر ہو جاتے ہیں۔

پس تغیریات حاصل ہو جانے کے بعد تم کیوں کہتے ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کو نہیں پاسکتیں۔

حضرت محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ فتوحات میں لکھتے ہیں۔

''پس معلوم ہوا کہ جب دیدارِ الٰہی خواب میں اور دارِ آخرت میں ہونا جائز ہے تو اس کا بیداری اور حیاتِ دنیاوی میں بھی واقع ہونا جائز ہے۔

دنیا میں دیدار ہونے کے سلسلے میں ایک اور ثبوت دیا جاتا ہے۔ آخرت میں دیدار واقع ہونے کے سلسلہ میں متکلمین اہل سنت اور محققین صوفیاء دونوں میں کسی کو اختلاف نہیں اب دیکھنا یہ ہے کہ آخرت کس کو کہتے ہیں اور دنیا کس کو۔

امام غزالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں۔ ترجمہ: دنیا و آخرت دو حالتوں سے مراد ہے اِن میں سے قریبی حالت کو دنیا کہتے ہیں اور وہ موت سے پہلے تک ہے اور بعد میں آنے والی حالت آخرت کہلاتی ہے جو موت کے بعد سے ہے۔

اِس سے ثابت ہوا دیدارِ الٰہی عالم آخرت یعنی بعد موت ہو سکتا ہے لیکن موت دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک موت حیوانی جو ظاہری موت ہے اور ایک موت انسانی جس کو موتِ معنوی کہا جاتا ہے۔ جو لوگ موتِ حیوانی مرتے ہیں اُن کو آخرت بھی دنیا کا حکم رکھتی ہے۔ اور اُن کو جو محرومی اور بے نصیبی دنیا میں لاحق ہوتی ہے وہی آخرت میں بھی رہے گی۔ اس آیت کے مصداق کہ جو دنیا میں اندھا ہے آخرت میں بھی اندھا رہے گا۔ لیکن جو شخص موتِ حیوانی سے پہلے موتِ انسانی سے مر جاتا ہے اُس کے لئے یہ دنیا بھی آخرت کا حکم رکھتی ہے اِس کی ایک مثال یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ابو بکر صدیق کے بارے میں فرمایا جو شخص میت کو زمین پر چلتا پھرتا دیکھنا چاہے وہ ابو بکر کو دیکھ لے یعنی وہ اپنی حیات ہی میں اپنے کل نفسانی حرکات و سکنات چھوڑ کر میت ہو گئے تھے۔ لہٰذا ایسے شخص کے لئے جو بظاہر تو زندہ ہے لیکن بموت مر چکا ہے دنیا بھی آخرت ہو جائے گی اور جو امور آخرت میں ہونے والے ہیں اُس کے لئے وہ اِس دنیا ہی میں ہو جائیں گے اِس لئے دیدار بھی اُس کو ہوگا تو اِسی دنیا میں ہوگا۔

وقوعِ دیدار میں کس کا قول قطعی ہے:۔ دیدار کا مسئلہ حقائق ولایت سے متعلق ہے

لوازم نبوت سے نہیں اور اِس مسئلہ میں خاتم ولایت محمدیہ حضرت مہدی علیہ السلام کا فرمان قطعی حجت ہے۔ حضرت مہدی علیہ السلام نے دیدارِ دنیوی کا دعویٰ فرمایا ہے اس کے مقابلہ امتِ محمدیہ میں کسی فردِ بشر کا قول قابلِ تسلیم نہیں ہو سکتا۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کی ذاتِ اقدس معصوم عن الخطاء ہے اور اس پر علمائے اہل سنت متکلمین و محققین متفق ہیں اور مہدی کو معصوم جانتے ہیں چنانچہ شیخ محی الدین ابن عربی نے فتوحات میں لکھا ہے۔

ترجمہ: ''حضرت رسول اللہ ﷺ نے ائمہ دین میں سے کسی امام کی نسبت جو آنحضرت کے بعد ہونے والا ہے یہ تصریح نہیں فرمائی کہ وہ آپ کا وارث ہوگا اور قدم بہ قدم آپ کی پیروی کرے گا مگر خاص مہدی (علیہ السلام) کے لئے یہ صراحت فرمائی ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے آپ (مہدیؑ) کے لئے اپنے احکام میں معصوم ہونے کی شہادت دی ہے جیسا کہ دلیل عقلی نے رسول اللہ ﷺ کے اپنے احکام میں معصوم ہونے کی گواہی دی ہے''

ایک اور مقام پر فتوحات ہی میں شیخؒ نے مہدی علیہ السلام کو '' وجعله ملحقاً بالانبیاء '' یعنی (رسول اللہ ﷺ نے) ان کو (مہدی کو) ملحق بالانبیاء فرمایا ہے تحریر کیا ہے

امام طحاوی نے حاشیہ درالمختار میں لکھا ہے۔

''مہدی مجتہد نہیں اس لئے کہ مجتہد خطا بھی کرتا ہے اور آپ سے (مہدی سے) کبھی خطا نہیں ہو سکتی کیونکہ آپ رسول اللہ کی شہادت کی بناء پر اپنے احکام میں معصوم ہیں اور یہ بات انبیاء علیہم السلام کے حق میں اجتہاد جائز نہ ہونے کے مسئلہ پر مبنی ہے''۔

اِسی طرح اور بزرگوں کی تحریریں پیش کی جا سکتی ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مہدی بہ فرمانِ نبی کریم ﷺ معصوم عن الخطاء ہیں اور آپ سے خطا سرزد نہیں ہو سکتی۔ اس کے بالمقابل جو مفسرین و متکلمین دیدارِ دنیوی کا انکار کریں اُن میں سے کسی کی نسبت کوئی ایسی شہادت نہیں ہے کہ وہ معصوم ہیں اور خطا نہیں کرتے کیونکہ اُن سب کا حکم رائے قیاس اور اجتہاد پر ہوگا جس میں خطا کا امکان ہے۔ اِس لئے ہمارے پاس حضور مہدی علیہ السلام کا فرمان کہ اِس دنیا میں دیدارِ خدا ممکن ہے قطعی اور یقینی ہے اور ہر مومن کے لئے ضروری ہے کہ وہ سر کی آنکھ سے یا دل کی آنکھ سے یا خواب میں اللہ تعالیٰ کا دیدار حاصل کرے یا دیدار حاصل کرنے کی طلب صادق رکھے۔ ○○○

ہجرت

ہجرت کے صحیح معنی: ہجرت کے اصلی معنی دوری اور بچھڑنے کے ہیں۔اگر کسی شخص کو کسی مقام پر احکام دین پر عمل کرنے اور دین کی حفاظت اور اسکے اظہار میں دشواریاں پیش ہوتی ہوں تو اسکے۔لئے اس مقام سے ہٹ جانا اور کسی دوسرے مقام پر چلے جانا ہجرت کہلاتا ہے۔ان معنی کے لحاظ سے جو تخیل ہے کہ ہجرت دار الحرب (کافروں کے ملک) سے دار الاسلام (مسلمانوں کے ملک) کی طرف جانے کو کہتے ہیں پوری طرح صحیح نہیں ہے۔حضور نبی کریم ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے۔

ترجمہ:۔''جس شخص نے اپنے دین کی حفاظت کی خاطر کسی سرزمین سے دوسرے حصۂ زمین کی طرف راہ فرار اختیار کی اگر چہ ایک بالشت ہی کیوں نہ ہو وہ جنت کا مستحق ہوگا اور اپنے باپ ابراہیم اور اپنے نبی محمد کا رفیق ہوگا کیونکہ ان دونوں نے بھی ہجرت کی تھی۔''

اس حدیث شریف سے معلوم ہو رہا ہے کہ دین کی حفاظت ہجرت کے لئے ایک ضروری سبب ہے لیکن اسکی کوئی وضاحت نہیں ملتی کہ ہجرت کے لئے دار الحرب سے دار الاسلام جانا ضروری ہے۔چنانچہ حضرت رسول مقبول ﷺ کے زمانہ میں پہلی ہجرت مکہ سے بحکم رسول علیہ السلام حبش کو ہوئی جس میں حضرت جعفر طیارؓ ،حضرت عثمان غنی اور دوسرے صحابہ موجود تھے۔اس وقت حبش کا حاکم نجاشی عیسائی مذہب کا پیرو تھا اور وہاں اس سے پہلے کوئی مسلمانوں کی جماعت موجود نہیں تھی۔ اس لحاظ سے اسکی مثال یوں ہے کہ مکہ جو اس وقت کافروں کی زمین تھا اور مسلمانوں پر بہت ظلم وستم ہو رہے تھے وہاں سے حبش جو دار الاسلام نہیں تھا وہاں مسلمانوں نے ہجرت کی۔دوسری ہجرت خود رسول اللہ ﷺ نے مکہ سے مدینہ کی جانب کی اور دوسرے مسلمان بھی اس میں شریک ہوئے۔ اس موقع پر بھی مدینہ کو دار الاسلام نہیں کہا جاسکتا۔کیونکہ وہاں کچھ ہی لوگ مسلمان ہوئے تھے اور یہودی اور دوسری غیر مسلم قومیں رہتی تھیں۔

حضور نبی کریم ﷺ سے پہلے بھی ہجرت دین کی حفاظت کی خاطر ایک مقام سے

دوسرے مقام کو کی جاتی تھی لیکن وہاں بھی ہجرت کرنے والے صرف دار الاسلام نہیں جاتے تھے کحل الجواہر جلد اول میں تفسیر کبیر کے حوالے سے یہ تحریر موجود ہے۔

''ابراہیم علیہ السلام نے جب انکے طریقہ اور انکے شہر سے علیحدگی اختیار کی تو انھیں پروردگار نے جدھر کا حکم دیا ادھر کی ہجرت کی۔''

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ کے حکم سے وہ کسی دوسرے مقام کو چلے گئے جس کا دار الاسلام اور دار الایمان قرین قیاس نہیں۔

ایک اور بھی غلط فہمی ہجرت کے متعلق عام لوگوں میں یہ بھی ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت کا حکم ختم ہوگیا۔اصل میں یہ خیال حدیث شریف لا ہجرت بعد الفتح سے پیدا ہوا ہے جس کے معنی ہیں فتح (مکہ) کے بعد ہجرت نہیں۔لیکن حدیث کے معنی کو سمجھنے میں غلطی کی جاتی ہے۔مکہ میں پہلے کفار کا قبضہ تھا اور مسلمانوں کو یہاں طرح طرح کی تکلیفیں دی جاتی تھیں اس لئے وہ مدینہ کی طرف ہجرت کرتے تھے اور یہ ضروری بھی تھا۔

لیکن جب مکہ فتح ہوگیا تو وہاں مسلمانوں کی کثرت ہوگئی اس لئے اب مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔حضور نبی کریم ﷺ کی حدیث بھی اس واقعہ کے حد تک ہے کہ مکہ فتح ہونے کے بعد مکہ سے مدینہ کو ہجرت کی ضرورت باقی نہیں رہی۔اسکو عمومی حکم سمجھنا اور ہجرت کی فرضیت ہی سے انکار کرنا جس کے لئے قرآن مجید میں صاف صریح آیات ہیں صریح غلطی ہے۔ہمارے اس بیان کی تائید تفسیر کتاب التاویل کے اس حصہ سے ہوتی ہے جس کو حضرت پیر و مرشد مولانا ابوسعید سید محمود مرشد میاں صاحبؒ نے توضیحات نقلیات بندگی میاں عبد الرشیدؒ میں تحریر فرمایا ہے۔ترجمہ:۔حسن نے کہا کہ ہجرت غیر منقطع ہے اور (لا ہجرۃ بعد الفتح) کا جواب یہ ہے کہ اس ممانعت سے مکہ سے مدینہ کو ہجرت کرنا مخصوص ہے لیکن ہر وہ مومن جو کسی ایسے شہر میں ہو جہاں کثرت کفار کی وجہ اظہار دین خوفناک ہو تو اس کے لئے ایسے شہر کی طرف ہجرت کر جانا واجب ہے جہاں اظہار دین کی صورت میں خوف نہ ہو۔''

دینی اصطلاح میں لفظ ہجرت مقام سکونت سے ایسی دوری ہو جانے کے لئے استعمال

ہوتا ہے جو اللہ کے لئے رسول کے لئے اور دین کیلئے ہو۔لیکن لوگ اپنا مقام سکونت اور مقاصد سے بھی چھوڑ سکتے ہیں دینی اعتبار سے یہ ہجرت نہیں ہے کیونکہ جس نیت سے ہجرت کی جاتی ہے وہ اسی کے لئے تصور کی جائے گی۔ کحل الجواہر جلد اول میں بخاری شریف کی ایک حدیث مبارک نقل کی گئی ہے جس کا ترجمہ پیش کیا جارہا ہے۔

ترجمہ:۔اپنے اعمال نیتوں ہی پر موقوف ہیں اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جو اس نے نیت کی پس جس کی ہجرت اللہ اور رسول کی طرف ہو اس کی ہجرت اللہ اور رسول کی طرف ہو گی اور جس کی ہجرت دنیا کے لئے ہو جسکو وہ حاصل کرے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لئے ہو تو اسکی ہجرت اسی کی طرف سمجھی جائے گی۔"

قرآن حکیم میں ہجرت کے فرض ہونے اور قیامت تک غیر منقطع ہونے کے سلسلے میں جو آیات موجود ہیں ان میں سے چند یہ ہیں

(۱) ان الذین امنو و الذین هاجرو او جاهد فی سبیل الله او لئک یر جون رحمته الله و الله غفور رحیم (۲۔البقرہ)

ترجمہ:۔ جو لوگ (خدا اور رسول اور انکے احکام پر) ایمان لائے ہیں اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہی لوگ اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں۔اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے

(۲) فالذین هاجرو ا واخرجو من دیارهم و اوذوافی سبیلی و قاتلوا و قتلو الاکفرن عنهم سیاتهم ولادخلنهم جنات تجری من تحت الانهار ثوابا من عند الله و الله عنده حسن الثواب (۳۔۱۱ آل عمران)

ترجمہ:۔جن لوگوں نے اپنے دیس سے ہجرت کی اور وہ اپنے دیس سے نکالے گئے اور ہمارے راستہ میں ستائے گئے ہم ان کی خطاؤں کو (انکے نامۂ اعمال سے) محو کر دیں گے اور ان کو ایسی جنتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہونگی۔اللہ کے ہاں یہ بدلہ ہے اور اللہ ہی کے ہاں اچھا بدلہ ہے۔

(۳) ومن یهاجروا فی سبیل الله یجد فی الارض مراغما کثیرا و

سعته (۵۔۱۱۔نساء)

ترجمہ:۔ جو شخص اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا تو زمین میں اسکو کشائش اور وسیع جگہ ملے گی۔

(۴) للفقراء المهاجرین الذین اخرجوا من دیارهم و اموالهم یبتغون فضلا من الله و رضوانا و ینصرون الله و رسوله اولئک هم الصادقون (الحشر)

ترجمہ:۔ان فقراء کا حق ہے جنھوں نے ہجرت کی اور اپنے دیس سے نکالے گئے اور اپنے مال سے بے دخل کیے گئے اللہ کے فضل کی طلب اور رضا جوئی کے لئے اور اللہ کی اور اسکے رسول کی مدد کرتے ہیں اور یہی صادق الایمان ہیں۔

ان آیات شریفہ کے ساتھ کچھ ایسی آیات پر بھی غور فرمایئے جن میں ضرورت رہنے کے باوجود ہجرت نہ کرنے پر تنبیہہ اور وعید سنائی گئی ہے۔

(۱) و الذین آمنوا ولم یهاجرو مالکم من ولایتهم من شئی حتیٰ یهاجروا (انفال)

ترجمہ:۔ جو لوگ ایمان لائے مگر ہجرت نہیں کی تو اس وقت تک تم (مومنوں کو) انکی ولایت حاصل نہیں ہے جب تک کہ وہ ہجرت نہ کریں

(۲) فلاتتخذوا منهم اولیاء حتیٰ یهاجروا فی سبیل الله

ترجمہ:۔تم ان میں سے کسی کو دوست نہ بناؤ جب تک وہ اللہ کی راہ میں ہجرت نہ کریں

(۳) ان الذین توفیهم الملائکة ظالمی انفسهم قالوا فیما کنتم قالوکناً مستضعفین فی لارض قالوا لم نکن ارض الله واسعة فتها جروا فیها اولئک ماوا هم جهنم و ساعت مصیرا (النساء)

ترجمہ:۔جن لوگوں کی ملائکہ نے (اس حالت میں) جان قبض کی کہ وہ (کافروں میں پڑے رہ کر) اپنی ذات پر ظلم کر رہے تھے انہیں ملائکہ نے کہا تم کسی حالت میں تھے۔وہ کہیں گے ہم بے بس تھے۔(ملائکہ) کہیں گے کیا اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع نہیں تھی کہ تم اس میں کسی طرف ہجرت

کر جاتے یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔

ہجرت کی فرضیت اور اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہؑ کرام نے قرانی احکام کی روشنی ہی میں ہجرت فرمائی ہے اور مسلمانوں کا شاندار سنہ ہجری حضور نبی کریم ﷺ کی ہجرت کی ایک صحیح نشانی بن گیا ہے۔ حضور کے بعد اولیاء اللہ اور بندگان صالحین نے دینی تعلیم تزکیہ نفس اور کاملین کی صحبت سے فیض یاب ہونے کے لئے اس عمل کو جاری رکھا اور ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل ہوتے رہے حتیٰ کہ حضور مہدی موعود علیہ السلام کا زمانہ نوری ظاہر ہوا جس میں حضورؑ نے اپنے صحابہؑ کرام کے ساتھ ہجرت کا ایک ایسا شاندار ریکارڈ چھوڑا جس کی مثال اسلامی تاریخ میں ملنی مشکل بلکہ محال ہے۔ صاحب تفسیر مدارک نے آیت شریفہ فی الذین ھاجرو الایہ کے تحت لکھا ہے اخری زمانہ میں بھی ہجرت اسی طرح ہونے والی ہے جس طرح کہ ابتداء اسلام میں ہوئی ہے۔ حضرت پیرو مرشد مرشد میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ آخری زمانے سے مراد زمانہ مہدی علیہ السلام ہے (دیکھو توضیحات نقلیات بندگی میاں عبدالرشیدؓ) نقلیات بندگی میاں عبدالرشیدؓ اور انصاف نامہ میں ایک نقل سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بندگی میاں سید خوندمیر صدیق ولایتؓ نے فرمایا ہے کہ حضور مہدی علیہ السلام نے قرآن مجید کی اور ایک آیت سے بھی ہجرت کی فضیلت اور فرضیت کا اعلان فرمایا ہے وہ آیت یہ ہے

لایستو ی القاعدون من المومنین غیر اولی الضرور و المجاھدون فی سبیل اللہ باموالھم و انفسھم فضل اللہ المجاھدین علی القاعدین درجتہ و کلا وعد اللہ الحسنیٰ . فضل اللہ المجاھدین علی القاعدین اجراً عظیما (النساء رکوع ۱۳)

ترجمہ:۔ برابر نہیں وہ مسلمان جو بلا کسی عذر کے گھر میں بیٹھے رہیں اور وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں بہ نسبت گھر میں بیٹھنے والوں کے اور سب سے اللہ تعالیٰ نے اچھا وعدہ کر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو بہ مقابلہ گھر میں بیٹھنے والوں کے اجر

عظیم دیا ہے۔

اس آیت شریفہ میں بظاہر ہجرت کے الفاظ موجود نہیں ہیں اور یہی وجہ ہے کہ مہدویہ پر اعتراض کرنے والوں میں ایک معترض نے لکھا ہے کہ اس آیت سے ہجرت کی فرضیت ظاہر نہیں ہوتی لیکن معانیٔ قرآن کو نور ایمان سے سمجھنے والوں کے لئے اس میں ذرا شک وشبہ کرنے کی گنجائش نہیں ہے کہ اس آیت سے بھی ہجرت کی فرضیت ثابت ہو جاتی ہے۔

پہلے سمجھنا چاہئے کہ مجاہدین فی سبیل اللہ کون لوگ ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کی راہ میں اپنی جانوں اور اپنے مال سے جہاد کرتے ہیں۔ قاعدین وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں میں بیٹھتے ہیں اور جہاد میں شریک نہیں ہوتے۔ قاعدین کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ قاعدین اولی الضرر یعنی ایسے لوگ جو کسی عذر کے سبب گھر میں بیٹھتے ہیں لیکن نیت جہاد کی رکھتے ہیں اور جہاد میں شریک نہ ہونے کے سبب مغموم رہتے ہیں۔ دوسرے قاعدین غیر اولی الضرر یعنی وہ لوگ جو بغیر کسی عذر کے ہیں اور جہاد کو ترک کر کے گھر میں بیٹھتے ہیں۔

اب آیت کے مفہوم پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ مجاہدین کو قاعدین اولی الضرر (عذر کے ساتھ جہاد میں شریک نہ ہوسکنے والے) پر ایک درجہ کی فضیلت عطا فرما رہے ہیں

ہجرت کے معنی ان چیزوں سے دوری ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ جو لوگ جہاد کے لئے نکلتے ہیں وہ اپنے مسکن و وطن کو چھوڑ کر اللہ کی راہ میں نکل پڑتے ہیں اور اپنی جانوں سے اپنے مال سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جد و جہد (جہاد یا قتال) کرتے ہیں حالانکہ اپنا وطن اپنا مسکن اپنی آل اولاد، اپنا مال سب کچھ چھوڑ دینا پڑتا ہے۔ اس طرح بغیر ہجرت یعنی ان چیزوں سے دوری کے جہاد ممکن ہی نہیں ہوسکتا۔ اس لئے مجاہدین پہلے مہاجر ہیں پھر مجاہد۔

جہاد کے دو معنی ہیں ایک جہاد بالسیف (یعنی قتال) اور دوسرے جہاد بالنفس۔ چنانچہ جہاد بالسیف تو ضرور قتال ہے اور میدان جنگ میں اللہ کے لئے لڑنا ہے لیکن جہاد بالاموال اصل میں قتال نہیں بلکہ جہاد بالنفس ہے کہ نفس تو چاہتا ہے ہم روپیہ پیسہ اپنے پاس رکھیں لیکن اللہ کے لئے اس سے دوری حاصل کی جاتی ہے اسی طرح دنیاوی خواہشات شیطانی وسوسوں اور تمام غیر

الٰہی میلانات کو چھوڑ دینا اصل میں جہاد بالنفس ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث شریف ہے:

ترجمہ:۔ "مجاہد وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں اپنے نفس سے جہاد کرے"

اسی طرح بیہقی نے شعب الایمان میں ایک حدیث بیان کی ہے

ترجمہ:۔ مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس کے ساتھ اللہ کی اطاعت میں جہاد کرے۔ صاحب مدارک نے یہ روایت بھی بیان کی ہے:

ترجمہ:۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر افضل الجہاد ہے۔

اس لئے رسول اللہ ﷺ نے جہاد بالنفس کو جہاد اکبر اور جہاد السیف کو جہاد اصغر قرار دیا ہے اور فرمایا ہے: ترجمہ "ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف رجوع ہوتے ہیں" آیت شریفہ زیر غور میں جن مجاہدین کا ذکر فرمایا گیا ہے ان میں جہاد اصغر یعنی قتال کرنے والے اور جہاد اکبر یعنی جہاد بالنفس کرنے والے دونوں کا ذکر ہے۔ چنانچہ اس آیت شریف کے بعد ہی کی آیت ملاحظہ ہو:

درجات منه و معفرة و رحمه و کان الله غفورا رحیما .

ترجمہ: "بہت سے درجے جو خدا کی طرف سے ملیں گے اور مغفرت اور رحمت اور اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں"

کحل الجواہر جلد اول میں علامہ سید نصرتؒ نے تفسیر کبیر اور تفسیر بیضاوی سے "مجاہدین" کی تشریح میں یہ دو اقتباسات دیئے ہیں۔

(۱) تفسیر کبیر۔ ترجمہ: "قلب کو غیر اللہ کی طرف ملتفت ہونے سے روکنا یعنی اللہ ہی کی اطاعت میں مستغرق رہنا" اس جہاد اکبر کا ماحصل ہے جب کہ یہ مقام (جہادِ اصغر) سے اعلیٰ ہے۔ اس لئے پہلے مقام کی فضیلت "درجہ" اور دوسرے مقام (جہاد اکبر) کی فضیلت "درجات" قرار دی گئی ہے"

(۲) تفسیر بیضاوی۔ ترجمہ: "یہ بھی کہا گیا ہے کہ پہلے مجاہدین کفار سے جہاد کرنے والے ہیں اور دوسرے مجاہدین وہ ہیں جو اپنے نفس سے جہاد کرتے ہیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ کا فرمان دلیل ہے کہ ہم نے جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر کی طرف رجوع کیا ہے"

غرض لا یستوی القاعدون الایه سے ہجرت کی فضیلت وفرضیت ظاہر ہوتی ہے اور یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ جہاد کے لئے چاہے وہ جہاد بالسیف ہو یا جہاد بالنفس پہلے ہجرت (غیر اللہ سے دوری) ضروری ہے۔

آخر میں ہم حضور مہدی علیہ السلام کے بعض فرامین ہجرت سے متعلق تحریر کرکے اس مضمون کو ختم کرتے ہیں۔

(۱) میاں سید خوندمیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص مہدی علیہ السلام کو قبول کرتا ہے اور فرض ہجرت اور حضرت کی صحبت سے باز رہتا ہے حضرت مہدی علیہ السلام نے اس کے لئے منافقی کا حکم اس آیت شریفہ کی رُو سے بیان فرمایا ہے

مومنین سے جو اولی الضرر قاعدین .... الیٰ آخرہ

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ مجاہدین قاعدین اولی الضرر پر ایک مرتبہ کی فضیلت رکھتے ہیں اور غیر اولی الضرر پر کئی مراتب کی فضیلت رکھتے ہیں۔ پس ان لوگوں کو (قاعدین غیر اولی الضرر) درجات کی بجائے خسارات ہونگے اور مغفرت کی بجائے عذاب ہوگا اور قاعدین غیر اولی الضرر پر نفاق کا جو حکم ہے وہ ظاہر ہے (نقلیات بندگی میاں عبدالرشیدؒ)

(۲) حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا جو لوگ گجرات سے ہجرت کرکے خراسان آئے ہیں اگر اُن میں سے کسی کا دل اپنے وطن کی طرف مائل ہو تو وہ ظالم کے حکم میں ہے (نقلیات بندگی میاں عبدالرشیدؒ)

(۳) حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص صحیح ہجرت کرکے دائرہ میں آچکا ہے وہ اُس شخص کا مرشد ہے جو شام میں آیا کیونکہ سابق مسبوق کا امام ہوتا ہے۔

(۴) میاں سید خوندمیرؒ نے اپنے زمانہ میں ارشاد فرمایا جو لوگ اس زمانہ میں ہجرت کرتے ہیں اور دائرہ میں رہتے ہیں اور جو لوگ اس کے بعد آئیں گے یہ وہ لوگ ہیں جن کی ارواح حضرت مہدی علیہ السلام کے سامنے صحیح ہو چکی ہیں۔ اس وقت جو لوگ ہماری تبلیغ پر ترک دنیا کرتے ہیں اور مہدی علیہ السلام کی تصدیق کرتے ہیں یہ بھی اُسی تصحیح کا نتیجہ ہے۔ (نقلیات

حضرت بندگی میاں عبدالرشیدؓ)

(۵) حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا رسول ﷺ کے وقت بعض مہاجرین تھے بعض انصار اور مہدیؑ کے زمانہ میں انصار نہ ہو گئے کیونکہ مہدیؑ نے فرمایا مہدیؑ کا ناصر خدا ہے اور مہدی کے لئے مہاجرین کے سوائے دوسرے نہ ہو نگے اور ہجرت ترک کرنے والوں کو حضرت مہدیؑ نے منافق فرمایا ہے (انصاف نامہ)

(۶) حضرت بندگی میاں سید خوندمیر نے نقل بیان کی کہ ایک مرتبہ ملک معروفؒ نے حضرت مہدی علیہ السلام سے عرض کی کہ میری والدہ نے خط بھیجا ہے کہ ایک بار یہاں آؤ۔ اگر خوندگار کی رضا ہو تو یہ بندہ جاتا ہے۔ حضرت مہدی علیہ السلام نے جواب فرمایا۔ اے ملک معروف اپنی والدہ کو لکھ بھیجو کہ ملک معروف مر گیا۔ (انصاف نامہ)

قوم مہدویہ میں حضرت مہدی علیہ السلام کے زمانے میں آپ صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں ہجرت کا عمل زور و شور سے جاری تھا۔ دائرہ کے تمام لوگ اپنے مرشد کے ساتھ ایک مقام سے دوسرے مقام کو منتقل ہوتے رہتے تھے۔ کچھ عرصہ سے یہ عمل کم ہو گیا ہے لیکن ہجرت جو جہاد بالنفس کے لئے بھی ضروری ہے وہ بہر حال قوم میں اب بھی جاری و ساری ہے۔ قرآن حکیم کی آیات کی روشنی میں اور حضور مہدی علیہ السلام کی تعلیمات کے صدقہ میں اب بھی قوم مہدویہ میں جہاد بالنفس کا عمل جاری ہے جس کو ترکِ دنیا کہتے ہیں جس میں انسان دنیاوی خواہشات نفسانیات اور غیر الٰہی حرص و ہوا سے دوری اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو جاتا ہے اور اُس کے دیدار کی طلب میں اپنے آپ کو پوری طرح مصروف کر لیتا ہے۔ اِسی کو ہجرت باطنی کہا جاتا ہے۔

سبحان اللہ بحمدہٖ سبحان اللہ العلی العظیم

☆☆☆

دید

اللہ تعالیٰ نے انسان کے جسم کے ہر ہر عضو کو کارآمد اور فائدہ مند بنایا ہے ہاتھ کام کاج کرتے ہیں۔ پاؤں چلنے پھرنے میں کام آتے ہیں۔ دماغ سوچتا ہے۔ جگر خون صاف کرتا ہے۔ دل اپنی حرکت سے سارے اعضاء کو کنٹرول کرتا ہے اور انسان کی زندگی کا سبب بنتا ہے۔

انسان کے جسم کا ایک خوبصورت حصہ جو اس کیلئے کائنات کو بھی خوبصورت بنا دیتا ہے وہ آنکھ ہے۔ آنکھ کی اہمیت کو مختلف شعراء نے مختلف طریقہ سے بیان کیا ہے۔ مثلاً اقبال کہتے ہیں آنکھ سارے جسم کی ہمدرد ہے۔ کہتے ہیں۔

مبتلائے درد کوئی عضو ہو روتی ہے آنکھ
کس قدر ہمدرد سارے جسم کی ہوتی ہے آنکھ

آنکھ اللہ تعالیٰ کی انسان کے لئے بہت بڑی نعمت ہے۔ انسان اپنی آنکھ سے دنیا کی ہر چیز دیکھتا اور اس کا صحیح ادراک کرتا ہے۔ بیچارے نابینا لوگوں کی زندگی گزر تو جاتی ہے لیکن وہ دیکھنے کی نعمت سے محروم رہتے ہیں۔ جس چیز کو انسان حاصل نہیں کر سکتا اسکو دیکھ کر کم سے کم ایک سکون اور اطمینان حاصل کرتا ہے۔ غالب کا مشہور شعر ہے۔

گو ہاتھ میں جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے
رہنے دو ابھی ساغر و مینا میرے آگے

آنکھوں کی خوبصورتی اس غضب کی ہوتی ہے کہ لوگ ان کو دیکھ کر مست ہو جاتے ہیں ایسے مست کہ انھیں شراب پینے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ مرزا رفیع سودا کا مشہور شعر ہے۔

کیفیتِ چشم اسکی مجھے یاد ہے سودا
ساغر کو میرے ہاتھ سے لینا کہ چلا میں

ملاقات کا اصل لطف تو آنکھوں ہی سے ملتا ہے۔ جب دوست کا سامنا ہوتا ہے تو اس

کے خوبصورت چہرے کو دیکھ کر دل کو سکون اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے بعض صوفیاء نے تو سارے جسم کا بہترین حصہ آنکھ کو قرار دیا ہے۔ حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ جو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے خلیفے اور حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے مرشد ہیں انکے متعلق مشہور ہے کہ یہ ہندی دوہا کہا تھا۔

کاگا سب تن کھائیو اورچُن چُن کھائیو ماس
دو نیناں مت کھائیو پیا ملن کی آس

یعنی وہ کوے سے مخاطب ہوکر کہتے ہیں۔ اے کوے میرے جسم کے تمام حصوں کا گوشت نوچ نوچ کر کھالے لیکن میری دو انکھیں چھوڑ دے کیونکہ جب میں اپنے محبوب (اللہ) کے حضور جاؤں تو ان آنکھوں سے اسکا دیدار کر سکوں۔ سبحان اللہ کس قدر اونچی اور قابل قدر بات کہی ہے حضرت فرید الدین گنج شکرؒ نے۔ واقعہ یہ ہے کہ ہمارے تمام اولیاء کے پاس اللہ کے دیدار سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں تھی۔ نہ دنیا کی زندگی نہ آخرت میں جنت۔ جنت اصل میں اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے لیکن اس کو سب سے بڑی نعمت سمجھنا ایک غلطی ہوگی۔ جنت الفردوس سے بڑھ کر نعمت اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے یہ بات یہ حقیر کمترین اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا ہے بلکہ قرآن پاک میں اس کا اشارہ موجود ہے۔ چنانچہ سورہ یونس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے۔

للذین احسنوا الحسنی و زیادہ (یونس ۲۶)

ترجمہ: جنھوں نے کی بھلائی ان کے لئے بھلائی اور زیادتی

مفسرین نے زیادتی کے معنی دیدار باری تعالیٰ کے لئے ہیں۔ چنانچہ مفسر قرآن جناب محمد شفیع صاحب (تفسیر معارفِ قرآن) نے لکھا ہے۔ ''اس آیت کی تفسیر جو رسول اللہ ﷺ نے خود فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ اس جگہ اچھے بدلے سے مراد جنت ہے اور زیادہ سے مراد حق تعالیٰ سبحانہ کی زیارت ہے جو اہلِ جنت کو حاصل ہوگی (تفسیر قرطبی بحوالہ انسؓ)''

اس سے معلوم ہوا کہ جنت کی نعمتیں تو بلا شبہ بے حد و شمار ہیں لیکن ان سب میں بڑی نعمت دیدار باری تعالیٰ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ''زیادہ'' کے لفظ سے ظاہر فرمایا ہے۔ حضرت

امامنا مہدیؑ نے بھی فرمایا ہے کہ اگر تجھ کو سات جنتیں بھی ملیں تو قبول نہ کر اور آگے بڑھ جا۔

جب دیدار باری تعالیٰ کی بات آ گئی تو ملاحظہ کیجئے کہ اس نعمت کے مقابلہ میں کوئی اور نعمت نہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اولوالعزم صاحب کتاب پیغمبر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی ہمکلامی سے مشرف فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی یہ ایک شاندار صفت ہے جو موسیٰ علیہ السلام کو حاصل ہوئی۔ پھر بھی حضرت موسیٰ کا اشتیاق اور بڑھا۔ کلام کرنے پر اکتفا ممکن نہ ہو سکا اور اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی درخواست کر ڈالی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیدار ہوا یا نہیں ہوا اس بحث کو چھوڑیئے اور یہ آسان نتیجہ نکالئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہمکلامی دید باری تعالیٰ کے مقابل نسبتاً کم درجہ میں تھی اس لئے انھوں نے اعلیٰ تر مقام کی خواہش فرمائی۔

بعض علماء نے خیال ظاہر کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طور پر دیدار نہ ہونے کا سبب تھا کہ سب سے پہلے یہ نعمت حضور پر نور سرور الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کو دی جانے والی تھی۔ چنانچہ حضور رسولِ مقبول ﷺ کو شب معراج میں آسمانوں کی سیر کروائی گئی۔ جنت دوزخ دکھائے گئے اور آخر میں عرشِ آعظم پر حضور کو بلایا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف فرمایا گیا۔

لیکن یہ سمجھنا کہ حضور رسولِ مقبول ﷺ کو صرف معراج میں دیدار ہوا صحیح نہیں ہوگا۔ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے مجھے اللہ کے ساتھ ایسا وقت بھی حاصل ہے جب بیچ میں مقرب فرشتے اور اولوالعزم پیغمبر کوئی نہیں ہوتے۔

یہ دیدار کا مقام بھی بڑا عجیب ہے۔ یہاں دید صرف چہرے کی ظاہری آنکھوں سے نہیں بلکہ ہر موئے تن کو آنکھیں بخشی جاتی ہیں اور سارا جسم اطہر مجسّم آنکھ بن جاتا ہے۔ پھر اس دید کی خصوصیت یہ تھی کہ جو چیزیں آنکھوں سے نظر نہیں آتی تھیں وہ بھی آپ دیکھ لیتے تھے۔ چنانچہ روایت ہے کہ ایک صحابی حضور ﷺ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے اور ان سے کوئی سہو ہو گیا۔ حضور ﷺ نے پیچھے مڑے بغیر انکو ٹوک دیا۔ صحابی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے مجھے نہیں دیکھا پھر یہ ہدایت کیسے دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں سامنے بھی دیکھتا ہوں اور پیچھے بھی۔ مطلب یہ کہ جو چیز دوسروں کو چہرہ کی انکھوں سے نظر نہیں آتی حضور ﷺ اسکو بھی دیکھ لیتے تھے۔ بعض اوقات

آپ کسی اور عالم میں رہتے اور سامنے کی چیز پہچان نہ سکتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ام المومنین بی بی عائشہ صدیقہؓ آپ کے سامنے آئیں۔ آپ نے پوچھا کون۔ بی بی نے عرض کیا عائشہ آپ نے کہا کون عائشہ بی بیؓ نے کہا ابوبکر کی بیٹی۔ آپ نے فرمایا کون ابوبکر۔ اس پر بی بیؓ سمجھ گئیں کہ دنیائے ارضی سے ہٹ کر کسی اور عالم کی سیر فرما رہے ہیں۔ اس لئے خاموش گذر گئیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے نہ صرف حضرت رسول اللہ ﷺ کو اپنے دیدار سے مشرف فرمایا بلکہ آپ کو اور آپ کے تابع تام حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مسلمانوں کو دعوتِ بصیرت (دعوتِ دیدار) دینے کا حکم دیا۔ چنانچہ قرآنِ شریف میں سورہ یوسف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے :قل هٰذه سبيلى ادعو االى الله علىٰ بصيرة انا و من اتبعنى و سبحان الله و ما انا من المشركين ۔ ترجمہ: کہو یہ میرا راستہ ہے۔ بلاتا ہوں تم کو بصیرت (دیدار) پر میں اور جو میرے ساتھ ہے اور میں نہیں شرک کرنے والوں میں

"جو میرے ساتھ ہے" کے الفاظ "تابع" کیلئے مفسر قرآن جناب محمد شفیع صاحب کے ہیں اور انھوں نے اپنی تفسیر میں اسکے خاص و عام دونوں معنی اپنے طور پر بتلائے ہیں۔ خاص معنی میں جو میرے ساتھ ہیں کا مطلب صحابہ رسول رضوان اللہ علیکم ہیں (بقول حضرت ابن عباسؓ اور ابن مسعودؓ) اور عام معنی میں جو بھی مسلمان ہیں وہ دین کی تبلیغ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہیں۔

"تابع" (جو میرے ساتھ ہے) کی تعبیر میں جناب شفیع صاحب نے اپنے عقیدے کی بناء پر صحابہ رسول کو اس کا مصداق ہونا بتلایا ہے۔ صحابہ رسول ﷺ بے شک بہت اعلیٰ مقام رکھتے ہیں اور ان کے مقام تک ان کے بعد کے کسی اولوالعزم ولیِ کبیر کی بھی پہونچ ناممکن ہے۔ یہ ہمارا بھی عقیدہ ہے لیکن تابع (جو میرے ساتھ ہے) کو صحابہ رسول ﷺ سے مربوط کر دینا صحیح نہیں ہے۔ آیت شریف کے الفاظ ادعوا الى الله بتلا رہے ہیں کہ یہ دعوت اللہ کی طرف سے ہے جو رسول ﷺ اور ان کے تابع دے رہے ہیں۔ اب غور کیجئے اللہ تعالیٰ جب کبھی کوئی دعوت دیتے ہیں تو اس کے لئے اصالتاً اپنے نبی یا خلیفہ ہی کو مامور فرماتے ہیں جو معصوم ہوتے ہیں۔ عام انسانوں اور غیر معصوم انسانوں کے ذریعہ خدائی دعوت نہیں دی جاتی۔ اس آیت شریف میں بھی جو دعوت

دی گئی ہے اس کے دینے کے لئے رسول اللہ ﷺ کو مامور کیا جا رہا ہے اور ساتھ میں ان کے تابع کو بھی تو تابع (ساتھ دینے والا) معصوم ہونا اور خلیفۃ اللہ ہونا ضروری ہے۔ صحابہ کرام اپنی اعلیٰ صلاحیتوں اور مقام کے باوجود معصوم نہیں ہیں اسلئے تابع کا مصداق انکو قرار دینا صحیح نہیں ہو سکتا۔ یہ سچ ہے کہ جو دعوت رسول اللہ ﷺ دیتے ہیں اسکی تشہیر و تبلیغ بعد میں دوسروں کے حصہ میں آتی ہے۔ لیکن یہ تبلیغ رسول و خلیفۃ اللہ کے اتباع میں دی جاتی ہے اللہ کے حکم پر نہیں۔ اس لئے رسول و خلیفۃ اللہ کی دعوت کا مقام اور ہے اور بعد کے لوگوں کی دعوت کا مقام اور۔ دونوں کو یکساں قرار نہیں دیا جا سکتا۔

اس بحث سے یہ ثابت ہوا کہ دعوتِ الی اللہ میں رسول اللہ کے تابع (ساتھ دینے والے) صرف خلیفۃ اللہ ہی ہو سکتے ہیں۔ اب غور کیجئے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے بعد امتِ رسول میں سوائے مہدیؑ کے دوسرے خلیفہ نہیں انکو رسول اللہ نے خلیفۃ اللہ کہا ہے ان کی معصومیت پر یہ حدیث شاہد ہے "المهدى منى يقفو اثرى ولا يخطى" یعنی مہدی مجھ سے ہے میرے قدم بہ قدم چلے گا اور خطا نہ کرے گا۔ گویا یہ حدیث بھی حضور مہدیؑ کے تابع معصوم اور تابع تام ہونے پر دلالت کر رہی ہے۔ اس روشنی میں آیتِ مبارکہ کے پہلے حصہ پر غور کیجئے تو بات صاف ہو جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ کہو یہ میرا راستہ ہے۔ بلاتا ہوں اللہ کی طرف بینائی پر میں (رسول) اور میرا تابع بھی (مہدی)

ایک اور اہم بات واضح کر دینا ضروری ہے اس آیۂ مبارکہ میں حضرت مہدی علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے تابع کا لفظ اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ معصوم خلیفۃ اللہ کے فرمان مبارک کے بعد ان معنی سے ہٹنا گمراہی ہے۔ اور صحابہ کرام کی تفسیر بھی۔ یہاں قابل غور نہیں رہی۔

چونکہ دعوت ایک ہے اور اس کو دو معصوم خلیفے (رسول و مہدی) دے رہے ہیں اس لئے رسول و مہدی کی دعوت میں کسی قسم کا امتیاز کرنا اور کمی بیشی کرنا درست نہیں ہو سکتا۔ یہ دعوت ایسی ہی دعوت ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کو اسلام کی دعوت دینے میں دوسرے رسولوں کی اقتداء (اتباع) کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ سورہ انعام کی آیت نمبر ۹۰ میں اللہ تعالیٰ کا رسول

اکرم ﷺ کو ارشاد ہوتا ہے: اولٰئک الذین ھدی اللہ فبھدا ھم اقتدہ

(یہ وہ لوگ ہیں جن کو ہدایت کی اللہ نے سوتو چل انکے طریقہ پر)

رسول اللہ ﷺ دوسرے انبیاء علیہم السلام کے طریقے پر چلنے کے باوجود ان سے مرتبہ میں کم نہیں ہیں اور نہ ان کی دعوت میں اور نہ نوعیت دعوت میں فرق ہے اس لئے کہ تمام رسول معصوم ہیں اور رسول اللہ ﷺ بھی معصوم ہیں بالکل اسی طرح مہدی موعود علیہ السلام خلیفۃ اللہ معصوم عن الخطا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دعوت الی اللہ میں شریک ہیں تو وہ بھی رسول اللہ ﷺ سے مرتبہ میں کم نہیں ہو سکتے اور نہ انکی دعوت اور نوعیتِ دعوت میں فرق ہو سکتا ہے۔ آپ کی دعوت اور رسول اللہ ﷺ کی دعوت اور نوعیتِ دعوت ایک ہے اور ان دونوں دعوتوں میں کسی قسم کا فرق نہیں ہے۔

حضرت مہدیؑ کے اس آیت شریف میں تابع (یعنی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اللہ کی طرف بصیرت پر بلانے والے) کے سلسلے میں کچھ اور وضاحتیں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ حضرت مہدی علیہ السلام بہ فرمانِ رسول مقبول ﷺ معصوم عن الخطا ہیں (یقفو اثری ولا یختی) اور رسول اللہ ﷺ کے تابع تام ہیں یعنی مکمل اتباع کرنے والے یہ مقام امتِ رسول میں مہدیؑ کے لئے مختص ہے کسی اور کے لئے نہیں۔

۲۔ شیخ اکبر محی الدین ابنِ عربیؒ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے کسی امام کی نسبت نہیں فرمایا کہ وہ میرے بعد وارث ہوگا اور میرے نقش قدم پر چلے گا اور خطا نہ کرے گا۔ خاص مہدی کے بارے میں فرمایا ہے۔ (فتوحات)

۳۔ علامہ طحطاوی کہتے ہیں: مہدی مجتہد نہیں ہیں کیونکہ مجتہد کے احکام قیاسی ہوتے ہیں اور مہدی کے لئے قیاس حرام ہے۔ مجتہد خطا کرتا ہے اور مہدی سے ہرگز خطا نہیں ہوتی کیونکہ وہ اپنے احکام میں معصوم ہے (حاشیہ دار المختار)

۴۔ عبدالوہاب شعرانی کہتے ہیں: مہدی علیہ السلام ایسے احکام بیان کریں گے جو شریعتِ محمد ﷺ کے بالکل مطابق ہونگے اس طرح کہ اگر رسول اللہ ﷺ بھی موجود ہوں تو مہدی علیہ

السلام کے تمام احکام (کی صداقت) کا اقرار کریں گے (المیزان)

(اوپر کے اقتسابات ۲، ۳، ۴ توضیحات نقلیات بندگی میاں عبدالرشیدؒ مولفہ حضرت پیرو مرشد ابو سعید سید محمود مرشد میاں صاحبؒ سے لئے گئے ہیں)

علامہ سید نصرتؒ نے یواقیت سے یہ اقتباس اپنی کتاب کحل الجواہر میں پیش فرمایا ہے۔

''آپ (مہدی) اپنے احکام میں معصوم ہیں کیونکہ معصوم کے معنی یہی ہیں کہ خطا نہ کرے اور خود رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا ہے کہ آپ خطا نہ کریں گے۔ پس وہ خواہش نفسانی سے کچھ نہ کہیں گے بلکہ وہی جو آپکو وحی ہوگی'' (کحل الجواہر)

مختصر یہ کہ اس آیت شریف میں تابع کا مقام اور ان کی دعوتِ حقہ کی رسول اللہ ﷺ کی دعوت کے جیسی ہونا ان اقتباسات سے عمدگی کے ساتھ واضح ہوتا ہے۔

آیتِ شریفہ قل ھٰذہٖ سبیلی ...... الیٰ آخری کا آخری حصہ بھی غور کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ اور اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس آیت میں بصیرۃ کا لفظ دیدار باری تعالیٰ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ چنانچہ آیت کے آخر میں کہا گیا ہے سبحان اللہ وما انا من المشرکین یعنی اللہ پاک ہے اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو ایسا کہنے کا حکم دے رہا ہے (قل)۔ سوال یہ ہے کہ شرک کے کیا معنی ہیں۔ شرک کے معنی ہیں اللہ کی وحدانیت اور معبودیت میں دوسروں کو شریک کرنا۔ حضرت نبی کریم ﷺ کی بعثتِ مبارکہ کا مقصد دنیا کو کفر و شرک کی ظلمتوں سے دور کرنا اور اللہ تعالیٰ کی وحدت و معبودیت کا اقرار کروانا تھا۔ اصل میں شرک کی دو قسمیں ہیں شرکِ جلی اور شرکِ خفی۔ شرک جلی یہ ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر بتوں کی یا دوسروں کی پرستش کرنا۔ یہ شرک رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں آپ کی تعلیمات کے ذریعہ ختم ہوا۔ البتہ شرکِ خفی کسی نہ کسی حیثیت سے اب بھی موجود ہے۔ ہر چیز کے لئے صرف خدائے پاک کے ذاتِ والا صفات پر کامل یقین اور توکل کرنا چاہیے۔ لیکن اس میں کوتاہی ہو تو انسان شرکِ خفی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ اس کی دولت، اس سے کام لینے والا افسر وغیرہ سب کچھ ہے تو یہ شرکِ خفی ہے مثلاً میں نے یہ کیا۔ میں ایسا کامیاب ہوا وغیرہ جو میں

پن ہے وہ شرکِ خفی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ اس لغوی شرکِ خفی سے بھی پاک ہیں اس لئے کہا جا رہا ہے میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔ حضرت رسول اللہ ﷺ کی متابعتِ تامہ میں حضرت مہدی ﷺ بھی شرکِ خفی سے پاک تھے بلکہ آپ کی بعثت کا اصل مقصد یہی تھا کہ آپ کے متبعین کو شرکِ خفی یعنی انا اور خودی سے پاک کیا جائے کیونکہ جب تک انسان شرکِ خفی سے پاک نہیں ہوتا اس وقت تک اس کو اللہ کا دیدار نصیب نہیں ہوتا۔ حضور مہدی علیہ السلام نے اپنی وفات سے کچھ دیر پہلے اس ایت شریفہ کی تلاوت فرمائی اور وما انا من المشرکین کے بیان میں فرمایا ''اور ہم دونوں (یعنی محمد ﷺ اور مہدی موعود علیہ السلام) شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہیں۔ آپ کا بیان اس لحاظ سے قابلِ غور ہے کہ پوری آیتِ شریف میں انا وا ور من اتبعنی یعنی میں اور میرا تابع (ساتھ دینے والا) کا ذکر ہے اس لئے اس آخری حصہ میں بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حضرت مہدی علیہ السلام ملے ہوئے ہیں۔

چونکہ حضرت رسول اللہؐ اور مہدی علیہ السلام شرک سے پوری طرح پاک ہیں اس لئے آپ دونوں کو اللہ تعالیٰ کا دیدارِ ذات حاصل ہے۔ چنانچہ حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا:

۱۔ بینائی خدا میں بندہ رسول علیہ السلام کے قدم بہ قدم ہے جس طرح حضرت رسول اللہ ﷺ نے خدا کو چشم دل چشمِ سر سے اور چشمِ دل اور چشم سر کے سوا بھی بال بال سے خدا کو دیکھا۔ اُسی طرح بندہ نے بھی حضرت رسول اللہ ﷺ کی مطابعت تام کے صدقے میں چشم دل اور چشم سر کے سوا بھی بال بال سے خدا کو دیکھا۔ (شرح عقیدہ مولفہ قطب الدینؒ)

۲۔ بندگی میاں عبدالرشیدؒ کی نقلیات میں (۲۲۷) میں یوں درج ہے۔

''حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا بندہ حضرت رسول اللہ ﷺ کے قدم بہ قدم چلا آرہا ہے اور بینائی چشم اور بینائی دل میں آنحضرت ﷺ کی پوری پوری متابعت رکھتا ہے۔ چشمِ سر اور چشم دل کی اطلاقیت اس درجہ پر پہونچ چکی ہے کہ ایک ایک رونگٹا آئینہ اور چشم بن چکا ہے۔

۳۔ انصاف نامہ میں میاں ولی جی یوں تحریر فرماتے ہیں: مہدی علیہ السلام نے فرمایا بندہ رسول اللہ ﷺ کے قدم بہ قدم ہے۔ خدا تعالیٰ کا فرمان ہوتا ہے کہ اے سید محمد کیا تو نے خدا کو دل کی آنکھ سے دیکھا۔ فرمایا ہاں ہم نے دیکھا۔ پھر فرمان ہوا اے سید محمد کیا تو نے خدا کو سر کی آنکھ سے

دیکھا۔ فرمایا ہاں ہم نے دیکھا۔ پھر فرمان ہوا اے سید محمد کیا تو نے خدا کو بال بال سے دیکھا۔ فرمایا ہاں ہم نے دیکھا اور نیز یہ بھی فرمایا یہ لو رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے گواہ ہیں۔

ان فرامین مبارک کی روشنی میں ہم کو دو اشارے ملتے ہیں (۱) حضرت مہدی علیہ السلام حضرت رسول اللہ ﷺ کی پوری پوری متابعت (تابع تام) فرماتے ہیں۔

(۲) حضرت مہدی علیہ السلام کا دیدار ذاتِ باری تعالیٰ میں وہی مقام ہے جو رسول اللہ ﷺ کا ہے۔ اس لحاظ سے آپ رسول اللہ کے مساوی المرتبہ اور ہم رتبہ ہیں۔

آخر میں یہ عرض ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام کی بعثتِ مبارکہ احیائے شریعتِ محمدی اور اظہارِ فرائض و احکامِ ولایت کیلئے ہوئی۔ چنانچہ حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا: حق تعالی که مارا فرستاده است مخصوص برائے ایں است که ان احکام و بیان که تعلق به ولایتِ محمدی دارد بواسطۂ مهدی ظاهر شود۔

ترجمہ: حق تعالیٰ نے ہم کو جو مبعوث کیا ہے خاص طور پر اس لئے کہ جو احکام و بیان کہ ولایتِ محمدی تعلق رکھتے ہیں مہدی کے واسطے سے ظاہر ہوں۔ (بعثتِ مہدی مولفہ حضرت نجم الدین صاحبؒ)

احکام و فرائضِ ولایت پر عمل آوری کا ملتجا یہ ہے کہ عامل کو اللہ تعالیٰ کی دید کے حصول کے قابل بنایا جائے۔ چنانچہ مہدی علیہ السلام کا ارشادِ مبارک ہے:

مارا برائے دیدن یار آفریده اند ورنه به چه کار آفریده اند

ترجمہ: ہم کو دیدار یار (اللہ تعالیٰ) کے لئے ہی مبعوث کیا گیا ہے ورنہ اور کیا کام ہے جس کے لئے بعثت کی ضرورت تھی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ مبارک ہے: وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون یعنی ہم نے جنوں اور انسانوں کو نہیں پیدا کیا مگر اس لئے کہ وہ ہماری عبادت کریں۔ حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا کہ یعبدون کا اشارہ یعرفون کی طرف ہے یعنی عبادت دیکھ اور پہچان کر کرنی

چاہیے ۔ حضرت رسول مقبول ﷺ کی مشہور حدیث (حدیثِ جبرئیل) میں ہے ان تعبد الله کان تراہ یعنی اللہ کی اس طرح عبادت کر کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے۔

غرض ہماری ساری عبادتوں کا منتہا یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی دید حاصل کریں ۔ اس سلسلہ میں حضور مہدی علیہ السلام نے فرائضِ ولایت کی مکمل تعلیم دی (ترکِ دنیا' توکل' عزلت' ذکر' صحبتِ صادقین' ہجرت' طلبِ دیدارِ خدا وغیرہ) اور انسان کو اس مقام کے لئے تیار فرمایا جہاں اللہ تعالیٰ کی مرضی ہو تو اسے دیدار ہو جائے ۔ چنانچہ آپ کا مشہور ارشاد مبارک مختلف قومی کتابوں میں درج ہے کہ ہر مرد پر اور ہر عورت پر خدا کے دیدار کی طلب فرض ہے اور جب تک چشمِ سر سے یا چشمِ دل سے یا خواب میں خدا کو نہ دیکھے مومن نہیں ہے لیکن طالبِ صادق جس نے

۱۔ اپنے دل کی توجہ غیر اللہ سے ہٹالی ہو　۲۔ اپنے دل کی لو خدا سے لگالی ہو

۳۔ رات دن خدا کے دھیان میں لگا ہوا ہو　۴۔ دنیا سے الگ ہو گیا ہو

۵۔ خلق سے علیحدگی رکھتا ہو　۶۔ اور اپنے سے نکل آنے کی کوشش کرتا ہو

(شرح عقیدہ)

یہ ہے دیدِ باری تعالیٰ کا مختصر جائزہ جس کو اس حقیر فقیر نے کسی کی تائید یا کسی کی مخالفت میں نہیں بلکہ اظہارِ حق کے لئے اظہارِ واقعہ کی طرح پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعاء کرتا ہے کہ اس مضمون کے قارئین کرام دیدِ حق کو صحیح طور پر سمجھیں۔

آخر میں مختصر طور پر عرض کرنے دیجئے کہ جہاں اکثر اولیاء اللہ اور مسلمانوں کا ایک طبقہ دنیا میں دیدارِ خدا کا قائل ہے وہاں بعض لوگ دنیا میں دیدارِ خدا کی نفی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آخرت میں مومنین کی آنکھوں میں دیکھنے کی زائد صلاحیت پیدا فرمائے گا اور وہاں دیدار ممکن ہوگا ۔ یہ عقیدہ عقیدۂ مہدویت کے بالکل خلاف ہے ۔ حضرت مہدی علیہ السلام انسانوں کو دیدارِ حق کے لئے تیار کرنے کے لئے مبعوث کئے گئے ہیں ۔ ذیل کی آیتِ شریفہ میں جو دیدار سے متعلق ہے کسی قسم کی تخصیص نہیں ہے کہ دیدارِ خدا صرف آخرت میں ہوگا اور دنیا میں نہ ہوگا ۔ اس لئے ہم مہدوی مطلق معنی لیتے ہیں اور دنیا میں بھی دیدار کے ہونے کو حق سمجھتے ہیں ۔ آیت

ملاحظہ فرمائیں ۔ من کان یرجو القاء ربه فلیعمل عملاً صالحا ولا یشرک بعبادته ربه احدا (کہف ۱۱۰)

ترجمہ: جس کو امید ہے لقاء رب کی (یعنی دید کی) تو وہ عملِ صالح (ترکِ دنیا) کرے اور شریک نہ کرے اپنے رب کی بندگی میں کسی کو۔

امام فخر الدین رازیؒ اور دوسروں نے لقاء کے معنی رویت (یعنی دیدارِ رب) کیلئے ہیں

حضور مہدی موعودؑ کا احسانِ عظیم ہے کہ آپ نے اپنے معصوم خلیفۃ اللہ ہونے کی حیثیت سے صحابہ کرام کے اختلافات کو ختم کر کے حضرت رسول اللہ ﷺ کے دیدار کی بات کو مقرر و مستحکم فرمادیا افسوس ہے آج بھی بعض لوگ حضرت رسولِ مقبول ﷺ کے دیدارِ خدا کے تک قائل نہیں بہر حال حضور مہدی علیہ السلام نے فرمایا ہم مذہب بصیراں لائے ہیں ۔ ہر مہدوی کو طلبِ دیدِ باری تعالیٰ میں زندہ رہنا اور مرنا ہے کیا عجب کہ صادقِ طلب ہو اور خود کو شرکِ خفی سے تک پاک کرلے تو اللہ تعالیٰ اپنی دید سے بندہ کو سرفراز فرمادے ۔ آخر میں اللہ تعالیٰ کی دید کی طلب نہ رکھنے والوں کے لئے قرآنِ مجید کی ایک وعید پیش کر کے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

الذین لا یرجون لقاء نا و رضوا بالحیواۃالدنیا واطمانو بها والذین هم عن ایٰتنا غٰفلون اولئیک ما وا هم النار بما کانو یکسبون (یونس رکوع ۱) جو لوگ ہمارے دیدار کی آرزو نہیں رکھتے اور حیاتِ دنیا سے راضی ہو گئے اور اسی پر مطمئن ہو گئے اور وہ لوگ جو ہماری نشانیوں سے غافل ہیں ایسے لوگوں کا ٹھکانہ ان کے اعمال کی وجہ سے دوزخ ہے۔

سبحان اللہم وبحمده سبحان الله العلی العظیم

دل اور مدعا

(دیدارِ خدا)

انسان کا دل ایک کرشماتی چیز ہے اس میں طرح طرح کی خواہشیں آرزوئیں اور تمنائیں پیدا ہوتی رہتی ہیں اور پھر ان کی کوئی حد و انتہا نہیں ہے کسی شاعر نے خوب کہا:

دونوں جہاں دے کے وہ چپ تھے کہ خوش ہوا
یاں آ پڑی یہ شرم کہ تکرار کیا کریں

اور غالب کے یہ دو اشعار تو ہم سب کو یاد ہیں۔ کہتے ہیں

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے میرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

ان کا یہ دوسرا شعر بھی ایسی کیفیت کو زیادہ دلچسپ انداز میں پیش کرتا ہے۔

ہے کہاں تمنا کا دوسرا قدم یارب
ہم نے دشت امکاں کو ایک نقش پا پایا

ان آرزوں اور تمناؤں کا پیدا ہونا ایک لازمی اور فطری بات ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی آزمائش کے لئے دنیا میں بہت سی ایسی چیزیں پیدا فرمادی ہیں جن میں انسان کا دل اٹک سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اصل میں یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ کونسے بندے ان خوبصورت اور آرام دہ چیزوں سے اپنا دل بہلاتے رہتے ہیں اور کونسے بندے ان چیزوں کی موجودگی کے باوجود اللہ کی یاد سے غافل نہیں ہوتے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

زین للناس حب الشهوت و البنین و المقناطیر اعقنطرة من الذهب والفصة والخیل المسومة والانعام والحرث ذالک متاع الحیواة الدنیا و ا الله عنده حسن المآب (آل عمران)

ترجمہ:۔ اچھی معلوم ہوتی ہے انسانوں کو محبت عورتوں اور بچوں کی۔ سونے، چاندی کے

ڈھیر نشان لگے ہوئے مویشی، زراعت۔ یہ سب متاع حیات دنیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سب نیکیاں پھر جانے والی ہیں۔

اور ایک آیت شریف ملاحظہ فرمائیں:

ان الذین لایرجون لقاء نا رضوا بالحیواة الدنیا و اطمئنوابها و الذین هم آیتنا غافلون .اولئک ماواهم النار بما کانو ایکسبون (یونس)

ترجمہ:۔ جو لوگ ہمارے لقاء کی (دیدار کی۔ ملنے کی) امید نہیں رکھتے اور حیات دنیا سے خوش ہو گئے اور اس پر مطمئن ہو گئے اور جو لوگ ہماری نشانیوں سے غافل ہیں ان سب کا ٹھکانہ ان کے اعمال کے سبب دوزخ ہے۔

انسان کے دنیا کی چیزوں میں دل لگانے کی بات شاد عظیم آبادی نے کچھ اس طرح کہی ہے:

تمناؤں میں الجھایا گیا ہوں   کھلونے دے کے بہلایا گیا ہوں

کئی مذاہب نے انسان کو نیکی کی تعلیم دی ہے اور اس کی خواہشوں سے بچنے اور ان کو کم کرنے کو کہا ہے۔ ایسے ماحول میں داغ دہلوی کا یہ شعر کافی جاندار معلوم ہوتا ہے۔ کہتے ہیں:

لاکھوں دینے کا ایک دینا ہے   دل بے مدعا دیا تو نے

اللہ سے تخاطب ہے اور اس کا شکر ادا کر رہے ہیں کہ اس نے دل تو دیا لیکن خواہشوں سے پاک صاف دیا۔ پہلی بار آپ شعر پڑھ لیجئے تو یقیناً آپ شاعر کی تعریف کریں گے اس نے بڑی خاص اور لاجواب بات کہی ہے لیکن ذرا غور فرمائیے کیا کہیں ایسا دل بھی ہوسکتا ہے جو بے مدعا ہو۔ دل اور مدعا اور خواہش لازم و ملزوم ہیں۔ جہاں دل ہے وہاں خواہش کا ہونا ضروری ہے۔ اگر دل رکھتے ہوئے خواہش نہ ہو مدعا نہ رہے تو ایسا شخص انسان نہیں ہوسکتا۔ اس بات کو میر تقی میر نے اپنے ایک شعر میں یوں بیان کیا ہے:

سراپا آرزو ہونے نے بندہ کر دیا ہم کو   وگرنہ ہم خدا تھے گر دل بے مدعا ہوتے

اب جب یہ معلوم ہو گیا ہے کہ انسان کا دل بغیر کسی خواہش اور مدعا کے دل نہیں رہتا تو پھر یہ سوچنے کی ضرورت ہے کہ اس دل میں کونسی خواہش اور کونسا مدعا پیدا کیا جائے۔

اگر ہم دنیا طلبی کی آرزو میں گرفتار ہو جائیں تو پھر جیسا کہ اوپر بیان کی ہوئی آیات کا مفہوم ہے دوزخ کی آگ میں جھونک دیئے جائیں گے اللہ محفوظ رکھے۔ دنیا کی چیزوں کو خدائی احکام کے ساتھ استعمال کر سکتے ہیں لیکن بالکل ان میں گم ہو جانا ہمارے سخت نقصان کا باعث ہوگا

قرآن حکیم نے جگہ جگہ نیک لوگوں کیلئے جنت کا وعدہ فرمایا ہے اور دنیا کے مقابل جنت کی نعمتوں کی بڑی تعریف کی ہے مفسرین نے بھی قرآن اور احادیث کی روشنی میں بیان کیا ہے کہ جنت کی نعمتیں دنیا کی نعمتوں سے (اسکے باغ اس کے پھل اس کی سب چیزیں دنیا کی چیزوں سے) بالکل علحدہ ہونگی۔ اس لئے مسلمانوں کو ترغیب دی گئی ہے کہ وہ دنیا میں احکام خداوندی کی پابندی کریں تا کہ آخرت میں جنت میں داخل ہو جائیں اور وہاں دائمی خوشی کی زندگی بسر کریں۔ اسلئے اگر مسلمانوں کے دل میں یہ خواہش اور مدعا ہو کہ آخرت میں انھیں جنت میں داخل کیا جائے تو یہ خواہش قابل لحاظ حد تک اچھی ہوگی۔ لیکن غور کیجئے کہ کیا کوئی اور مدعا اس سے بھی زیادہ ارفع و اعلیٰ ہو سکتا ہے۔ قران مجید کی ایک آیت شریفہ ملاحظہ فرمائیں للذین احسنو الحسنیٰ و زیادہ لایرحق وجوھھم قترو و لا ذلة ط اولئک اصحاب الجنة هم فیها خالدون (یونس)

ترجمہ:۔ بھلائی والوں کے لئے بھلائی ہے اور اس سے بھی زائد اور ان کے منہ پر نہ چڑھے گی سیاہی نہ خواری وہی جنت والے ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

جناب احمد رضا خاں صاحب کے ترجمۂ قران کے مفسر محمد نعیم الدین صاحب لکھتے ہے "بھلائی والوں سے اللہ کے فرمانبردار بندے مومنین مراد ہیں اور بھلائی سے جنت مراد ہے۔ زیادہ سے مراد دیدار الٰہی ہے"۔ آگے لکھتے ہیں صحاح کی بہت سی حدیثیں یہ ثابت کرتی ہیں کہ زیادہ سے آیت میں دیدار الٰہی مراد ہے۔

اسی آیت شریفہ کی تفسیر کرتے ہوئے شبیر احمد صاحب عثمانی مفسر (ترجمہ قرآن جناب محمود حسین صاحب) لکھتے ہیں:

"خدا کی قسم کوئی نعمت جو انکو عطا ہوئی ہے دولت دیدار سے زیادہ محبوب نہ ہوگی نہ اس سے بڑھ کر کوئی چیز انکی آنکھیں ٹھنڈی کر سکے گی۔"

اس سے معلوم ہوا کہ جنت سے بھی زیادہ بڑی نعمت دیدار خدا کی ہے اور دیدار خدا سے بڑھ کر کوئی دوسری نعمت نہیں اس لئے دل کا صحیح مدعا صحیح خواہش اللہ کے دیدار کا حصول ہونا چاہئے

دیدار خدا کے مسئلہ میں مسلمانوں میں تین طرح کے عقائد پائے جاتے ہیں۔ فرقہ ہائے معتزلہ و شیعہ کہتے ہیں کہ اللہ کا دیدار ممکن نہیں نہ دنیا میں نہ آخرت میں۔ علمائے اہل سنت کا ایک طبقہ کہتا ہے کہ دیدار خدا ممکنات میں سے ہے لیکن اس دنیا میں نہیں ہوگا آخرت میں ہوگا۔ اہل سنت کا ایک اور طبقہ کہتا ہے کہ دیدار خدا دنیا میں بھی ممکن ہے اور آخرت میں بھی ممکن ہے۔

اہل سنت کے جو بزرگ دیدار خدا کو دنیا میں بھی ممکن خیال کرتے ہیں ان میں بعض کے اقوال مختصراً یہاں پیش کئے جاتے ہیں:

(۱) علامہ تفتازانی شرح مقاصد میں تحریر فرماتے ہیں:

ترجمہ:۔ "الف۔ مخالفین پیدا ہونے سے پہلے امت محمدیہ نے وقوع رویت پر اتفاق کیا ہے۔" (رویت سے مراد دیدار خدا ہے)

ترجمہ:۔ "ب۔ رویت کی حدیث اکتیس جلیل القدر صحابیوں سے مروی ہے (بحوالہ توضیحات نقلیات بندگی میاں عبدالرشیدؒ مولفہ حضرت پیرو مرشد ابوسعید سید محمودؒ)

یعنی ان حدیثوں سے ثابت ہے کہ حضور رسول اللہ ﷺ نے معراج میں اللہ جل شانہ کا دیدار کیا ہے۔

(۲) امام محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں:

ترجمہ:۔ معلوم ہوا کہ جب دیدار کا وقوع خواب میں اور آخرت میں جائز ہے تو جس شخص کو اللہ چاہے بیداری اور اس زندگی میں بھی اس کے لئے دیدار کا وقوع جائز ہے۔ (فتوحات بحوالہ توضیحات نقلیات بندگی میاں عبدالرشیدؒ)

(۳) حضرت سید محمد خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رحمتہ اللہ علیہ نے شیخ سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کی ایک کتاب کی شرح آداب المریدین لکھی ہے اس میں یہ جملے درج ہیں۔

ترجمہ:۔ اس بات پر صوفیوں کا اجماع ہے کہ ان انکھوں سے جو کہ چہرے پر ہیں اور

انھیں حدقوں سے جن میں روشنی ہے اسی روشنی سے اللہ کو دیکھ سکتے ہیں۔ میں جو کہ محمد حسینی ہوں کہتا ہوں کہ ایسے بزرگ بندے بھی ہیں کہ جنھوں نے دنیا میں خدا کو چشم دل سے دیکھا ہے۔ (آگے تحریر کرتے ہیں) '' ثابت ہے کہ طالب صادق اور مشتاق واثق حضرت سبحانہ وتعالیٰ کے جمال کو اس دنیا میں دیکھ سکتا ہے'' (بحوالہ ایضا)

ہم مہدویوں کے پاس دیدار خدا کا مسئلہ بالکل صاف اور واضح ہے۔ ہم نہ صرف دنیا میں دیدار خدا ممکن ہونے کے قائل ہیں بلکہ اسکے حصول اور طلب کی تڑپ بھی رکھتے ہیں۔ اہل سنت کا وہ طبقہ جو دنیا میں دیدار کا قائل نہیں وہ کہتا ہے کہ:

دیدار خدا دنیا میں عقلاً جائز اور شرعاً ممتنع ہے۔ شرعاً ممتنع ہونے کی بات صحیح نہیں ہو سکتی کیوں کہ کوئی آیت قرآن یا کوئی حدیث صحیح اسکی صراحت نہیں کرتی کہ دیدار خدا دنیا میں نہیں ہوگا۔

حضور سید محمد جونپوری مہدی موعود علیہ السلام کی بعثت مبارکہ بندوں کو قرب الٰہی کی تعلیم دینے اور ان میں طلب دیدار خدا پیدا کرنے کے لئے بنی ہوئی ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

" مارا برائے دیدن یاد آفریدہ اندورنہ بہ چہ کار آفریدہ اند "

ترجمہ:۔ ہم کو دیدار یار کی تعلیم کے لئے ہی مبعوث کیا گیا ہے ورنہ اور کیا کام ہے جس کے لئے بعثت کی ضرورت تھی (قومی کتب)

دنیا میں دیدار خدا ممکن ہونے کے سلسلہ میں حضور مہدی علیہ السلام نے احمد آباد اور پٹن کے علماء کے سوال کے جواب میں قرآن شریف کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

ومن کان فی ھذہٖ اعمی فھو فی آخرہ اعمی و اضل سبیلا (بنی اسرائیل)

ترجمہ:۔ اور جو شخص اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہے اور راہ (رویت اللہ) سے بھٹکا ہوا۔

حضور مہدی علیہ السلام نے ایک اور آیت سے رویت اللہ کا ثبوت دیا ہے: فمن کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملا صالحا و لا شرک بعبادہ ربہ احدا (الکھف)

ترجمہ:۔ پس جس کو اپنے پروردگار کے دیدار کی آرزو ہو تو عمل صالح (ترک دنیا) کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

اس آیت کے بیان کے بعد آپ نے فرمایا اللہ کا وعدہ مطلق ہے بندہ بھی مطلق کہتا ہے پس وقوع دیدار کو زمان و مکان کے ساتھ مقید کرنا غلط ہے۔ (شواہد الولایت مولفہ شاہ برہان)

حضور مہدی علیہ السلام نے مسلمانوں پر طلب دیدار خدا کو فرض بتلایا ہے۔ دیدار خدا اور طلب خدا میں فرق کو محسوس کرنا چاہئے۔ بعض لوگوں کے غلط طور پر دیدار خدا کو فرض بتلا کر مہدویوں پر اعتراض کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس سلسلہ میں حضور مہدی علیہ السلام کا فرمان مبارک قوم کی تمام مستند کتابوں میں موجود ہے جس سے مسئلہ کو سمجھنے میں سہولت ہوتی ہے۔

نقلیات بندگی میاں عبدالرشیدؒ مرتبہ حضرت پیر و مرشد ابوسعید سید محمود صاحب کی نقل نمبر ۱۸۸ کے الفاظ یہ ہیں:

" نقل است کہ حضرت میراں علیہ السلام فرمودند کہ مومن حقیقی آنکس است کہ بینا باشد کم سر یا بچشم دل یا درخواب و اگر ہر سہ نہ دادر طلب تمام دارد کہ بینائی روزی شد اوھم حکم ایمان است "

ترجمہ:۔ روایت ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا کہ مومن حقیقی وہ شخص ہے جو بینا ہو چشم سر سے یا چشم دل سے یا خواب میں۔ اگر ان تینوں میں سے ایک بینائی بھی حاصل نہ ہو اور پوری طلب رکھتا ہو کہ بینائی روزی ہو تو ایسے مومن پر بھی ایمان کا حکم ہے۔

اس نقل شریف سے معلوم ہوا کہ حضرت مہدی علیہ السلام نے اس شخص کو حقیقی مومن فرمایا ہے جس کو چشم سر یا چشم دل یا خواب میں بینائی حاصل ہو لیکن یہ بھی فرمایا ہے کہ جس کو بینائی حاصل نہیں لیکن بینائی کو پوری طلب رکھتا ہو وہ بھی مومن ہے۔ حضور مہدی علیہ السلام نے طلب دیدار خدا کو فرض بتلایا اس لئے کہ دیدار خدا کا حصول اللہ تعالیٰ کے فضل و عنایت پر موقوف ہے اور انسان کے اختیار میں نہیں۔

طالب دیدار کو کیا کرنا چاہئے اسکی تعلیم حضور مہدی علیہ السلام نے دی ہے اس لئے کہ یہ

آپ کے فریضۂ منصبی میں داخل تھا چنانچہ اس نقل پر غور فرمایئے:

" ونیر فرمودند که حق تعالیٰ فرستاده است مخصوص برائے ایں است که آپ احکام و بیان که تعلق با ولایت محمدی دارد بواسطۂ مهدی ظاہر شود (انصاف نامہ)

ترجمہ:۔اور نیز فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو فرستادہ کیا مخصوص اس سبب کہ خود احکام و بیان کہ ولایت محمدی سے تعلق رکھتے ہیں مہدی کے واسطے سے ظاہر ہوں۔

طالب دیدار کے لئے حضور مہدی علیہ السلام نے جن باتوں کو فرص بتلایا ہے وہ سب قرآن کریم میں بتاکید موجود ہیں اور وہ ہیں (۱) ترک دنیا (۲) توکل علی اللہ (۳) عزلت از خلق (۴) ذکر دوام (۵) صحبت صادقین، ہجرت۔ان کو طلب دیدار خدا کے ساتھ فرائض ولایت کہتے ہیں کیونکہ یہ تمام امور و احکام انسان کے لئے اللہ تعالیٰ کی قربت پیدا کرتے ہیں اور اللہ کا فضل شامل حال ہو تو اسے نعمت دیدار سے سرفراز کرتے ہیں۔

حضور مہدی علیہ السلام کے ایک فرمان مبارک میں یہ بتلایا گیا ہے کہ مومن کو ہر حالت میں خدا کے ذکر اور خدا کی یاد سے غافل نہیں رہنا چاہئے۔اس فرمان مبارک کے کچھ حصے ملاحظہ فرمائیں۔صرف ترجمہ پیش کیا جارہا ہے۔

"ایک دفعہ فرمایا کہ کھانا کھانے اور پانی پینے میں یا جس کام میں مشغول ہوں دل خدائے تالی کی طرف لگا ہوا نہ رہے تو وہ کھانا وہ پانی وہ کام حرام ہو جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:یا ایها لذین آمنو الا تحرموا طیبات ما احل الله لکم ولا تعتدوا ان الله لا یحب المعتدین (جزے رکوع ۲)

ترجمہ:۔اے مومنوں جو چیزیں اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں تم انھیں حرام نہ کرو اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز نہ کرو۔بے شک اللہ تعالیٰ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا یعنی غفلت کی وجہ طیبات بھی حرام ہو جاتے ہیں۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا وما لکم الا تاکلو مما ذکر اسم الله علیه (جز رکوع ۱)

ترجمہ:۔اور تم کو کون امر اس کا باعث ہے کہ تم ایسی چیز سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔

اور آگے فرمایا و لا تاکلوا مما لم یذ کرامم الله علیه وانه لفسق (جز ۸ رکوع ۱)

ترجمہ:۔اور ایسی چیزیں نہ کھاؤ جن پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو بے شک اسکا کھانا فسق ہے

مہدی علیہ السلام آگے فرماتے ہیں" بے سمجھ لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ زراعت و تجارت کے کاروبار میں مشغول رہنے کی شریعت میں اجازت ہے ذکر اللہ جاری رہے یا نہ رہے۔

ایسے لوگوں کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:یعلمون ظاهر امن الحیواۃ الدنیا وهم عن الأخرة غافلون (جز ۲۱ رکوع ۲) ترجمہ: لوگ حیات دنیا کی ظاہری چیزیں جانتے ہیں اور وہ امور آخرت سے غافل ہیں۔ (نقلیات بندگی میاں عبدالرشیدؒ)

حضور مہدی علیہ السلام نے طالب دیدار کے لئے عشق کو ضروری فرمایا ہے۔نیز فرمودند که بر طالب چه چیزفرض است که بداں بخدا برسد۔باز فرمودند که آن عشق است عشق چگونه حاصل شود فرمودند که توجه دل دائم بسوئے حق تعالیٰ دارد

ترجمہ:۔نیز سوال فرمایا کہ طالب پر کونسی چیز فرض ہے کہ اسکی وجہ سے خدا کو پہنچ سکے۔ خود آپ ہی نے جواب فرمایا کہ وہ عشق ہے عشق کیونکر حاصل ہو سکتا ہے فرمایا دل کی توجہ ہمیشہ خدائے تعالیٰ کی طرف قائم رکھنے سے حاصل ہوتا ہے۔

عشق پیدا کرنے کے لئے محنت کی ضرورت ہوتی ہے بغیر اس کے اللہ کا عشق اور اللہ کا قرب حاصل نہیں ہو سکتا۔حضرت مہدی علیہ السلام نے عشق حاصل کرنے کے لئے محنت پر زور دیا ہے چنانچہ ایک مرتبہ آپ عشق کا بیان فرمارہے تھے۔ایک صحابی حضرت درویش محمد نے اضطرار کی حالت میں نعرہ لگایا کہ ہم عشق کہاں سے لائیں۔حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا بندہ عشق کسبی بیان کررہا ہے۔کام کرو تا کہ عشق حاصل ہو سکے۔عشق عطائی تو پیغمبروں کا مقام ہے۔اللہ کی طرف متوجہ ہو جانے اور اسکی طلب کی آرزو رکھنے ہی سے عشق پیدا ہوتا ہے اور اسکی ہم سب کو کوشش کرنا

چاہئے عشق عطائی جسے عشق وہبی بھی کہتے ہیں اللہ کی خاص عطا ہے جو وہ ہے اپنے خاص بندوں، انبیاء صحابہ، صالحین کو منتخب کر کے عطا کرتا ہے۔اس کے لئے صحبت صادق کافی ہو جاتی ہے باقی لوگوں کو اللہ سے عشق پیدا کرنے کے لئے محنت کی ضرورت ہے۔

آخر میں ہم ایک اہم سوال کا جواب دیتے ہوئے اس مضمون کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جہاں دیدار سے متعلق اتنی ساری رائیں ہیں (کوئی کہتا ہے دیدار خدا ممکن ہی نہیں کسی کا کہنا ہے صرف آخرت میں ممکن ہے کچھ لوگ دنیا میں بھی دیدار خدا کے قائل ہیں) کسی رائے کو صحیح سمجھا جائے مہدویوں کے لئے اس سوال کا جواب مشکل نہیں ہے اس لئے کہ ہم حضور سید محمد جونپوری علیہ السلام کو مہدی موعود (اللہ اور رسول ﷺ نے جس مہدی کی بعثت کا وعدہ فرمایا ہے) مانتے ہیں اور آپ نے دنیا میں دیدار خدا ہونے کے امکان کو صحیح فرمایا ہے آپ نے رسول اللہ ﷺ کے معراج میں اور دوسرے اوقات میں اللہ تعالیٰ کا دیدار حاصل کرنے کی خبر دی ہے خود اپنے دیدار کے بارے میں بتایا ہے اور آپ کے بعثت کا مقصد جیسا کہ اوپر گزر چکا انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی قربت اور دیدار کے لئے تیار کرنا ہے اور اس سلسلہ میں آپ کی تعلیم سے اور صحبت سے فیضیاب ہو کر آپ کے صحابہُ کرام نے دیدار کے حصول کی مختلف منزلیں طئے کی ہیں۔

مہدی خلیفۃ اللہ ہیں آپ کا قول حجت ہے آپ کے مقابل کسی دوسرے شخص کا قول قائم نہیں رہ سکتا۔رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق آپ معصوم عن الخطاء ہیں آپ سے خطا سرزد نہیں ہوتی۔مفسرین۔مجتہدین۔متکلمین جو کچھ کہتے ہیں اپنے قیاس اور اجتہاد سے کہتے ہیں جس میں خطا کا امکان رہتا ہے اس لئے مسئلہ دیدار میں ہم کو کسی اور فرد کی رائے کی طرف متوجہ ہونے کی قطعی ضرورت نہیں ہے۔امام مہدی کی معصومیت اور مقام کے بارے میں اکابر اہل سنت جو اعتقاد رکھتے ہیں اس کا اندازہ ذیل کی دو تین تحریروں سے ہو سکتا ہے

(۱) حضرت شیخ محی الدین ابن عربیؒ نے ''فتوحات'' میں لکھا ہے:

ترجمہ:۔حضرت رسول اللہ ﷺ نے ائمہ دین میں سے کسی امام کی نسبت اور آنحضرت ﷺ کے بعد ہونے والا ہے یہ تصریح نہیں فرمائی کہ وہ آپ کا وارث ہوگا اور قدم بہ قدم آپ کی

پیروی کرے گا مگر خاص مہدی علیہ السلام کے لئے یہ صراحت فرمائی ہے۔پس رسول اللہ ﷺ نے آپ (مہدی) کے لئے اپنے احکام میں معصوم ہونے کی شہادت دی ہے جیسا کہ دلیل عقلی نے رسول اللہ ﷺ کے اپنے احکام میں معصوم ہونے کی گواہی دی ہے۔

(۲) حضرت محی الدین عربیؒ ہی ایک دوسرے مقام پر یوں فرماتے ہیں:

ترجمہ:۔حضرت رسول اللہ ﷺ نے مہدی کی نسبت یہ خبر دی کہ آپ خطا نہیں کریں گے اور اس حکم میں حضرت صلعم نے مہدی کو انبیاء علیہ السلام کے ساتھ ملحق فرمایا ہے۔

(۳) امام طحاوی نے حاشیہ دار المختار میں لکھا ہے:

ترجمہ:۔مہدی مجتہد نہیں ہیں اس لئے کہ مجتہد خطا بھی کرتا ہے اور آپ سے کبھی خطا نہیں ہو سکتی کیونکہ آپ رسول اللہ کی شہادت کی بنا اپنے احکام میں معصوم ہیں۔''

(۴) ایک اور بزرگ نے فرمایا ہے:

ترجمہ:۔'' امام مہدی کا قول حجت ہے اور آپ کے خلاف جو اقوال ہوں وہ خطا ہونگے (یہ چاروں اقتباسات کحل الجواہر جلد دوم مولفہ حضرت علامہ سید نصرت سے لئے گئے ہیں)

المختصر انسان کے لئے سب سے بڑی نعمت اللہ کا دیدار ہے۔اسی کے لئے دل میں آرزو اور مدعا بنانا انسان کا فرض ہے۔طلب عشق اور محبت کے ذریعہ انسان اپنے آپ کو اس نعمت عظیم کے لئے تیار کرے۔اور رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کے مطابق اپنی حالت بنالے موتوا قبل ان تموتوا (مرنے سے پہلے مر جاؤ) تو توقع رکھے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے دیدار سے سرفراز کردے اللہ کا فضل شامل حال ہو تو دنیا ہی میں اسے عظیم نعمت حاصل ہو جائے گی۔حضور مہدی علیہ السلام کے صدقے سے ہم سب مہدوی طلب دیدار خدا کے جذبۂ عالیہ سے کبھی محروم نہ ہوں۔آمین۔

تمنا تری ہے اگر ہے تمنا تری آرزو ہے اگر آرزو ہے

والحمد للہ رب العالمین

کیا ترک دنیا رہبانیت ہے؟ (حصہ اوّل)

ترک دنیا ایک اسلامی اصطلاحی لفظ ہے جس کے معنی قرآن اور حدیث کی روشنی میں نہایت صاف اور واضح ہیں۔ اکثر اولیاء اور علمائے دین نے اس لفظ کو اس کے صحیح معنی میں استعمال کیا ہے لیکن آج کل بعض عالم و فاضل لوگ اور بعض کالج ٹیچرس اس لفظ کے غلط معنی لینے کی کوشش کرتے ہیں۔ نہیں معلوم یہ انکی دینی معلومات کی کمی کے سبب ہے یا دیدہ دانستہ دنیا سے انکا تعلق خاطر انہیں ایسا کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ اس مختصر مضمون میں یہ کوشش کی جائے گی کہ دنیا اور ترک دنیا کے معنی اور مفہوم قران پاک اور احادیث کے ذریعہ معلوم کئے جائیں اور اس غلطی یا غلط فہمی کا ازالہ کیا جائے جو ان الفاظ کے سمجھانے میں واقع ہو رہی ہے۔

دنیا کا لفظ ہماری موجودہ زندگی کے بارے میں استعمال ہوتا ہے اس کا استعمال عام طور پر دو اور الفاظ کے ساتھ ہوتا رہتا ہے۔ یہ الفاظ ہیں دین اور آخرت۔ اس طرح لفظ دنیا یا تو دین کے مقابل یا آخرت کے مقابل استعمال ہوتا ہے جیسے ان دو قرآنی آیات سے معلوم ہوگا:

(۱) اولئک الذین حبطت اعمالھم فی الدنیا والاخرۃ ومالھم من ناصرین

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جنکے اعمال دنیا اور آخرت میں حبط ہو گئے اور انکا کوئی مددگار نہیں

(۲) و ذروالذین اتخذ و العباو لھوا و غرتھم الحیواۃ الدنیا

ترجمہ: ان لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو جنھوں نے اپنے دین کو لہو و لعب سمجھا اور ان کو حیات دنیا نے مغرور کر دیا۔

پہلی آیت میں دنیا آخرت کے مقابل اور دوسری آیت میں دین کے مقابل استعمال کی گئی ہے۔

دنیا اور آخرت کا مقابلہ ہو تو آخرت ہی بہتر ہوگی اور دنیا اور دین کا مقابلہ ہو تو دین ہی بہتر ہوگا۔ یہ نتیجہ قرآن پاک کی ایسی آیات سے نکالا جا سکتا ہے جن میں لفظ دنیا کا ذکر کیا گیا ہو۔ ہماری موجودہ زندگی کی مثال ایک کھیتی کی سی ہے جس میں خدائی احکام کی پابندی کرنے

کا ثمر ہم کو آخرت میں ملے گا۔ یہ ایک امتحان گاہ ہے جس کا نتیجہ آخرت ہی میں معلوم ہوگا۔ بدقسمتی سے جو لوگ دنیا کو سب کچھ سمجھ لیتے ہیں وہ غافل ہیں۔ خدا کو بھول جاتے ہیں اور انکے اعمال کا (اگر اچھے بھی ہوں تو) کوئی اچھا نتیجہ ان کو آخرت میں نہیں ملتا۔ اس لئے دنیاوی زندگی میں انسان کو تقویٰ (پرہیزگاری) اور خوف خدا کو سامنے رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنی چاہئے۔ ایسی ہی زندگی کو جو دنیا کی برائیوں سے اپنے آپ کو بچاتے ہوئے اور دنیا سے بے رغبتی کے ساتھ گزاری جاتی ہے ترک دنیا کہتے ہیں۔ ایسی زندگی گزارنے کے احکام آیات قرآن اور احادیث نبی کریم ﷺ میں موجود ہیں جن میں بعض کا ذکر اس مضمون میں کیا جائے گا مگر اس سے پہلے ہم کو ترک دنیا اور رہبانیت کے الفاظ کے معنی اور فرق کو سمجھ لینا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں پیدا کرنے کا مقصد اس آیت شریف میں بیان فرمایا ہے: وما خلقت الجن والانس الالیعبدون ترجمہ: اور نہیں پیدا کیا ہم نے جن اور انسان کو مگر اس لئے کہ وہ میری عبادت کریں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مختلف اعضاء و قویٰ عطا فرمائے ہیں اور وہ چاہتا ہے کہ ان کا صحیح استعمال کیا جائے رہبانیت میں ان اعضاء کو مفلوج اور بے کار کر دیا جاتا ہے جیسے کسی کا پہاڑ پر بیٹھ کر ایک ہاتھ یا پاؤں بیکار کر دینا یا کسی شخص کا اپنی خواہش کو بالکل معطل کرنے کے لئے شادی نہ کرنا۔ ایسا عمل اسلام میں ناپسندیدہ ہے اور اس کو رہبانیت کہتے ہیں۔ فطری خواہشوں کو معطل کرنے کا نام رہبانیت ہے اور یہ منع ہے لا رھبانیۃ فی الاسلام.

ترک دنیا میں فطری خواہشوں کو معطل نہیں کیا جا سکتا بلکہ جائز طریقوں سے ان کی تکمیل کی جاتی ہے۔ دین و آخرت کا خیال رکھا جاتا ہے۔ عبادت و ریاضت اور دین کی خدمت میں معروفیت رہتی ہے ترک دنیا کو اسلام میں زہد بھی کہا گیا ہے۔ چنانچہ امام غزالی احیاء العلوم میں زہد کی تعریف یوں کرتے ہیں:

ترجمہ آخرت کی طرف مائل ہو کر دنیا سے روگرداں ہونا زہد ہے یا غیر اللہ سے منہ پھیر کر اللہ کی طرف رجوع ہونا زہد ہے اور یہ زہد کا بہت بلند معیار ہے۔" اس سلسلے میں امام غزالی نے احادیث کا بھی حوالہ دیا ہے اور لکھتے ہیں:۔ "جب اللہ کسی بندہ کی بھلائی چاہتا ہے تو اسکو زھد

فی الدنیا اور رغبت الی الأخرۃ کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ مومن زاہد سب لوگوں میں افضل ہے۔ (بحوالہ توضیحات نقلیات بندگی میاں عبدالرشید مولفہ حضرت پیرو مرشد ابوسعید سید محمود مرشد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

غرض یہ بات ثابت ہوئی کہ زہد یعنی ترک دنیا عین اسلام ہے اور رہبانیت کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

قرآن حکیم میں اور احادیث رسول مقبول ﷺ میں دنیا کی کافی مذمت کی گئی ہے۔ ہم بعض آیات قرآنی اس سلسلہ میں پیش کریں گے

(۱) بل توثرون الحیوٰۃ الدنیا و الأخرۃ خیروا بقا ان ھٰذآ لفی الصحف الاولیٰ صحف ابراھیم و موسیٰ (اعلیٰ)

ترجمہ: بلکہ تم حیات دنیا کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت (دنیا سے) کہیں بہتر اور زیادہ پائیدار ہے۔ یہی بات اگلے صحیفوں صحف ابراہیم وموسیٰ میں بھی ہے

(۲) ارضیتم بالحیوٰۃ الدنیا من الآخرۃ فیما متاع الدنیا فی الآخرہ الا قلیل (توبہ)

ترجمہ:۔ کیا آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی سے تم راضی ہو۔ دنیا کی متاع آخرت کے مقابلے میں بہت قلیل ہے۔

ان دو آیات میں بتایا گیا ہے کہ دنیا کی پونجی کی آخرت کے مقابل کوئی اہمیت نہیں۔ اس طرح آخرت کی طرف ترغیب دی گئی ہے

اب حسب ذیل آیات کی تلاوت کیجئے جن میں دنیا کی زندگی پسند کرنے والوں کو عذاب دوزخ کی وعید دی گئی ہے: (۱) من کان یرید الحیوٰۃ الدنیا و زینتھا نوف الیھم اعمالھم و ھم فیھا لا یبخسون او لئک الذین لیس لھم فی الآخرۃ الاالنار و حبط ما صنعو افیھا وباطل ما کانو ایعلمون (ھود)

ترجمہ:۔ جب کوئی حیات دنیا اور زینت دنیا کا مرید ہو ہم ان لوگوں کے اعمال کا بدلہ

دنیا ہی میں پورا دیتے ہیں اور وہ دنیا میں گھاٹے میں نہیں رہتے۔ یہ سب ایسے لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں آتش دوزخ کے سوائے کچھ نہیں اور انھوں نے جو کچھ نیکیاں اس دنیا میں کیں وہ سب حبط ہو جائیں گی اور جو کچھ اچھے کام کرتے ہیں باطل ہیں۔

اس آیت میں من کا لفظ عام ہے جس میں ہر مرید دنیا داخل ہے چاہے مومن ہو یا کافر

(۲) فاما من طغیٰ و آثر الحیوٰۃ الدنیا فان الجھیم ھی الماویٰ (نازعات)

ترجمہ:۔ جس نے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو آخرت پر مقدم رکھا اسکا مقام دوزخ ہے

(۳) من کان یرید حرث الآخر نزدلہ فی حرثہ ومن کان یرید حرث الدنیا نوتہ منھا و مالہ فی الآخرہ من نصیب (شوریٰ)

ترجمہ:۔ جو کوئی آخرت کی کھیتی کا طالب ہو ہم اس کی کھیتی میں اس کے لئے برکت دیں گے لیکن پھر آخرت میں اسکا کچھ حصہ نہیں۔

(۴) من کان یرید العاجلۃ عجلنا لہ فیھا ما نشاء لمن نرید ثم جعلنا لہ جھنم یصلٰھا مذ موما مدھو را (بنی اسرائیل)

ترجمہ: جو شخص دنیا کا طالب ہو تو ہم جسے چاہیں اور جتنا چاہیں اس دنیا میں اسکو دے دیں گے مگر پھر اس کیلئے ہم نے دوزخ مقرر کر دی ہے جس میں وہ بری حالت میں راندہ ہو کر ڈالا جائے گا۔

اوپر پیش کی گئی آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ مرید حیاتِ دنیا ہونا اپنے اپ کو دوزخ کے لئے تیار کرنا ہے۔ اس لئے اس سے بچنا فرض ہے۔ ایک اہم نکتہ یہاں پر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ مرید حیاتِ دنیا ہونے کا مطلب ہے حیات دنیا (بیوی بچے مال متاع) میں پوری طرح مشغول ہو جانا۔ ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ سے غفلت پیدا ہوتی ہے اور غفلت کفر ہے۔ بیوی بچوں کا رکھنا مال ومتاع کو حسب ضرورت استعمال کرنا اس قدر جائز ہے کہ اللہ سے کسی لمحہ غفلت نہ ہو۔

حسب ذیل آیت میں تو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی محبت کو کافروں کی نشانی بتلایا ہے:

ویل للکافرین من عذاب شدید ن الذین یستحبون الحیوٰۃ الدنیا علی

الآخرۃ یصدون عن سبیل اللہ و یبغونھا عوجا اولئک فی ضلال بعید (ابراہیم)

ترجمہ: ان کافروں کے لئے سخت عذاب کی بدبختی ہے جو آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی کو پسند کرتے اور اللہ کے راستہ پر چلنے سے لوگوں کو روکتے اور اس میں کجی پیدا کرتے ہیں۔ وہی بڑی گمراہی میں ہیں۔

اوپر پیش کی ہوئی آیات کے علاوہ اور بہت سی آیتیں قرآن مجید میں موجود ہیں جو دنیا اور دنیاوی زندگی دنیاوی زینت دنیاوی مال ومتاع حتیٰ کہ اولاد میں حد سے زیادہ مشغول ہوجانے کی مذمت میں ارشاد فرمائی گئی ہیں۔

اب ہم آپ کے سامنے حضرت رسول مقبول ﷺ کی کچھ احادیث پیش کریں گے جن میں دنیا کی مذمت کا ذکر کیا گیا ہے۔

(۱) حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کچھ صحابہ کے ساتھ راستہ سے گزر رہے تھے۔ راستہ میں ایک مرے ہوئے کان کٹے بکری کے بچے پر گزر ہوا۔ آپ نے صحابہ سے دریافت فرمایا اس بکری کے بچے کو کون ایک درہم میں خریدنے کی خواہش رکھتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ اس کو ہم کسی ادنیٰ سی چیز کے بدلے میں بھی نہیں لیں گے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم اللہ کی دنیا اللہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے، جس قدر یہ تمہارے نزدیک۔ (مسلم)

(۲) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کثرت سے یاد کرو لذتوں کو قطع کرنے والی چیز یعنی موت کو (ترمذی۔ ابن ماجہ۔ نسائی)

(۳) نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا میری امت پر وہ وقت آنے والا ہے جب دوسری قومیں لقمہ تر سمجھ کر اس پر ٹوٹ پڑیں گی۔ صحابہ نے دریافت کیا یارسول اللہ اس وقت کیا ہم تعداد میں کم ہوجائیں گے۔ حضور نے ارشاد فرمایا تمہاری تعداد کم نہ ہوگی لیکن تمہارے دشمنوں کے دل سے تمہارا رعب نکل جائے گا اور تم دنیا سے محبت کرنے اور موت سے بھاگنے اور نفرت کرنے کے سبب بزدل ہوجاؤ گے (ابوداؤد)

(۴) حضرت انسؓ سے مروی ہے فرمایا حضرت رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں دنیا اہل دنیا

کے لئے چھوڑ دو۔ اسی طرح حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے بھی روایت ہے فرمایا حضور ﷺ نے دنیا کو اور دنیا میں جو کچھ ہے سب کو چھوڑ دو (کنز العمال)

(۵) حضرت انسؓ سے روایت ہے فرمایا حضور ﷺ نے جو شخص پانی پر چلے تو کیا اس کے پیر پانی میں مبتلا نہیں ہونگے۔ اسی طرح دنیادار شخص بھی گناہوں سے نجات نہیں پاسکے گا (کنز العمال ۔مشکواۃ)

(۶) ایک حدیث جو بخاری ومسلم میں کچھ الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ پیش ہوئی ہے۔ اس میں حضور نبی کریم ﷺ صحابہ سے فرماتے ہیں اللہ کی قسم مجھے تمہارے فقر کا ڈر نہیں ہے۔ لیکن مجھے اس بات کا ڈر ہے کہیں دنیا تم پر کشادہ نہ ہوجائے جیسے تم سے پہلے لوگوں پر کشادہ ہوئی تھی۔ پھر تم آپس میں ایک دوسرے سے حسد کرنے لگو گے جیسے اگلے لوگوں نے حسد کیا تھا اور دنیا تم کو غافل کردے گی جیسا کہ اللہ کی اگلی امتوں کو غافل کردیا تھا۔

(۷) حضرت ابوموسیٰ سے مروی ہے حضرت رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو اپنی دنیا کو دوست رکھتا ہے وہ اپنی آخرت کو نقصان پہنچاتا ہے اور جو آخرت کو دوست رکھتا ہے اپنی دنیا کو نقصان پہنچاتا ہے۔ پس ترجیح دو باقی کو فانی پر (مشکواۃ)

نوٹ:۔ (اوپر بیان کی ہوئی احادیث کا ترجمہ مولانا ابوالہادی سید محمود صاحب کی کتاب ترک دنیا اسلام اور مہدویت اور ڈاکٹر محمد عبدالحئی صاحب کی کتاب اسوۂ رسول اکرم سے لیا گیا ہے)

امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں ایک باب دنیا کے بارے میں علحدہ تیار کیا ہے اور اس میں احادیث واقوال صحابہ تابعین تبع تابعین سے دنیا کی مذمت کا ذکر کیا ہے۔ اسی طرح اکثر اولیاء اللہ رحمہم اللہ علیہم کے کئی اقوال دنیا کی مذمت کے بارے میں اور اس سے بچنے اور آخرت کی طرف رغبت رکھنے کے سلسلہ میں موجود ہیں لیکن ان سب کو اس مختصر مضمون میں پیش کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

اب ہم حضور سرکار دو عالم محمد مصطفیٰ ﷺ کی زندگی کے کچھ وہ حالات پیش کرنے کی سعادت حاصل کریں گے جن سے یہ واضح ہوجائے گا کہ آنحضرت ﷺ دنیا سے کس حد تک بے

رغبت تھے اور صحیح معنی میں تارک دنیا تھے۔

علامہ شبلی نعمانی نے اپنی مشہور کتاب سیرۃ النبی ﷺ میں تحریر کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ اگر چہ کہ ہر قسم کے جائز حظوظ دنیاوی سے متمتع ہونا جائز رکھتے تھے تاہم ناز و نعمت تکلف و عیش پرستی کو ناپسند فرماتے اور اوروں کو بھی اس سے روکتے تھے۔ اکی چند مثالیں انھوں نے دی ہیں۔

(۱) ایک روز حضرت علیؓ آپ ﷺ کو کھانے کے لئے بلا کر اپنے گھر لے گئے۔ آپ تشریف لائے لیکن دیواروں پر پردے لٹکے ہوئے دیکھ کر واپس چلے گئے۔ حضرت علیؓ کے دریافت کرنے پر فرمایا پیغمبر کی شان کے خلاف ہے کہ وہ کسی زیب و زینت کے مکان میں داخل ہو

(۲) عورتوں کو شریعت میں سونے کا زیور استعمال کرنا مباح ہے لیکن حضور ﷺ اہل بیت کرام کے لئے اس بات کو بھی خلاف اولیٰ تصور فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت فاطمہ کے گلے میں سونے کا ہار دیکھا تو فرمایا کیا تم کو یہ ناگوار نہ ہوگا جب لوگ کہیں گے پیغمبر کی لڑکی کے گلے میں آگ کا ہار ہے۔ اسی طرح ایک مرتبہ بی بی عائشہ کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن دیکھ کر بھی ناپسند فرمایا۔

(۳) ایک مرتبہ ایک ریشمی کپڑا بک رہا تھا۔ حضرت عمر ساتھ چل رہے تھے انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ اسے خرید لیں تا کہ جمعہ اور سفراء کی آمد پر اسے ملبوس فرمائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ وہ پہنے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔

(۴) ڈاکٹر محمد عبد الحیٔ صاحب اپنی کتاب اسوۂ رسول اکرم میں لکھتے ہیں کہ ایک روز ابن مسعودؓ نے حضور کے جسم مبارک پر (سو کر اٹھنے کے بعد) چٹائی کے نشان دیکھے تو عرض کیا یا رسول اللہ اجازت دیجئے کہ ہم آپ کے لئے ایک اچھا بستر تیار کر لیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ کو دنیا سے کیا واسطہ میری اور دنیا کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی سوار چلتے چلتے کسی درخت کے نیچے سایہ لینے کو ٹھہر جائے پھر اس کو چھوڑ کر آگے چل دے۔

(۵) ایک مرتبہ حضرت عمرؓ حضور ﷺ کی اسباب کی کوٹھری میں حاضر ہوئے تو انھیں نظر آیا کہ حضور دو عالم کے بیت اقدس میں دنیاوی ساز و سامان کی کیا کیفیت ہے۔ جسم مبارک پر صرف

ایک تہبند ہے۔ ایک کھری چار پائی بچھی ہے۔ سرہانے ایک تکیہ پڑا ہے جس میں خرے کی چھال بھری ہے۔ ایک طرف مٹھی بھر جو رکھے ہیں۔ کچھ مشکیزے کی کھالیں سر کے پاس کھونٹی پر لٹک رہی ہیں۔ یہ دیکھ کر حضرت عمر کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے رونے کا سبب دریافت فرمایا عمرؓ کہنے لگے رسول اللہ کیوں نہ روؤں قیصر و کسریٰ تو باغ و بہار کے مزے لوٹیں اور آپ خدا کے پیغمبر اور برگزیدہ ہو کر آپ کے سامان خانہ کی یہ کیفیت ہو۔ ارشاد ہوا اے ابن خطاب کیا تم کو یہ پسند نہیں کہ وہ دنیا لیں اور ہم آخرت۔

(۶) ایک مرتبہ ام المومنین عائشہ صدیقہؓ نے اپنے بھانجے عروہؓ کے پوچھنے پر کہا ہم اہل بیت نبوت اس طرح گزارہ کرتے تھے کہ کبھی کبھی لگاتار تین چاند دیکھ لیتے تھے (یعنی کامل دو مہینے گزر جاتے تھے) اور حضور ﷺ کے گھروں میں چولہا گرم نہ ہوتا تھا۔ عروہؓ نے عرض کیا پھر آپ لوگوں کو کیا چیز زندہ رکھتی تھی۔ بی بی عائشہؓ نے فرمایا بس کھجور اور پانی۔ البتہ رسول اللہ ﷺ کے بعض انصاری پڑوسی آپ کے لیے دودھ بطور ہدیہ بھیج دیتے تھے۔ اس میں سے آپ ہم کو بھی دے دیتے تھے۔

(۷) احادیث صحیحہ خصوصاً بخاری و مسلم سے ثابت ہے کہ مدینہ میں بھی جب کہ یمن سے شام تک اسلام پھیل چکا تھا سرکار مدینہ نے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا (مکہ کی زندگی بعد بعثت صرف تبلیغ میں گزری۔ آپ نے کوئی پیشہ اختیار نہیں کیا) چنانچہ لکھا گیا ہے کہ گھر میں اکثر فاقہ رہتا تھا اور رات کو تو اکثر آپ اور سارا گھر بھوکا سو رہتا تھا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں مدینہ کے قیام سے وفات تک آپ نے کبھی دو وقت سیر ہو کر روٹی نہیں کھائی۔ ایک دفعہ ایک بھوکا شخص حضور کی خدمت میں آکر کھانے کا طلب گار ہوا آپ نے ازواج مطہرات کے پاس کہلا بھیجا کچھ کھانے کو ہو تو بھیج دو۔ ہر گھر سے جواب آیا کہ سوائے پانی کے گھر میں کچھ نہیں۔ ایک مرتبہ حضرت انسؓ نے دیکھا حضور ﷺ اپنے شکم مبارک کو کپڑے سے کس کر باندھے ہوئے ہیں اکی وجہ پوچھی تو ایک صاحب نے بتایا بھوک سے۔ ایک مرتبہ کچھ صحابہ آپ کے پاس آئے۔ بھوک کی شکایت کی اور بتایا کہ پیٹ پر پتھر بنا ہوا ہے آپ ﷺ نے شکم کھول کر بتایا کہ ایک کی بجائے دو پتھر بندھے

ہوئے تھے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ حضور ﷺ صبح کو ازدواج مطہرات کے پاس تشریف لاتے اور پوچھتے کہ آج کچھ کھانے کو ہے۔ عرض کرتیں نہیں۔ آپ فرماتے اچھا میں نے روزہ رکھ لیا۔

(۸) حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے ایسی حالت میں وفات پائی کہ آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس تیس ساع میں گروی رکھی ہوئی تھی۔

(۹) حضور نبی کریم ﷺ فرماتے فرزند آدم کو ان چند چیزوں کے سوا اور کسی چیز کا حق نہیں رہنے کے لئے گھر ستر پوشی کے لئے ایک کپڑا اور شکم سیری کے لئے روکھی سوکھی روٹی اور پانی۔

(۱۰) حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن میں عامل بنا کر بھیجنے کے وقت رسول اللہ ﷺ نے انھیں کچھ نصیحتیں فرمائیں اور کہا اے معاذ شائد میری زندگی کے اسی سال بعد میری اور تمہاری ملاقات نہ ہو۔ یہ سن کر حضرت معاذ بیتاب ہو گئے اور رونے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف سے منہ پھیر کر مدینہ کی طرف رخ کر کے فرمایا (غالباً آپ خود بھی آبدیدہ ہو گئے تھے) مجھ سے بہت زیادہ قریب اور مجھ سے تعلق رکھنے والے وہ سب بندے ہیں جو خدا سے ڈرتے ہیں اور تقویٰ والی زندگی گزارتے ہیں وہ جو بھی ہوں اور جہاں کہیں بھی ہوں۔

قرآن شریف کی آیات مبارکہ، حضرت رسول مقبول ﷺ کی احادیث پاک اور آپ کی زندگی کے ان چند واقعات اور حالات کا مطالعہ کرنے کے بعد کیا کوئی مسلمان یہ جرأت کر سکتا ہے کہ آپ نعوذ باللہ خاکم بدہن رہبانیت کی طرف مائل تھے۔ ہرگز نہیں۔ آپ کی مثالی زندگی عظیم ترین ترک دنیا کا ایک شاندار روشنی کا مینار تھی جس سے ہر مسلمان نیک زندگی گزارنے کی روشنی حاصل کر سکتا ہے۔

والحمد لله رب العلمين۔

☆☆☆

کیا ترک دنیا رہبانیت ہے (قسط دوم)

سالنامہ نور حیات ۱۴۲۰ھ میں اس کمترین نے متذکرہ بالا عنوان پر ایک مضمون لکھا تھا جس میں قرآن پاک کی آیات اور حضور رسول مقبول ﷺ کی احادیث کے علاوہ حضرت رسول مقبول ﷺ کی زندگی کے واقعات سے ثابت کیا گیا تھا کہ ترک دنیا عین اسلامی تصور ہے اور اسے عیسائیوں اور یہودیوں کی رہبانیت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ مضمون لکھنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی تھی کہ بعض غیر مہدوی حضرات اپنی تقاریر اور مضامین میں ترک دنیا کو رہبانیت بتاتے ہیں اس کا رد ضروری تھا۔ اس لئے وہ مضمون لکھا گیا۔ مضمون ایک حیثیت سے مکمل تھا پھر بھی گنجائش رکھی گئی تھی اور لکھا گیا تھا کہ اس کی دوسری قسط بھی انشاء اللہ پیش کی جائے گی۔ لہٰذا اس سالنامہ میں یہ دوسری قسط بھی پیش کی جاتی رہی ہے۔

قرآن مجید میں جابجا دنیا کی مذمت کی گئی ہے اور اس سے بچنے اور تقویٰ اختیار کرنے کے احکام دیئے گئے ہیں اس لئے ایک سچا مسلمان اسباب دنیا کی محبت سے منقطع ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتا ہے اور اپنی جائز ضرورتیں اور خواہش شریعت محمدی کے دائرہ میں رہ کر پوری کرتا ہے۔ برخلاف اس کے رہبانیت میں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی فطری قوتوں اور صلاحیتوں کو معطل کر دیا جاتا ہے۔ مرد خصی ہو جاتے ہیں عورتیں کنواری رہ کر زندگی گزار دیتی ہیں۔ شرع مطہرہ محمدیہ میں ان چیزوں کی اجازت نہیں ہے۔ ترک دنیا کو رہبانیت کہنے کی جرأت کرنا قران اور حدیث کی ایسی خلاف ورزی ہوگی جس کی وجہ سے رجوع اور توبہ لازم آئے گی۔

رہبانیت کی مذمت اور احبار اور رہبان کے طور طریقوں کی خرابی کو سورہ توبہ کی ان آیات میں واضح فرمایا گیا ہے۔

(۱) اتخذوآ احبارهم و رهبانهم من دون الله والمسيح ابن مريم (توبہ ۳۱)

ترجمہ: ٹھیرالیا انھوں نے اپنے عالموں کو اور درویشوں کو خدا۔ اللہ کو چھوڑ کر اور مسیح ابن مریم کو بھی۔

(۲) یا یھا الذین امنو انا کثیر امن الاحبار و الرحبان لیاکلو ن اموال الناس بالباطل یصدون عن سبیل الله ط و الذین یکنزون الذھب و الفضته ولا ینفقو نھا فی سبیل الله فبشر ھم بعذاب الیم ۰ یوم یحمیٰ علیھا فی نار جھنم فتکویٰ بھا جباھھم و جنو بھم و ظھورھم ط ھٰذا ما کنزتم لا نفسکم فذوقو اما کنتم تکنزو ن (۳۵-۳۴ توبہ)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو بہت سے عالم اور درویش اہل کتاب کے کھاتے ہیں مال لوگوں کے ناحق اور روکتے ہیں اللہ کی راہ سے اور جو لوگ گاڑھ رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور اس کو خرچ نہیں کرتے اللہ کی راہ میں سو ان کو خوشخبری سنادے عذاب دردناک کی جس دن کہ آگ دھکائیں گے اس مال پر دوزخ کی پھر داغیں گے اس سے انکے ماتھے اور کروٹیں اور پیٹھیں (کہا جائے گا) یہ ہے جو تم نے گاڑھ کر رکھا تھا اپنے واسطے اور مزہ چکھو اپنے گاڑھنے کا۔

یہ تھی احبار و رحبان کی کیفیت کہ انھوں نے شرک کیا۔ مسیح ابن مریم کو اپنا خدا بنایا اور لوگوں کے مال ناحق کھاتے رہے اور سونا چاندی گاڑھ گاڑھ کر رکھتے رہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے انکو اپنی سزا سنادی۔ ضمنی طور پر یہ بھی غور کیجئے کہ جو لوگ اپنا مال وزر راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے اور سونے چاندی کو گاڑھ گاڑھ کر رکھتے ہیں ان سب کو چاہئے وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو دوزخ کی آگ میں جلنا ہوگا۔

برخلاف احبار و رحبان کے مسلمانوں کے لیئے ترک دنیا کی ہدایتیں قران شریف میں کئی جگہ موجود ہیں جن کا ذکر میں نے اس مضمون کی پہلی قسط میں کردیا ہے۔ یہاں صرف ایک آیت شریفہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جس میں دنیا سے محبت کرنے والوں کے لئے سخت وعید بتلائی گئی ہے۔

ان الذین لایر جون لقا ء نا و رضوبالحیواۃ الدنیا والطما نوابھا والذین ھم عن آیاتنا غافلون . اولئیک ماواھم النار مما کانو یکسبون (یونس ۷-۸)

ترجمہ:۔ بے شک جو لوگ خدا کے دیدار کے آرزومند نہیں ہیں اور حیات دنیا پر راضی اور اُس پر مطمئن ہوگئے ہیں اور خدا کی آیات سے غافل ہیں ان کا مقام ان کے اعمال کے معاوضہ میں جہنم ہے۔

دنیا کیا ہے اور ترک دنیا کیوں ضروری ہے یہ سمجھنے کے لئے پہلے ہمیں دنیا کے معنی سمجھنے ہونگے۔ دنیا لفظ دنو سے مشتق ہے جس کے معنی قرب اور نزدیکی کے ہیں۔ اس لئے حیات دنیا انسان کی موجودہ حیات فانی کو کہا جاتا ہے جو موت سے پہلے تک ہے اور موت کے بعد آنے والی حیات آخرت ہے چنانچہ امام غزالی کے مطابق دنیا اور آخرت دو حالتوں سے مراد ہے ان میں سے قریبی حالت کو دنیا کہتے ہیں اور وہ موت سے پہلے تک ہے اور بعد میں آنے والی آخرت ہے جو موت کے بعد سے متعلق ہے۔

قرآن مجید میں دنیا کا استعمال دین کے مقابل بھی ہوا ہے۔ اس طرح دنیا وہ ہے جو آخرت یا دین کے سوا ہے۔ جو کام دنیاوی اغراض و مقاصد کے لئے کئے جاتے ہیں وہ دینوی ہوتے ہیں جیسے کھیل تماشہ لذات وغیرہ۔ جو اعمال دین و آخرت سے تعلق رکھتے ہیں ان کو دینی کہا جاتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی عبادت نماز زکواۃ وغیرہ۔ جو اعمال حیات دینوی سے متعلق ہوں لیکن خدا اور رسول کے اتباع اور کسی دینی نیت پر مبنی ہوں وہ بھی خالص دینوی نہیں قرار دیئے جاسکیں گے۔

رسول اللہ ﷺ کا قول مبارک ہے: الدنیا ملعونة وملعون مافیھا الا کان فیھا لله

ترجمہ:۔ دنیا اور مافیہا ملعون ہے لیکن دنیا میں جو کچھ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے ملعون نہیں ہے

بحوالہ ''ترک دنیا'' مولفہ حضرت پیرومرشد ابوسعید سید محمود مرشد میاں صاحبؒ

کچھ محققین نے غفلت کو دنیا کہا ہے۔ مولانا رومؒ کا شعر ہے:

چست دنیااز خدا غافل بدن — نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

(دنیا کیا ہے۔ خدا سے غافل ہونا دنیا ہے۔ قماش نقرہ فرزند وزن دنیا نہیں ہے (قماش یعنی گھر کا سامان وغیرہ)

غفلت کا انتہائی درجہ بقائے ہستی وخودی ہے۔ اس لئے بعض لوگوں نے ہستی وخودی کو دنیا قرار دیا ہے۔ سہل بن عبداللہ تستریؒ فرماتے ہیں: ترجمہ ''دنیا تیرا نفس ہے جب تو اس کو فنا کردے تو پھر تیرے لئے دنیا نہیں ہے۔

دنیا کے بارے میں جو خیالات اوپر پیش کئے گئے ہیں۔ ان کی روشنی میں غور کیجئے کہ ترک دنیا کیا ہے۔ ماسوی اللہ دنیا ہے تو ترک ماسوی اللہ ترک دنیا ہوئی۔ اللہ تعالیٰ سے غافل ہونا

اگر دنیا ہے تو ترک غفلت ترک دنیا ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے۔ ولاتکن من الغافلین یعنی تم غافلوں سے نہ ہو جاؤ۔

خودی و ہستی دنیا ہے تو ترک خودی و ہستی ترک دنیا ہے زھد فی الدنیا کے معنی بھی ترک دنیا ہی کے ہیں۔ امام غزالی فرماتے ہیں ترجمہ:۔ بے شک زہد یہ ہے کہ آخرت کی نفاست کے مقابلے میں دنیا کو حقیر جان کر ترک کر دیا جائے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے بھی زہد کی تعریف فرمائی ہے۔ دو تین حدیثوں کے ترجمہ ملاحظہ کیجئے:

(۱) مومن زاہد سب لوگوں سے افضل ہے۔

(۲) جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی بھلائی چاہتا ہے تو اسکو زہد فی الدنیا عطا کرتا اور آخرت کی رغبت دیتا ہے۔

(۳) زہد یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی محبوب شئے سے محبت اور مقبوض شئے سے بغض رکھو اور دنیا کی حلال چیزوں کے استعمال سے تم کو ایسا ہی حرج ہو جیسا کہ حرام سے ہوتا ہے۔ کیونکہ دنیا کی حلال چیزوں کا حساب ہوگا اور حرام پر عذاب ہوگا۔

تیسری حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ حلال چیزوں کا استعمال بھی انسان سوچ سمجھ کر اور شریعت کے حدود میں رہ کر کرے۔ اگر ایسا نہیں کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے ناخوش ہوگا۔ جن چیزوں پر اللہ تعالیٰ کا حساب نہ ہوگا ان کو مہدویہ کے پاس حلال طیب کہا جاتا ہے۔ (اوپر کی تینوں حدیثیں رسالۂ ترک دنیا مولفہ حضرت پیرومرشد ابوسعید سید محمود رحمۃ اللہ علیہ سے لی گئی ہیں)

ترک دنیا فارسی لفظ ہے۔ عربی میں اسے اترکو الدنیا اھلھا کہتے ہیں۔ اسی معنی میں حضور نبی کریم ﷺ کی احادیث بھی موجود ہیں جیسے کنز العمال کی پیش کی ہوئی یہ تین حدیثوں کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے:۔

(۱) دنیا کو دنیاداروں کے لئے چھوڑ دو (اس حدیث میں اترک الدنیا کے الفاظ آئے ہیں)

(۲) جس کے سامنے دنیا اور آخرت دونوں پیش آ جائیں اور اس نے آخرت کو اختیار کیا اور دنیا ترک کردی تو اس کے لئے جنت ہے اور جس نے دنیا کو اختیار کیا اور آخرت چھوڑ دی اس کے

لیے دوزخ ہے۔

(۳) ترک دنیا ایلوے سے زیادہ تلخ ہے اور اللہ کی راہ میں تلوار چلانے سے بھی زیادہ سخت ہے اور ترک دنیا وہی کر سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ ایسی توفیق عطا فرماتا ہے جیسی کہ شہداء کو (شہید ہو جانے کی) عطا فرماتا ہے۔

آخری دو حدیثوں میں ترک الدنیا کے الفاظ آئے ہیں۔

اوپر بیان کی ہوئی تیسری حدیث شریف کو تحریر کرنے کے بعد حضرت پیرومرشد ابو سعید سید محمود مرشد میاں صاحب نے یہ نتیجہ اخذ فرمایا ہے کہ تارک دنیا کا مقام شہید فی سبیل اللہ کا مقام ہے۔

حضرت پیرومرشد نے بندگی میاں سید خوندمیر صدیق ولایت رضی اللہ عنہ کی ایک تحریر کا حوالہ دیا ہے حضرت بندگی میاں فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا حضور فرمائیں دنیا کیا ہے؟ حضرت رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا دنیا تیرا نفس ہے جب تو اس کو فنا کر دے تو پھر تیرے لئے دنیا نہیں ہے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ انا و خودی اور نفس کو مارنے والا اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جس کا حکم حضرت رسول اللہ ﷺ نے اپنی حدیث موتو اقبل ان تموتوا (مرنے سے پہلے مرجاو) میں دیا ہے۔ ایسا شخص بظاہر زندہ انسان کی طرح چلتا پھرتا ہے لیکن نفس کو بالکل ختم کرنے کے سبب وہ مقام رویت اللہ میں آ جاتا ہے۔ یعنی وہ فنافی اللہ ہو کر اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہوتا ہے۔ یہ ترک دنیا کا انتہائی مقام ہے۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگر کوئی چلتے پھرتے مردے کو دیکھنا چاہے تو وہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو دیکھے۔ حضرت مہدی علیہ السلام نے بھی بندگی میاں ملک معروف رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسی بشارت دی تھی

حضرت امامنا مہدی موعود علیہ السلام کی بعثت بندوں کو اللہ سے ملانے کے لئے ہوئی تھی آپ نے عشق و محبت الٰہی کے احکام کی تعلیم دی اور ولایت کے فرائض کا اللہ کے حکم سے اظہار فرمایا آپ نے طلب دیدار خدا کو فرض قرار دے کر لوگوں کو اس طرف متوجہ کیا اور خدا کے حکم سے ترک دنیا کو ہر بالغ مرد و عورت پر فرض گردانا اور قرآن شریف کی اس آیت کو اپنے بیان کی تائید

میں پیش فرمایا: من کان یر جو لقاء ربہ فلیعمل عملاً صالحا ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا (سورہ کہف)

ترجمہ:۔ جس کو اپنے پروردگار کے لقاء (دیدار) کی تمنا ہو اس پر واجب ہے کہ عمل صالح کرے اور اسکی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

حضرت مہدی السلام نے ارشاد فرمایا کہ عمل صالح سے مراد ترک دنیا ہے اور اگر کوئی شخص ترک دنیا کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے یعنی شرک جلی اور شرک خفی (اپنی ہستی، خودی، انا اور نفس) سے بچے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے فضل سے اپنے دیدار سے مشرف کرے گا۔ تو یہ رہی ترک دنیا کی اہمیت۔

آخری بات:۔ اصل میں لوگ ترک دنیا سے جو گھبراتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ترک دنیا سے رزق حاصل کرنے کے سارے دروازے بند ہو جاتے ہیں حالانکہ رزق دینے والا اللہ تعالیٰ ہے اور رزق کے لیے اللہ تعالیٰ پر ہی توکل کرنا چاہیے۔ قرآن شریف کی کئی ایات اس کی تشریح کرتی ہیں۔ یہاں صرف ایک آیت پیش کر کے اسکی تفسیر کی طرف اشارہ کیا جائے گا۔

سورہ طٰہٰ آیت نمبر ۱۳۲ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے وامر اھلک بالصلواۃ و الصطبر علیھا ط لا یسئلک رزقا نحن نر زقک ط والعاقبۃ للتقویٰ.

ترجمہ:۔ (جناب محمد شفیع صاحب مفسر قرآن) اور حکم کر اپنے گھر والوں کو نماز کا اور تو بھی قائم رہ اس پر۔ ہم نہیں مانگتے تجھ سے روزی۔ ہم روزی دیتے ہیں تجھ کو اور انجام بھلا ہے پرہیز گاری کا۔

(تفسیر جناب محمد شفیع صاحب) لا نسئلک رزقا یعنی ہم تم سے مطالبہ نہیں کرتے کہ تم اپنا اور اپنے اہل و عیال کا رزق اپنے علم اور عمل سے پیدا کرو۔ بلکہ رزق کا معاملہ (اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ رکھا ہے کیونکہ رزق کی تحصیل انسان کے بس میں ہے ہی نہیں۔ زیادہ سے زیادہ وہ یہی تو کرسکتا ہے کہ زمین کو نرم قابل کاشت بنائے اور کچھ دانے اس میں ڈال دے مگر دانہ کے اندر سے درخت نکالنا اور پیدا کرنا اس میں تو اس کا کوئی ادنیٰ دخل نہیں وہ براہ راست اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔ درخت نکل آنے کے بعد بھی انسان کا سارا عمل اسکی حفاظت کرنا اور جو پھل پھول قدرت نے اس

کے اندر پیدا فرمائے ہیں ان سے فائدہ اٹھایا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو جائے اللہ تعالیٰ یہ بار محنت بھی اسکے لئے آسان کر دیتے ہیں۔ ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ کی روایت سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم تو میری عبادت کے لیے اپنے آپ کو فارغ کر لے تو میں تیرے سینہ کو غنا اور استغنا سے بھر دوں گا اور تیری محتاجی کو دور کر دوں گا اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو تیرا سینہ فکر اور شغل سے بھر دوں گا اور محتاجی دور نہ کروں گا (یعنی جتنا مال بڑھتا جائے گا حرص بھی اتنی ہی بڑھتی چلی جائے گی) اس لئے ہمیشہ محتاج ہی رہے گا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول مقبول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص اپنے سارے فکروں کو ایک فکر یعنی آخرت کی فکر بنا دے تو اللہ تعالیٰ اسکے دنیا کی فکروں کی خود کفالت کر لیتا ہے اور جس کی فکر مختلف کاموں میں لگی رہے تو اللہ تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہیں کہ وہ ان فکروں کے کسی جنگل میں ہلاک ہو جائے (ابن ماجہ) (یہاں تفسیر ختم ہوئی)

پیش کی ہوئی آیت شریفہ پر غور فرمایئے۔ رزق کا دینے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ خود اسکا ذمہ لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے جو چاہتا ہے وہ تقویٰ ہے۔ عبادت خالص عبادت، عمل صالح۔ اس لئے دوسری چیزوں کے ساتھ رزق کے لئے بھی اللہ پر مکمل توکل کرتے ہوئے ترک دنیا کرنا ایک دینی فرض ہے جیسا کہ تفسیر میں پیش کی ہوئی حدیثوں میں بتایا گیا ہے ترک دنیا کو رہبانیت کہنا بہت بڑا گناہ ہے کیونکہ ترک دنیا اسلامی تصور ہے اور رہبانیت غیر اسلامی۔ جس کی قرآن میں مذمت کی گئی ہے۔

یہ دو مضامین کیا ترک دنیا رہبانیت ہے قسط اول و دوم پیش کرنے کے بعد میری مقررین اور مضمون نگار صاحبان سے درخواست ہے کہ وہ رہبانیت اور ترک دنیا کے فرق کو سمجھیں اور دونوں کو ایک کہنے کے گناہ عظیم سے بچیں۔

نوٹ:۔ اس مضمون کی تیاری میں حضرت پیر و مرشد ابو سعید سید محمود مرشد میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے رسالہ ترک دنیا سے گہرا استفادہ کیا گیا ہے۔

--ooo--

فرمودات امامنا علیہ السلام

حضور مہدی موعود علیہ السلام کے جو فرامین ہماری قوم کی نقلیات کی کتابوں میں درج ہیں وہ ہمارے لئے سرچشمۂ ہدایت ہیں ان ہدایات و نصائح سے ہماری انفرادی اور سماجی زندگی میں اعلیٰ ترین سدھار پیدا ہوسکتا ہے۔ ان فرامین سے ہمیں مذہب اسلام کی اصل کا پتہ چلتا ہے اور ایمان اسلام اور احسان کے عقیدے کھلتے ہیں۔ خصوصاً فرائض و احکام ولایت کی آپ نے جو توضیح و تشریح کی اس کی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ اسی طرح فرامین مہدی موعود علیہ السلام سے قرآن اور حدیث کی روشنی میں حضور علیہ السلام کے مرتبہ اور مقام کا بھی علم ہوتا ہے۔ فرامین امام جواہر پارے ہیں قوم کے لیے انعام عظیم ہیں اور ان کو پڑھنا سمجھنا اور ان پر عمل کرنا دنیا میں نیک زندگی اور آخرت میں نجات اور اللہ تعالیٰ کی بخشش و مغفرت کے حصول کا ذریعہ ہیں۔ اس لیے اس مضمون میں حضور مہدی علیہ السلام کے کچھ فرامین پیش کرنے کی اور ان کی حسب استطاعت ضروری تشریح کی کوشش کی جارہی ہے۔

(۱) نقل است کہ حضرت میراں فرمودند کہ اگر کسے از بندہ نقل کند باند آں نقل دابہ بیند اگر با کلام خدا تعالیٰ موافق است آں از بندہ است و اگر باکلام خدائے تعالیٰ موافق نیست آں نقل از بندہ نیست یا آن کس سخن مارا فہم نہ کردہ است

ترجمہ: نقل ہے کہ حضرت مہدیؑ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص بندہ کی نقل بیان کرے تو چاہیے کہ اس نقل کو دیکھے۔ اگر خدائے تعالیٰ کے کلام کے موافق ہے تو وہ نقل بندہ سے ہے اور اگر خدائے تعالیٰ کے کلام کے موافق نہیں ہے تو وہ نقل بندہ سے نہیں ہے یا وہ شخص ہماری بات کو سمجھ نہ سکا

اس فرمان مبارک میں حضور مہدی علیہ السلام نے اپنے فرامین مبارک کی جانچ کا ایک معیار مقرر فرما دیا ہے۔ یعنی آپ کا کوئی فرمودہ بیان کیا جائے تو دیکھنا چاہیے کہ وہ قرآن کے مضامین اور ہدایات کے موافق ہے یا نہیں۔ اگر موافق ہے تو وہ فرمان یقینی حضور علیہ السلام کا ہے۔

اگر قرآن کے خلاف کوئی بات حضور کے فرمودہ کے طور پر بیان کی جائے تو وہ فرمان حضور کا قطعی نہیں ہوسکتا یا یہ کہ فرمودہ بیان کرنے والے نے سننے یا سمجھنے میں غلطی کی ہے۔

یہ فرمان مبارک حضور مہدی علیہ السلام کی دی ہوئی ایک بہترین کسوٹی ہے جس سے سچ اور غلط کا پتہ چلا لیا جاسکتا ہے۔ ایک خلیفۃ اللہ یا پیغمبر کبھی کوئی بات جسکا تعلق دین سے ہو اپنی طرف سے کہہ نہیں سکتا۔ وہ قرآن ہی کی تعلیم کو پیش کرتا ہے۔ اس کی بات میں اپنے نفس اور ہوا کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کے بارے میں فرمایا۔

ومایَنطق عن الھویٰ ان ھو الاوحی یوحی. (النجم) وہ اپنی خواہش نفس سے کچھ نہیں کہتے وہ جو کچھ کہتے ہیں سوائے وحی کے کچھ نہیں۔ یہ بات جتنی حضور رسول مقبول ﷺ پر صادق ہے اتنی ہی ہر ہر نبی پر اور حضرت مہدی علیہ السلام پر بھی صادق ہے مہدی دین کی کوئی بات کہیں تو وہی کہیں گے جس کا تعلق قرآن ہی سے ہے۔ ہم مہدوی حضور کے ان تمام فرمودات کو جو فرائض ولایت سے متعلق ہیں لاریب اور سچ مانتے ہیں اور ان کے دو سبب ہیں۔ پہلا سبب یہ ہے کہ مہدی خلیفۃ اللہ ہیں اور دوسرا سبب یہ ہے کہ تمام فرائض ولایت کا حکم حضور نے قرآنی آیات ہی سے دیا ہے کوئی فرض ولایت ایسا نہیں جس کا قرآن میں تذکرہ نہیں۔

بعینہ ایسا ایک فرمان مبارک حضور رسول مقبول ﷺ کا بھی ہے۔ آپ نے فرمایا عنقریب میرے بعد حدیثیں بہت ہوجائیں گی پس جو حدیث قرآن شریف کے موافق ہو وہ میری حدیث ہے میں نے کہا ہے اور جو قرآن شریف کے مخالف ہو تو مجھ سے نہیں ہے اور میں قرآن شریف کے خلاف کس طرح کہوں گا۔

اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ نبی اور خلیفۃ اللہ کے لئے قرآن ہی اصل حقیقت ہے اور وہ جو کچھ دین سے متعلق کہتے ہیں وہ قرآن ہی سے کہتے ہیں اس سے ہٹ کر نہیں۔

آپ کو یہ بات معلوم ہوگی کہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے حدیث کے صحیح ہونے کا معیار بھی بیان فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں جو حدیث خدائے تعالیٰ کی کتاب اور اس بندے کے حال کے موافق ہو وہی صحیح ہے۔ احادیث کے جمع کرنے اور ان کی صحت کے بارے میں ہمارے

بزرگوں نے بڑی کوشش کی ہے۔ راویوں کے اخلاق و عادات سچ اور جھوٹ کی تمیز اور دوسری بہت سی باتوں کا خیال رکھ کر احادیث کو مختلف معیارات پر قائم کیا ہے جیسے صحیح حدیث۔ غریب۔ حسن۔ احاد۔ متواتر وغیرہ۔ یہ کام یقیناً لائق تحسین ہے اور اس سے ہم کو احادیث کے معیارات معلوم کر کے ان سے حجت کرنے میں مدد ملتی ہے لیکن قربان جایئے حضور مہدی علیہ السلام کی خلیفۃ اللہ شان کے کہ آپ نے حدیث کو قرآن کی تعلیم پر پرکھنے کی تعلیم دی اور اپنے حال سے ملا کر دیکھنے کی بھی۔ قرآن پر پرکھنے کی بات تو سمجھ میں آتی ہے۔ حضور مہدی علیہ السلام کے حال سے ملا کر دیکھنے کی بات بھی اپنے اندر ایک شان رکھتی ہے۔ جیسے آپ جانتے ہیں حضور مہدی علیہ السلام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع تام ہیں یعنی ایسے تابع جو خطا نہیں کرتے اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ پھر حضرت رسول خدا ہوں کہ مہدی علیہ السلام ان ہستیوں کی زندگی قرآن کا عملی رخ ہے۔ اسی لیے حضرت مہدی علیہ السلام نے یہ جو فرمایا کہ حدیث کو آپ کے حال پر پرکھا جاسکتا ہے اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ آپ حدیث کو قرآن پر پرکھ رہے ہیں۔

حضرت مہدی علیہ السلام کے اس فرمان مبارک سے کہ آپ کے کسی فرمان کو قرآن پر پرکھا جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمان سے کہ آپ کی حدیث کو قرآن سے ملا کر دیکھا جائے ایک نہایت لطیف اور سبق آموز نتیجہ بھی برآمد ہوتا ہے اور اس سے بعثت مہدی کی اہمیت اور ضرورت پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ احادیث متواتر سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ اہل سنت کے پاس علم قطعی ہے اور اس سے روگردانی نہیں کی جاسکتی۔ حضرت مہدی علیہ السلام کی بعثت کے بارے میں احادیث متواترہ موجود ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے مہدی کی بعثت کے بارے میں جو خبر دی ہے وہ صحیح ہے اور اس سے کسی کو انکار کرنے کی جرات نہیں ہوسکتی۔ اب سوال یہ ہے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ اس کی بنیاد ضرور قرآن شریف میں ڈھونڈنی ہوگی کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کوئی دینی بات ایسی نہیں بیان فرماتے جو قرآن میں موجود نہ ہو جیسا کہ اوپر ہم نے ثابت کیا ہے اس لئے بعثت مہدی کا اشارہ قرآن میں موجود ہونا ضروری ہے اور یہ واقعہ ہے کہ بہ ارشاد مہدی موعود علیہ السلام قرانِ مجید میں کم سے کم ایسی اٹھارہ آیات موجود ہیں جو مہدی اور مہدی کی قوم سے متعلق ہیں اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جو لوگ بزعم

خود یہ ادعا کرتے ہیں کہ مہدی کا ذکر قرآن شریف میں نہیں ہے ان سے یہ پوچھا جاسکتا ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت مہدی کے سلسلے میں جو کچھ فرمایا ہے کیا نعوذ باللہ حضور نے اپنی طرف سے کہا ہے؟ ماننا پڑے گا کہ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا اور مہدی کا ذکر اشارۃً قرآن میں موجود ہے البتہ اس کو سمجھنے کے لیے نورِ ایمان کی ضرورت ہے۔

(۲) ونیز حضرت میراں ہم فرمودہ اند که مهدی را خدائے تعالیٰ آنکه فرستاد که معنی دین از جهان رفته بود۔ فرموده اند معنی دین از سه چیز رود رسم و عادت و بدعت۔ وقتے که مهدی در ظهور آید رسم و عادت و بدعت را دور کند و دین محمد را نصرت کند۔

ترجمہ: اور حضرت مہدیؑ نے بھی فرمایا ہے کہ خدائے تعالیٰ مہدی کو اس وقت بھیجا کہ دین کا مقصد دنیا سے اٹھ گیا تھا۔ فرمایا کہ دین کا مقصد تین چیزوں سے مفقود ہو جاتا ہے یعنی رسم۔ عادت و بدعت جس وقت کہ مہدی ظہور میں آئے رسم اور عادت اور بدعت کو دور کرے اور دین محمد کو نصرت کرے۔

اس فرمان مبارک سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے دین کا ایک مقصد ہوتا ہے جب لوگ عادات و بدعات و رسوم کی طرف راغب ہو جاتے ہیں تو اصل مقصد دین غائب ہو جاتا ہے۔

عادات و بدعات و رسوم کیا ہیں۔ ان کو سمجھنے کی ضرورت ہے لوگ جب ایک عرصہ تک کسی کام کو کرتے رہتے ہیں تو اس کی ان کو عادت ہو جاتی ہے۔ عادات کو اختیار کرنے سے (چاہے وہ اچھی ہوں کہ بری) انسان کو یہ خیال نہیں رہتا کہ وہ اس کو کس لئے اختیار کر رہا ہے اور جانوروں کی طرح وہ ان کاموں کا عادی ہو جاتا ہے جن کو عادات کہتے ہیں۔ بدعت کا مطلب ہے دین میں نئی چیز رائج کرنا اور جو چیز دین کے لئے نئی ہو وہ نامناسب ہوتی ہے اور اس کا چھوٹ جانا ہی بہتر ہوتا ہے اسی طرح معاشرہ کے دباؤ میں آ کر انسان کچھ ایسے کام کرنے لگتا ہے جن کی انجام دہی میں وہ دین کے مقصد کو بھول جاتا ہے۔ ایسے کاموں کو رسوم کہتے ہیں۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ اصل دین اور مقصد دین کیا ہے مقصد دین اسلام یہ ہے کہ لا اله الا الله پر یقین واثق رکھنا اور

ہمیشہ اور ہر کام میں اللہ کی طرف رجوع ہونا۔ حضرت مہدی علیہ السلام کا ارشاد مبارک یہ بتاتا ہے کہ جب انسان اس اہم مقصد سے غافل ہو جاتے ہیں اور رسم عادت و بدعت میں پڑ جاتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کو بھلا بیٹھتے ہیں اور ان رسوم و عادات کی تکمیل ہی ان کی زندگی کا مقصد ہو جاتا ہے۔ اس میں وہ اس قدر اپنے آپ کو مستغرق کر دیتے ہیں کہ اللہ کو یاد رکھتے ہیں اور نہ خود کی کوئی فکر رہتی ہے۔ خود کو بھی بھول جاتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی نافرمانی کی سزا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ولا تکونوا کالذین لنسوا اللہ فانسھم انفسھم (الحشر)

ترجمہ: اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ جنہوں نے اللہ کے احکام سے بے پرواہی کی سو اللہ تعالیٰ نے خود ان کی جان سے ان کو بے پرواہ بنا دیا۔

ایسی حالت میں مقصد دین کہاں باقی رہے گا۔ چنانچہ حضور مہدی علیہ السلام کا ارشاد مبارک ہے کہ خدائے تعالیٰ اس بندے کو مہدی کر کے اس وقت بھیجا کہ تمام عالم سے دین چلا گیا تھا۔ مگر مجذوبوں میں باقی تھا۔ ایسے حالات میں دین محمدی یعنی اسلام کی نصرت کے لیے اللہ تعالیٰ نے مہدی کو مبعوث فرمایا۔

اس فرمان مبارک سے حضور مہدی علیہ السلام کی بعثت کا ایک اہم پہلو واضح ہوتا ہے وہ ہے احیائے اسلام یعنی دین اسلام کی جو اصل اسپرٹ باقی نہیں رہی تھی اس کو دوبارہ پیدا کیا جائے۔ جو لوگ عادت' بدعت اور رسوم میں مبتلا ہو کر اللہ تعالیٰ کو بھول گئے تھے انہیں دوبارہ ان مظالم سے نکال کر اللہ کی طرف رجوع کیا جائے۔ اس خاص پہلو کے علاوہ حضور مہدی علیہ السلام کا دوسرا پہلو بھی ہے اور وہ ہے احکام و فرائض ولایت کا بیان اور ان کا قیام جن پر عمل پیرا ہونے سے **بصیرت** یعنی دیدار خدا کے حصول کی راہ ملتی ہے۔ اس کا ذکر حضور کے دوسرے فرامین سے معلوم ہوتا ہے۔

(۳) حضرت مہدی علیہ السلام در ثبوت مہدیت ایں آیت خواندن افمن کان علی بینتہ من ربہ ویتلوہ شاھدمنہ ومن قبلہ کتاب موسیٰ اماما و رحمتہ اولیئک یومنون بہ ومن یکفر بہ من الاحزاب فالنار موعدہ فلاتک فی مریہ منہ انہ الحق من ربک ولاکن اکثر الناس لایومنون (جز۱۲ رکوع۲)

ترجمہ: حضرت مہدی علیہ السلام نے اپنی مہدیت کے ثبوت میں یہ آیت پڑھی ہے۔ "کیا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے بینہ پر ہو اور اس کے پیچھے اس کے رب کی طرف سے گواہ (قرآن) ہو اور اس کے پہلے کتاب موسیٰ (توریت) جو امام و رحمت ہے (وہ بھی) اس کی گواہ ہو (کیا وہ اور طالب دنیا دونوں برابر ہو جائیں گے) وہ لوگ (جو اس وقت مختلف جماعتوں میں بٹے ہوئے ہوں گے) اس پر ایمان لائیں گے اور ان جماعتوں میں کا جو شخص اس سے کفر کرے گا پس اس کی وعدہ گاہ جہنم ہے۔ پس (اے محمد) تم اس کے متعلق شبہ میں نہ رہو بلاشبہ وہ تمہارے رب کی طرف سے حق ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہ لائیں گے۔"

حضرت مہدی علیہ السلام نے اس آیت کے اہم الفاظ کے معنی اور تشریح بھی فرمائی ہے جو قوم کی مستند کتابوں نقلیات بندگی میاں عبدالرشیدؒ اور انصاف نامہ میں موجود ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا "میں اللہ تعالیٰ سے بلاواسطہ سن رہا ہوں کہ یہ آیت تیرے حق میں ہے اور افمن کان میں من جو مذکور ہے اس سے مراد تیری ہی ذات ہے اور بینہ سے مراد حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ولایت کی اتباع ہے۔ قولاً فعلاً اور حالاً اور ولایت محمدیہ سے مراد وہی خاص ولایت ہے جو حضرت محمد ﷺ کی ذات سے مخصوص ہے اور شاہد سے مراد قرآن اور توراۃ ہے اور اولئک کا مشار الیہ اتباع کرنے والی امتیں ہیں اور پہلی ضمیر بہ سے مراد مہدی کی ذات ہے اور دوسری ضمیر بہ سے بھی مہدی کی ذات ہی مراد ہے۔"

اوپر لکھی ہوئی آیت کے ترجمہ اور حضرت مہدی علیہ السلام کی توضیح اور تشریح سے جس کو آپ نے اللہ تعالیٰ سے بلاواسطہ سن کر بیان فرمایا ہے مقام مہدیت کے بارے میں اہم باتیں سمجھ میں آتی ہیں۔ پہلی بات یہ کہ حضرت مہدی علیہ السلام بینہ پر مبعوث فرمائے گئے ہیں اس لئے ہم مہدی علیہ السلام کو امر اللہ بینۃ اللہ کہتے ہیں اور چونکہ حضرت مہدی علیہ السلام انبیاء کی طرح اللہ کی طرف سے مبعوث ہوئے ہیں اس لئے حضرت رسول مقبول ﷺ نے آپ کے لیے "خلیفتہ اللہ" کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔

دوسرے لفظ بینہ کے معنی پر غور کیجیے۔ بینہ۔ بینات اور آیات کے الفاظ قرآن مجید میں

ایسے امور کے لیے ہی استعمال ہوئے ہیں جن کا تعلق قدرت الٰہیہ سے ہوتا ہے یا جو انبیاء علیہم السلام کی نبوت اور انہیں اللہ کی دی ہوئی طاقت کو ظاہر کرتے ہیں۔ عام لوگوں کے لیے یا قوت بشری کے اظہار کے لیے یہ الفاظ استعمال نہیں ہوتے۔ قرآن مجید میں صرف ایک ہی مقام ایسا ہے جہاں بینہ کا لفظ غزوہ بدر کے شہیدوں اور غازیوں کے لیے استعمال ہوا ہے اور چونکہ غزوہ بدر مکمل طور پر ایک اعجاز تھی اور اس میں کامیابی رسول مقبول ﷺ کا ایک عظیم معجزہ اس لیے اس غزوہ بدر میں شہیدوں کا جام شہادت نوش کرنا اور غازیوں کا فتح یاب رہنا اصل میں حضور رسول مقبول ﷺ کے بینہ پر رہنے کی دلیل ہے۔ حضرت پیرومرشد ابوسعید سید محمود مرشد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا ہے کہ عام مفسرین نے بینہ کے مختلف مفہومات بیان کئے ہیں جیسے البرھان . الواضح من اللہ حقیقت دین اسلام۔ دلیل عقل۔ یقین قرآن۔ نور ولایت وغیرہ لیکن جیسا پیرومرشد نے فرمایا ہے ''کتب مہدویہ میں بینہ کی تفسیر اتباع ولایت محمدیہ جو بیان کی گئی ہے فی الحقیقت یہ تمام امور کی اصل ہے اور امام علیہ السلام کا صاحب ولایت ہونا ان لوگوں کو بھی مسلم ہے جن کو آپ کے مہدی موعود ہونے میں شک ہے۔'' (بینہ کی تفصیل کے لیے دیکھو نقلیات بندگی میاں عبدالرشیدؒ توضیحات صفحات ۲۶۔۳۰)

اس آیت شریفہ میں ایک اور لفظ ہے من ربہ یہ آیت کے اس جز کا حصہ ہے من کان علی بینہ من ربہ یعنی وہ شخص جو بینہ پر ہے اپنے رب کی طرف سے۔ ابھی بینہ کی تشریح میں بیان کیا گیا کہ وہ اتباع ولایت محمدیہ ہے اور اب من ربہ کے اضافہ سے حضرت مہدی علیہ السلام کی ایک خصوصی شان کا ذکر فرمایا گیا یعنی وہ شخص جو اتباع ولایت محمدیہ پر ہے (یعنی تابع ولایت محمدیہ ہے) اللہ کی طرف سے ہے۔ حضرت مہدی علیہ السلام کی ولایت اور دوسرے اولیا رحم اللہ علیہم کی ولایت میں یہ فرق ہے کہ دوسرے اولیاء کی ولایت کسی اور ہستی کے واسطہ سے ہوتی ہے لیکن مہدی موعود کی ولایت بلا واسطہ ہے اور ذات باری تعالیٰ سے متعلق ہے چنانچہ حضرت بندگی میاں شاہ قاسم مجتہد گروہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ''مجمع الآیات'' میں تحریر فرمایا ہے۔

ترجمہ: ''پس وہ شخص جو اپنے پروردگار کی طرف سے بے واسطہ ولایت محمدیہ پر ہو''

''دلیل عدل وفیصل'' میں آں بزرگ رحمۃ اللہ علیہ نے اس خاص ولایت کی خصوصیت بھی بتلائی ہے۔

''جیسا کہ حق تعالیٰ باقی ہے، مہدی کی ولایت بھی باقی ہے کیونکہ (مہدی) مصطفیٰ کی ولایت اور ذاتِ خدا کا نور خاص ہے وہ ہمیشہ ہے اور اسی طرح باقی رہے گا۔ چنانچہ بندگی میاں (سید خوندمیر) رضی اللہ عنہ کی نقل اوپر گزری ہے کہ ولایت مصطفیٰ اب بھی ویسی ہی ہے جیسی کہ تھی اور ثابت ہے کہ ولایت کبھی منقطع نہیں ہوگی کیونکہ ولایت مصطفیٰ ذات خدا کا نور خاص ہے اور وہ ہمیشہ تھا اور باقی ہے۔'' (دیکھو نقلیات بندگی میاں عبدالرشیدؒ۔ توضیحات پیرومرشد ابوسعید سید محمود صاحبؒ)

حضرت پیرومرشد مولانا ابوسعید سید محمود مرشد میاں صاحبؒ نے بندگی میاں شاہ قاسم مجتہد گروہ کے ارشادات تحریر فرمانے کے بعد یہ لکھا ہے کہ ولایت اور ولایت مصطفیٰ سے متعلق حضرت مجتہد گروہؒ کے یہ خیالات صرف مہدویہ ہی سے مخصوص نہیں بلکہ اکابر اہل سنت کے پاس بھی یہ عقائد موجود ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں اقتباسات بھی دیئے ہیں جن کو یہاں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے۔

(۱) حضرت جامیؒ۔ ترجمہ: ولایت کبھی منقطع نہ ہوگی کیونکہ وہ اپنی اس جہت سے جو حق سبحانہ سے تعلق رکھتی ہے ابدی سرمدی باقی اور دائمی ہے اور اس کے مظہر اکمل خاتم الاولیاء ہیں

(۲) مصنف مطلع خصوص الکلم شرح فصوص الحکم

ترجمہ: ولایت صفت الٰہیہ ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو الولی الحمید سے موسوم فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ اللہ مومنین کا ولی ہے پس وہ ولایت ازلاً ابداً غیر منقطع ہے اور کسی نبی کو بارگاہ الٰہی تک رسائی بغیر ولایت کے ناممکن ہے اور وہی نبوت کا باطن ہے اور یہ مرتبہ اسم اعظم کی جامعیت سے خاتم الانبیاء اور اس کے شہود میں ظاہر ہونے کی حیثیت سے خاتم الاولیاء ہی کے لیے ہے۔

(۳) شیخ محی الدین ابن عربیؒ نے کنت نبیاوآدم بین الماءوالطین حدیث شریف کی

شرح یہ بیان فرمائی ہے۔

ترجمہ: خاتم الانبیاء کے سوائے ہر نبی اس وقت نبی ہوتا ہے جب کہ وہ مبعوث ہو۔ اسی طرح خاتم الاولیاء بھی اس وقت سے ولی ہیں جب کہ آدم پانی اور مٹی میں تھے اور آپ کے سوائے ہر ولی اس وقت ولی ہوتا ہے جب کہ اس کو ولایت کی شرائط حاصل ہوں (دیکھو نقلیات بندگی میاں عبدالرشیدؒ توضیحات)

اتباع ولایت مصطفیٰ پر بلاواسطہ اللہ کی طرف سے فائز ہونے کی حقیقت حضرت مہدی علیہ السلام کے فرامین سے بھی واضح ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت کا فرمان مبارک ہے:

ترجمہ: ''جو حکم کہ میں بیان کرتا ہوں خدا سے اور خدا کے حکم سے بیان کرتا ہوں۔ جو شخص ان احکام سے ایک حرف کا بھی منکر ہو وہ اللہ تعالیٰ کے پاس ماخوذ ہوگا۔'' اسی طرح آپ نے فرمایا: ترجمہ ''جو شخص قرآن کے الفاظ کی مراد اپنی رائے سے بیان کرے وہ اس آیت (کی وعید) میں داخل ہے۔ فمن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبا . یعنی پھر اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹا بہتان باندھے (جز ۸ رکوع ۴) بندہ جو کچھ کہتا ہے اپنی رائے سے نہیں کہتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے بے واسطہ حکم سے کہتا ہے۔'' اس کے علاوہ وہ حضور مہدی علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا:

ترجمہ: اگر بندہ خلوت میں قرآن کا مطالعہ کر کے معانی سوچ کر باہر آتا اور بیان کرتا ہے تو بندہ ظالم اور اللہ پر بہتان لینے والا ہوگا۔ بندہ جو کچھ کہتا' کرتا' پڑھتا ہے اللہ کے حکم سے۔ جو آیت بھی بندہ کو دکھائیں بندہ پڑھتا ہے اور جیسے بیان کی تعلیم (اللہ تعالیٰ) بندے کو دے بیان کرتا ہے۔ علمت من اللہ بلا واسطہ جدید الیوم (مجھے اللہ کی جانب سے بلاواسطہ روزانہ تعلیم ہوا کرتی ہے) بندہ کا حال ہے۔''

دوسرے اولیاء رضوان اللہ علیہم و رحمتہ اللہ علیہم میں کوئی بھی ولی معظم ایسا دعویٰ نہیں فرما سکتے کیونکہ ان کی ولایت میں کوئی نہ کوئی واسطہ ضرور رہتا ہے۔ لیکن مہدی علیہ السلام کے فرامین ایسے ہو سکتے ہیں کہ آپ کی ولایت بلاواسطہ اللہ ہی کی طرف سے ہے اور آپ کی شان میں اللہ

تعالیٰ نے افمن کان علی بینه من ربه فرمایا ہے یہ رسول مقبول ﷺ کی اتباع ہے اور اللہ کی طرف سے حضرت مہدی علیہ السلام اس پر فائز ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت بندگی میاں سید خوندمیر صدیق ولایتؓ نے اپنے رسالہ بعض الآیات میں تحریر فرمایا ہے۔ ترجمہ: مہدی علیہ السلام' رسول اللہ ﷺ کی اتباع شریعت اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے اور آپ کے احوال و اقوال میں وحی سے کرتے ہیں۔ مہدی کے سوائے دوسرا شخص احادیث کو سن کر رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرتا ہے۔''

یہاں وحی سے مراد وحی بلا واسطہ ہے جس میں درمیان میں جبرئیل یا کسی دوسرے فرشتے کی موجودگی نہیں ہے یہیں پہنچ کر حضرت نبی کریم ﷺ کی حدیث مبارک المهدی منی یقفوا اثری ولا یخطی مہدی مجھ سے ہے میرے نقش قدم پر چلے گا اور خطا نہ کرے گا کا مفہوم صحیح طور پر سمجھ میں آتا ہے اور مہدی موعود علیہ السلام کا رسول اللہ ﷺ کی اتباع کامل قولاً فعلاً حالاً پر قائم رہنے کی صداقت ظاہر ہو جاتی ہے۔

اس آیت شریفہ میں من (مہدی) کے بینہ پر رہنے کا بیان فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس بات کے دو گواہ بھی بتلا دیئے ہیں اور وہ ہیں قرآن مجید اور تورات۔ دونوں اللہ جل شانہ' کی کتابیں ہیں قرآن مجید میں حضرت مہدی علیہ السلام کا ذکر بہ فرمان امام علیہ السلام اٹھارہ آیتوں میں آیا ہے۔ اس کے علاوہ حضرت مہدی علیہ السلام نے جو احکام و فرائض ولایت بتلائے ہیں ان کا ذکر مختلف مقامات پر موجود ہے۔ اس طرح قرآن مہدی کا شاہد ہے۔ قرآن سے پہلے موسیٰ کی کتاب یعنی تورات بھی مہدی کی شاہد ہے۔ ایک روایت میں حضرت کعب بن احبارؓ نے یہ کہا ہے کہ میں نے مہدی کا ذکر اگلی کتابوں میں بھی دیکھا ہے۔ اس کے علاوہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فارقلیط سے متعلق بیان بھی مہدی ہی کے لئے ہے کہ ہم (انبیاء) تنزیل لائے ہیں اور فارقلیط تاویل (بیان) لائے گا۔ اس لئے تورات میں حضرت مہدی علیہ السلام کا ذکر ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ جب تورات اور قرآن میں حضرت مہدی کا ذکر آچکا ہے تو ضرور یہ مہدی کے شاہد ہو گئے۔

آیت شریفہ میں اولئک کا اشارہ اتباع کرنے والی امتوں کی طرف ہے یعنی جو حضور

مہدی علیہ السلام کا اتباع کریں گی یہ وہی لوگ ہیں جن کے بارے میں قرآن مجید میں فسوف یاتی اللہ بقوم یحبونھم ویحبونہ کی آیت شریفہ موجود ہے۔(رسالہ بعض الآیات بندگی میاں سید خوندمیر ؒ بحوالہ توضیحات نقلیات بندگی میاں عبدالرشید ؒ حضرت مرشد میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ)

آیت کا اگلا حصہ ہے فمن یکفر بہ من الاحزاب فالنار موعدہ .یعنی جو اس من (مہدی) سے انکار کرے گا اس کی وعدہ گاہ جہنم ہے۔اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور مہدی علیہ السلام کی تصدیق اور آپ پر ایمان لانا داخل ایمانیات ہے اور ایسا نہ کرنے والوں کے لئے جہنم کا وعدہ ہے۔آیت کا یہ حصہ ثابت کرتا ہے کہ من یعنی مہدی خلیفتہ اللہ ہیں اور آپ پر ایمان لانا ایسا ہی ضروری ہے جیسا کسی نبی پر ایمان لانا اور یہ بھی کہ حضرت رسول اللہ ﷺ کے بعد صرف دو ہی ہستیاں ایسی ہیں جن پر ایمان لانا لازم ہے اور وہ ہیں (۱) حضرت مہدی علیہ السلام اور (۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام ۔آیت شریفہ کا آخری حصہ بھی تمام مسلمانوں کے لئے زیادہ قابل غور ہے فلا تک فی مریتہ منہ انہ الحق من ربک ولکن اکثر الناس لایومنون ۔ یعنی اس من یعنی مہدی کی بعثت میں شک نہ کرو (اس کی بعثت) حق ہے (ضرور ہوگی) لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔اس حصہ میں واضح طور پر فرمایا جارہا ہے کہ مہدی کی بعثت میں شک نہ کیا جائے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی بعثت ضرور ہوگی لیکن اکثر لوگ ایمان نہ لائیں گے۔

آیت شریفہ اس قدر بلیغ اور واضح ہے کہ اس پر بحث کرنے کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ حضرت مہدی علیہ لسلام نے اپنی دعوت کی بنیاد اسی آیت پر رکھی ہے۔اس آیت میں جو کچھ فرمایا گیا ہے اور حضرت مہدی علیہ السلام نے جو توضیح بیان فرمائی ہے اس پر ہم مہدویوں کو پورا یقین ہے اور حضور مہدی علیہ السلام کا جو مرتبہ اس آیت شریف سے معلوم ہوتا ہے یعنی آپ (من ربہ) اللہ کی طرف سے بینہ پر ہیں اور خلیفتہ اللہ ہیں اور آپ کی تصدیق ایمانیات کا اہم حصہ ہے اس پر ہم سب آمنا وصدقنا کہتے ہیں۔

والحمد للہ رب العالمین

فرمودات

بندگی میاں عبدالرشید ؒ کی نقلیات میں نقل نمبر ۶۷ (مرتبہ حضرت پیرومرشد ابوسعید سید محمود صاحب قبلہ ؒ) یوں درج ہے۔

"حضرت مہدی علیہ السلام فرمودند ہر چہ خواہی از خدا خواہ اگر آب و نمک وہیزم خواہی از خدا خواہ ۔ رخصت ایں است وعزیمت اں است کہ گفتہ اند :

هشت جنت گرد ہندت سر بسر
تو مشو راضی ازاں ہا در گذر
عالی ہمت باش دل با حق بہ بند
تو ہمائے قاف قربی رو بلند"

ترجمہ:۔حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا جو کچھ چاہتے ہو خدا سے چاہو پانی نمک لکڑی بھی چاہتے ہو تو خدا ہی سے چاہو۔یہ رخصت ہے عالیت تو وہ ہے جو بیان کرتے ہیں کہ:

"اگر پوری آٹھ جنتیں بھی تجھ کو دے دی جائیں تو ان سے خوش نہ ہو بلکہ طلب میں اور آگے بڑھ جا۔بلند ہمت رہ، اللہ سے دل کو واسطہ رکھ، جب تک تو قاف قربی کا ہما ہے بلند اڑتا چلا جا۔"

اس فرمان مبارک میں حضور مہدی علیہ السلام نے ہمیں ایک عظیم درس دیا ہے فرماتے ہیں کہ کسی چیز کے لئے دست سوال انسانوں کے آگے دراز نہ کرو کیونکہ

"مانگنے والا گدا ہے صدقہ مانگے یا خراج"

معمولی بھکاری لوگوں سے صدقہ کے خواہشمند ہوتے ہیں اور سوال کرتے ہیں اور بادشاہ اور شہنشاہ خراج مانگتے ہیں۔سوال کرنے میں بھکاری اور بادشاہ دونوں برابر ہیں اور انھیں گدا ہی کہنا چاہئے گدائی یا سوال کرنے کی صفت اچھی نہیں ہے۔اسلام میں اسے ممنوع قرار دیا گیا ہے۔بعض

لوگ سمجھتے ہیں کہ معمولی چیزیں مانگ لینے میں کوئی برائی نہیں اس لئے وہ انھیں مانگ کر اپنی ضرورتیں پوری کر لیتے ہیں حضور مہدی علیہ السلام نے اس فرمان مبارک میں انسانوں سے کچھ مانگ لینے کی عادت کو غلط بتایا ہے۔ یہ توکل علی اللہ کے خلاف ہے۔ اگر تمہیں معمولی چیزیں جیسے پانی لکڑی کی بھی ضرورت پڑے تو اللہ سے ہی ان کو طلب کر لو دوسروں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلاؤ۔ پھر ارشاد مبارک ہوتا ہے کہ اللہ سے بھی اپنی ضرورت کا بیان کرنا رخصت ہے۔ عزیمت یہ ہے کہ سوال ہی نہ کیا جائے اور صرف اللہ کی طلب میں زندگی گزاری جائے اور اس طلب اور شوق کی اڑان ہما کی اڑان جیسی ہو جو اونچا ہی اونچا اڑتا ہے جب تک وہ اپنی منزل حاصل نہیں کر لیتا۔ انسان کو اپنے رب عظیم اللہ تعالیٰ کی دید کی طلب میں اونچا ہی اونچا اڑنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کا دیدار حاصل ہونے تک چین نہ لینا چاہیئے۔ جس شخص میں اللہ تعالیٰ کی دید کی طلب ہو وہ سوائے اس کے دوسری چیزوں سے خوش نہیں ہوتا۔ اگر اسے آٹھوں جنتیں بھی دے دی جائیں تب بھی وہ راضی نہ ہوگا اس لئے کہ وہ اس کی منزل نہیں ہیں۔ منزل تو اللہ تعالیٰ کی دید ہے اس کو حاصل کرنے کی اسے کوشش کرنی چاہیئے۔

اس فرمان مبارک میں دو الفاظ رخصت اور عزیمت (یعنی عالیت) کے فرق کو سمجھنا چاہئے۔ دینی عبادات میں اگر خشوع و خضوع، وقت طلبی کی کوشش کی جائے تو اس کو عزیمت یا عالیت کہتے ہیں۔ اگر یہ سمجھ کر کہ فرض کو پورا کرنا ہے سہل اور آسان طریقہ سے دینی عبادت اختیار کی جائے تو یہ رخصت ہے۔ دین میں عالیت کی اہمیت ہے۔ ایک مرتبہ حضور مہدی علیہ السلام نے فرمایا عالیت عزیمت اختیار کرو اگر اتفاقاً اس مقام سے گر جاؤ تو کم از کم رخصت میں آ جاؤ گے۔ برخلاف اسکے اگر رخصتی عمل کرتے رہو اور اتفاقاً اس سے نیچے گر جاؤ تو پھر کہیں کے نہ رہو گے۔

اوپر کے فرمان مبارک میں اس عزیمت و رخصت کی تشریح ملتی ہے۔ رخصت یہ ہے کہ اللہ سے مانگو اور دوسروں کے آگے ہاتھ نہ پھیلانا چاہئے معمولی ضرورت کیوں نہ ہو۔ عالیت اور عزیمت یہ ہے اور اللہ سے بھی نہ مانگو اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری ضرورتیں پوری کرنے کی سبیل نکالتا ہے اس لئے بغیر مانگے کے اللہ کے ذکر اور اللہ کی طلب میں مشغول رہو اور دیدار رب کی عظیم نعمت کے حصول اور طلب کے لئے اپنے شوق کو بڑھاتے ہی رہو۔

آج ہم جب دنیا کے بلکہ خود اپنے حالات پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ حضور مہدی علیہ السلام کے فرمان مبارک میں رخصت کا جو معیار ہے ہم اس سے بھی بہت نیچے گر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ہم کو اسکی معافی چاہنی چاہئے۔ اور خود کو اس مقام اسفل سے اوپر اٹھانے کی کوشش کرنی چاہئے۔

فرمان مبارک اور اس کی تشریح تو ہو چکی۔ اب ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ اس فرمان مبارک کا پس منظر کیا ہے۔ ہم مہدوی اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ مہدی علیہ السلام کی بعثت کا مقصد بندوں کو اللہ سے ملانا تھا۔ اس لئے آپ نے بصیرت (دیدار) کی تعلیم دی جیسا کہ اس آیت شریفہ سے ظاہر ہے۔

قل هذهٖ سبيلى ادعو الى الله علىٰ بصيرة انا ومن اتبعنى (سورہ یوسف)

ترجمہ:۔ کہہ دو اے محمد یہ میرا راستہ ہے۔ بلاتا ہوں بصیرۃ پر اللہ کی طرف اور وہ بھی بلائے گا جو میرا تابع (تام) ہے۔" اس آیت مبارکہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ان کے تابع (تام) کا بھی ذکر ہے۔ ان دونوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک ہے کہ وہ بصیرۃ پر بلائیں گے گویا محمد ﷺ اور ان کے تابع تام علیٰ سبیل الدعوت اللہ کے حکم سے اللہ کی طرف بصیرۃ پر بلائیں گے۔ من اتبعنی کا جو بیان ہوا ہے اس سے مراد حضرت مہدی موعود علیہ السلام خلیفۃ اللہ مامور من اللہ کے سوا کوئی دوسرے نہیں کیونکہ عام تابع دین کی تعلیم اپنے طور پر دے سکتا ہے لیکن اللہ کی طرف سے دعوت صرف پیغمبر اور خلیفۃ اللہ ہی دے سکتے ہیں۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے بصیرۃ کی دعوت مخصوص صحابہ کی حد تک محدود رکھی کیونکہ اللہ کی طرف سے آپ کو ولایت کی تعلیم کو عام تام نہ کرنے کا حکم تھا جیسا کہ حضرت جامی رحمۃ اللہ علیہ کے شرح فصوص الحکم میں اس قول سے ظاہر ہے۔

ترجمہ:۔ "رسول اللہ ﷺ خاتمِ ولایت کی طرح حقائق و رموز کے اظہار پر مامور نہ تھے بلکہ آپ کو مقام تشریع میں اسرارِ ولایت کے چھپانے کا حکم دیا گیا تھا"

اسی طرح حضرت مہدی علیہ السلام نے بھی یوں ارشاد فرمایا ہے کہ "رسول اللہ ﷺ کی

ذات سرتاپاولایت تھی مگر رسول اللہ ﷺ احکامِ ولایت کے بیان کرنے پر مامور نہ تھے بندہ مامور ہے"(بعثتِ مہدی مولفہ حضرت افضل العلماء سید نجم الدین صاحبؒ)

حضرت مہدی علیہ السلام خاتم ولایت (مقیدہ) محمدیہ کا منصب یہی تھا کہ ولایتِ محمدی کے احکام کی عام تام دعوۃ کریں۔ چنانچہ حضور مہدی علیہ السلام نے فرائضِ ولایت کی تعلیم دی اور اللہ تعالیٰ کی بصیرت (دیدار) پر لوگوں کو بلایا۔ متذکرہ بالا فرمانِ مبارک میں حضورؑ مہدویوں کو طلب دیدار کی تعلیم دے رہے ہیں جو آپ کا منصب خاص ہے۔

مضمون کو مختصر کرتے ہوئے یہ عرض کروں کہ سارے احکام وفرائض ولایت طالب دیدار کی رہبری کے لئے ہیں حضور نے ان کے ساتھ عشق کی بھی تعلیم دی ہے تا کہ طالب اپنی منزل کی طرف بڑھتا رہے اور اگر اللہ کا فضل ہو جائے تو اسے منزل دید مل جائے۔

نقل ۶۹ (نقلیات بندگی میاں عبدالرشیدؒ مرتبہ حضرت پیرومرشد ابوسعید سید محمود صاحبؒ)

ونیز نقل است حضرت مہدی علیہ السلام دائم ایں چنیں فرمودند کہ تسلیم کنید ذاتِ خود را بخدائے تعالیٰ وبا ہیچ کس نہ بردازید وہیچ چیز نخواہید جز ذاتِ حق تعالیٰ ویک ذرہ با مخلوق احتیاج نہ نمائید۔ اصحابِ صفہ 'قوم محمد ﷺ کہ مشہور بدیں تام بود موصوف' بدیں صفات بودند وگروہ حضرت مہدی علیہ السلام نیز مشہور بدیں صفات اند۔ زیر انچہ ایشاں مامور با تباع خلیل اللہ اند۔ وخلیل اللہ صلواۃ اللہ علیہ اوسلم بوقت ابتلا نمرود لعین چناں تسلیم شد کہ بجبرئیل التفات نہ کرد۔ واز حضرت حق تعالیٰ جزذاتِ مطلق نخواست۔ آنجا کہ گفت جبرئیل ہل لک حاجتہ یا ابراہیم۔ قال لا قال قد سئل ربک قال ابراہیم حسبی سوالی علمہ بحالی۔ کما قال اللہ تعالیٰ ومن احسن دنیا ممن اسلم وجہہ للہ وھو محسن واتبع ملۃ ابراہیم حنیفا(جز ۵ رکوع

۱۵)پس مصدقانِ مہدی راباید کہ ہمہ حال تسلیم باشند واز مراد دارینِ فارغ شوند وجز لقاء اللہ طلب او نباشد

ترجمہ:۔ روایت ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام ہمیشہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ اپنی ذات خداتعالیٰ کے حوالے کردو۔ نہ کسی شخص کے ساتھ مشغول رہو نہ کسی چیز کی خواہش رکھو بجز خداتعالیٰ کی ذات کے مخلوق سے ذرا بھی احتیاج نہ رکھو اصحابِ صفہ جو حضرت محمد ﷺ کی جماعت تھی اور حضرت مہدی علیہ السلام کی جماعت بھی انہیں صفات سے متصف مشہور ہے کیونکہ اس جماعت پر حضرت خلیل اللہ علیہ الصلواۃ والسلام کی اتباع لازم کی گئی ہے۔ حضرت خلیل اللہؑ نے نمرود لعین کے ظلم ڈھانے کے وقت تسلیم ورضا اس درجہ اختیار فرمائی تھی کہ جبرئیل علیہ السلام کی طرف بھی آپ نے التفات نہ فرمایا اور بارگاہِ رب العزت سے ذاتِ حق کے سوائے کسی اور طلب سے آپ نے سروکار نہ رکھا۔ جب جبرئیلؑ نے آپ سے پوچھا کہ اے ابراہیم کہو کیا ضرورت ہے فرمایا کچھ نہیں جبرئیل نے کہا تمہارے رب نے پوچھا ہے فرمایا اس کا میرے حال کو جاننا سوال کو کافی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور از روئے دیں اس شخص سے کوئی اچھا بھی ہے جس نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کردیا اور وہ نیکی کرنے والا ہے اور اس نے حضرت ابراہیم کے دین کی پیروی اختیار کی ہے (جز ۵ رکوع ۱۵) پس مصدقین مہدی موعود علیہ السلام کو چاہئے کہ ہر حالت میں تسلیم ورضا بر عامل رہیں۔ دونوں جہاں کا مقصد حاصل کریں۔ دیدار خدا کے سوائے کوئی طلب نہ رکھیں۔

حضرت مہدی موعود علیہ السلام کا یہ فرمان مبارک بھی مہدویوں کے لئے عظیم ہدایت ہے۔ اس فرمان کو پیش کرتے ہوئے مولف نقلیات حضرت بندگی میاں عبدالرشید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور یہ بات ہمیشہ فرماتے تھے کہ اس سے اس نصیحت اور ہدایت کی اہمیت اور بھی زیادہ واضح ہوتی ہے حضورؑ کا فرمانا تھا کہ ہر مہدوی کا وقت اللہ ہی کے ذکر وفکر میں گزرے کسی شخص میں مشغول نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے اتنی محبت نہ رکھے جو اس کو اللہ کی یاد سے غافل کردے۔ عام طور پر انسان اپنی بیوی بچوں سے بہت چاہت رکھتا ہے۔ بیوی بچوں کو رکھنے اور انکی خبر گیری کرنے کی تو اجازت ہے لیکن حد سے زیادہ انکی محبت ایسی کہ اللہ کی طرف سے

غفلت ہو جائے نا مناسب ہے۔ قرآن پاک میں بھی اولاد اور مال کو فتنہ اسی لئے کہا گیا ہے۔ اسی طرح مال کی زیادہ محبت انسان کو اللہ کی یاد اور اس کے ذکر سے غافل کر دیتی ہے بلکہ آدمی کو خود اپنی بھی فکر نہیں رہتی وہ خود کو بھی بھول جاتا ہے اس لئے قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

" ولا تکونوا کالذین نسو الله فانسا هم انفسهم ط اولئک هم الفاسقون

ترجمہ:۔ "اور ان جیسے نہ ہو جو اللہ کو بھول بیٹھے تو اللہ نے انھیں بلا میں ڈالا کہ اپنی جانیں یاد نہ رہیں۔ یہی لوگ فاسق ہیں۔"

اس لئے کسی انسان یا چیز کی حد سے زیادہ طلب اور محبت میں ایمان کا خسارہ ہے اور حضور مہدی علیہ السلام نے اس سے بچنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ انسان کو جب ضرورت ہوتی ہے تو وہ مخلوق کی طرف جھک پڑتا ہے۔ اس کی بھی آپ نے ممانعت فرمائی اور کہا کہ صرف اللہ کی طرف رجوع رہو وہ بھی صرف اللہ کی ذات کے لئے اور اسکے دیدار کے لئے۔ غور کیجئے کتنی گراں قدر اور اعلیٰ مقصدی تعلیمات ہیں۔

اس نقل مبارک میں بعد کا جو حصہ ہے وہ حضرت مولف صاحبؒ کی فرمان سے متعلق مزید تشریح ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب صفہ اور حضرت مہدی علیہ السلام کے اصحاب کی صفات تمہارے سامنے ایک اعلیٰ مثال پیش کرتے ہیں کیونکہ انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عظیم توکل پر اپنی زندگیوں کو ڈھالا ہے۔ اس سلسلہ میں ہم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا توکل کیسا تھا اور یہ کہ اصحاب صفہ سے کون لوگ مراد ہیں اور انکی زندگی کس نمونے کی تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جلیل القدر پیغمبر ہیں انھوں نے بتوں کو توڑا۔ اپنے ماں باپ کو اپنی قوم کو اور پھر اس زمانہ کے بادشاہ نمرود کو اللہ کی وحدانیت ماننے اور ایمان لانے کی دعوت دی۔ نمرود نے حکم دیا کہ ان کو ایک بڑی آگ دہکا کر اس میں ڈال دیا جائے۔ آگ جلائی گئی۔ ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کی پوری تیاریاں کی گئیں۔ اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام

حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کے پاس آئے اور پوچھا کچھ ضرورت ہے تو بتاؤ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتلایا کہ انھیں کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ جبرئیلؑ نے کہا تمہارے رب نے پوچھا ہے اللہ سے کچھ دعا کرنا ہے تو کرو حضرت ابراہیم نے یہ شاندار جواب دیا کہ اللہ کو سب کچھ معلوم ہے۔ یہی بہت کافی ہے مجھے کوئی سوال کرنا نہیں ہے۔ سبحان اللہ یہ تھا حضرت خلیل اللہ کا توکل اور اس عظیم توکل کا نتیجہ بھی دنیا میں دیکھا گیا۔ ابراہیمؑ آگ میں ڈالے گئے لیکن آگ کو اللہ کا حکم ہوا کہ وہ ابراہیم کیلئے ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جائے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ اس آگ سے صحیح سلامت باہر تشریف لائے۔ اپنے آپ کو صرف اللہ کے حوالے کر دینا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا عظیم اسوہ ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں تعریف فرمائی ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کے اصحاب صفہ اور مہدی علیہ السلام کے اصحاب اسی اسوہ پر اپنی زندگیوں کو بنائے ہوئے تھے۔

اب تھوڑا غور کیجیے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب صفہ کے متعلق۔ یہ لوگ مدینہ میں مسجد نبوی کے قریب ایک چبوترے پر بیٹھے ہوئے اللہ کی یاد اور اسکے ذکر میں مشغول رہا کرتے تھے اور اسباب تجارت و معاش سے ان کا کوئی سروکار نہ تھا۔ ان کے طریق زندگی کے اظہار میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ آیت نازل فرمائی ہے:

للفقراء الذین احصر و فی سبیل الله لایستطیعون ضربا فی الارض یحسبهم الجاهل اغنیاء من التعفف ۔ بسیمٰهم لا یسئلون الناس الحافیٰ (پ۳۔رکوع۵)

ترجمہ:۔ ان فقراء کے لئے جو اللہ کے راستہ میں محصور ہیں زمین (دنیا) میں کھانے کے لئے چل پھر نہیں سکتے۔ ان کے سوال نہ کرنے کے سبب نادان ان کو غنی سمجھتا ہے۔ تو ان کو انکی نشانیوں سے پہچان لے گا۔ وہ فقراء کسی سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتے۔"

اس آیت میں اصحاب صفہ کے طریق زندگی کا ذکر کیا گیا ہے جو ان کی شان کو ظاہر کرتا ہے۔ چونکہ اصحاب مہدی علیہ السلام اور دیگر فقرائے مہدویہ کی زندگی کا طریقہ بھی یہی ہے اس لئیے یہ لوگ بھی اس آیت شریف کے حکم کے مصداق ہے۔ اس آیت کی تشریح حضرت پیر و مرشد ابو سعید سید محمود مرشد میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی شان علمی کے انداز میں توضیحات نقلیات

بندگی میاں عبدالرشید رضی اللہ عنہ میں کی ہے اسی کے چند مفاہیم کو یہاں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جاتی ہے۔ اسلئے واوین ("　") میں جو تحریر آپ ملاحظہ فرمائیں گے وہ حضرت پیر و مرشد کے من وعن الفاظ ہونگے۔

"بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ لوگ (اصحاب صفہ) معذور و مریض تھے۔ ممکن ہے ان میں چند معذور و مریض ہوں لیکن پوری جماعت معذوروں کی نہیں تھی کیونکہ انکی ایک خصوصیت یہ بھی بتائی جاتی ہے:

ترجمہ: ہر سریہ میں شریک رہتے تھے جسکو رسول اللہ ﷺ بھیجتے تھے۔ (تفسیر کبیر وغیرہ)

اگر یہ معذور ہوتے تو سریہ و جہاد میں شریک ہونے کے قابل نہیں رہتے۔ احصار فی سبیل اللہ سے مراد اپنی قوتوں اور اپنے ارادوں و افعال کو اللہ تعالیٰ کے احکام کا پابند کر لینا ہے۔

لا یستطیعون ضربا فی الارض سے یہ مراد ہے کہ وہ جماعت کسب وتجارت وغیرہ سے بے تعلق تھی۔"

امام رازی لکھتے ہیں:

ترجمہ:۔ وہ سب اللہ کے ذکر اور اسکی اطاعت وعبودیت میں اتنی شدت سے مستغرق تھے کہ وہ لوگ (کمانے کھانے کے) تمام معاملات سے (بے تعلق ہوکر) اس جماعت میں محصور ہو گئے تھے۔

ترجمہ: صلاح دین و امر جہاد میں مشغول رہنے کی وجہ کسب وتجارت سے باز رہتے تھے

حضور نبی کریم ﷺ کی زندگی کا طریق یہ تھا کہ دعویٰ نبوت و رسالت کے بعد تمام عمر تک حضور ﷺ کسب وتجارت میں مشغول نہیں رہے بلکہ دین کی خدمت عبادت و ریاضت کے لئے خود کو وقف کر لیا۔ اور زیادہ تر فقر و فاقہ میں زندگی بسر کی۔ لیکن یہ فقر اختیاری تھا اضطراری نہیں تھا۔ اصحاب صفہ صحابۂ مہدیؑ اور اولیاء اللہ کا بھی یہی مسلک رہا ہے۔

"**یحسبھم الاغیاء من التعفف** سے یہ مراد ہے کہ (اصحاب صفہ) حالت فقر کے باوجود غنا کی صفت سے متصف تھے۔ ان کا استغنا بھی اس پایہ کا تھا کہ نادان لوگ ان کو غنی سمجھتے تھے۔ تعفف کے معنی سوال سے بچنے کے ہیں۔ غیر اللہ کے سامنے اپنے فقر و احتیاج کو بحیثیت

سوال و استمداد ظاہر نہ کرنا انکی خصوصیت تھی۔"

خلفائے راشدین جو امیر المومنین کے درجہ کو پہنچ چکے تھے اور دوسرے خوش حال صحابہ کرام بھی امیری میں فقیری کرتے تھے۔ چنانچہ اقبال نے ایسے ہی بزرگوں کے لیئے کیا تھا:

آں مسلماناں کہ میری کردہ اند
در شہنشاہی فقیری کردہ اند
در امارت فقر را افزودہ اند
مثل سلماں درمدائن بودہ اند
حکمرانی بود و سامانے نہ داشت
دست رو جز تیغ و قرانے نہ داشت

اور ایک جگہ اقبال نے یہ بھی کہا ہے۔

دارا و سکندر سے وہ مرد فقیر اولیٰ
ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللّٰہی

"**تعرفھم بسیماھم** سے مراد ہے کہ تم ان کی پیشانیوں کی نورانی علامات سے ان کو پہچان سکتے ہو۔ گڑگڑاتے ہوئے سوال کرنے والوں کا اس جماعت سے کوئی تعلق نہیں۔ **لایسئلون الناس الحافیٰ**. فی الحقیقت فقر کی (جو اصحابِ صفہ اور اصحابِ مہدی کے طریق پر ہو) اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں نور یقین جلوہ گر ہو جائے اور اس حیثیت سے کسی فقیر کو پہچاننا ہر شخص کے بس کی بات نہیں۔ اسی لئے امام محی الدین عربی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

ترجمہ:۔ وہ سب عارفین فقرائے اہل اللہ ہیں ان کو اللہ ہی جانتا ہے اور وہ بھی جان سکتا ہے جو انہیں فقراء میں سے ہیں۔

مولف نقلیات حضرت بندگی میاں عبدالرشیدؒ نے فرمانِ مہدی علیہ السلام کو تحریر کرنے کے بعد اس نقل شریف کے بعد کے حصہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اسوۂ خاص اور اصحاب صفہ اور اصحابِ مہدی کی زندگیوں کی مثال پیش کی ہے جن کی تعریف قرآن حکیم میں فرمائی گئی ہے تا کہ مولفِ نقلیات کے عہد کے بعد آنے والے مہدوی فرمانِ امام علیہ السلام کے اتباع میں اپنی

زندگی ڈھال سکیں۔

نقل نمبر۱۹۲ (نقلیات بندگی میاں عبدالرشیدؒ مرتبہ حضرت پیر و مرشد ابو سعید سید محمود مرشد میاں صاحبؒ)

"روزے دو سه کس را دیدند که حکایت می کنند نزدیک آمده فرموند چه می کنید گفتند چندے حکایت دینی بود۔ فرمودند اے برادران خدائے را به حکایت نه خواہند یافت۔ ذکر کنید که جز ذکر بخدا رسیدن راه نیست"

ترجمہ:۔"ایک روز آپ نے دو تین آدمیوں کو مصروفِ گفتگو پایا۔قریب آ کر فرمایا کہ کیا کر رہے ہو۔عرض کرنے لگے کہ دین سے متعلق کچھ قصہ تھا۔فرمایا اے بھائیو قصوں سے خدائے تعالیٰ کو نہ پاؤ گے۔ذکر کرو کیونکہ ذکر اللہ کے بغیر اللہ کو پہنچنے کا راستہ نہیں ہے"

حضرت مہدی علیہ السلام کی بعثت کا مقصد اصلی بندوں کو اللہ تعالیٰ سے ملانا ہے۔آپ کے فرامینِ مبارک میں اس کی طرف مختلف طریقوں سے توجہ دلائی گئی ہے۔اللہ تک پہنچنے کا راستہ جیسا کہ فرمانِ مبارک میں ظاہر کیا گیا ہے اللہ کا ذکر ہے بغیر اس کے اللہ تک پہنچنا محال ہے۔ذکر کی اہمیت پر قرآن مجید کی کئی آیات مبارکہ شاہد ہیں حتیٰ کہ سورۂ آل عمران کی آخری آیتوں میں ایک آیت میں کہا گیا ہے کہ اللہ کا ذکر کھڑے بیٹھے اور لیٹے کیا کرو۔مفسرین اور علماء کا کہنا ہے کہ چونکہ انسان کی یہی تین حالتیں ہیں اس لئے ذکر ہر وقت کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔یہ ذکر دوام ہے۔ذکر کثیر کے بارے میں بھی قرآن میں آیتیں موجود ہیں۔اس لئے حضور مہدی علیہ السلام نے ذکر اللہ کو فرض بتلایا ہے۔اور اسی میں مشغول رہنے کی تاکید فرمائی ہے۔بعض لوگ ذکر اور نماز کو ایک ہی سمجھنے کی غلطی کرتے ہیں حالانکہ قرآن شریف میں ذکر کو نماز سے علیحدہ بتلایا گیا ہے۔اس نقلِ شریف میں دو تین لوگوں کے حکایت دینی کے کہنے سننے کا ذکر ہے۔ظاہر ہے کہ یہ اور دوسری قسم کی گفتگو سے بہتر یہی ہے۔دین کی باتیں ایسی حکایتوں سے معلوم ہوتی ہیں لیکن حضور مہدی علیہ السلام نے دینی حکایتوں کے کہنے اور سننے سے بھی منع فرمایا ہے۔اس لئے کہ یہ انسان کے ذکر کو ضائع کر دیتی ہیں اور حضورؑ کا ارشاد مبارک ملاحظہ فرمائیے کہ اللہ تک پہنچنے کا صرف ایک ہی راستہ

ہے اور وہ ہے اس کا ذکر مبارک جو چیز بھی اس میں خلل انداز ہو وہ قابلِ ترک ہے۔مومن کی شان یہ ہے کہ وہ سب چیزوں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس کے لئے ذکر کا لزوم بتلایا گیا ہے۔ذکر کی فضیلت اور لزوم پر قرآن مجید کی جو آیات مبارکہ ہیں۔ان میں اللہ کے نام کے ذکر کی بھی اہمیت بتلائی گئی ہے۔حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے اذکار میں افضل ترین لا اله الا الله کا ذکر ہے۔حضور مہدی علیہ السلام نے بھی اِسی ذکر کی تلقین فرمائی ہے اور سانسوں کے ذریعہ ذکر کا پابند کیا ہے۔سانس صرف ناک تک محدود نہیں ہے بلکہ وہ پورے جسم میں داخل ہوتی ہے۔حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

کل نفس یخرج بغیر ذکر الله فهو میت یعنی ہر سانس جو بغیر ذکر خدا کے نکلے وہ مردہ ہے۔حضرت رسول مقبول ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ لا اله الا الله ایمان (کا درخت) اس طرح اگاتا ہے جس طرح کہ پانی سبزی کو اگاتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ ہمیشہ ذکر الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔جیسا کہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ ﷺ اپنے تمام اوقات میں ذکر الٰہی کرتے تھے۔المختصر حضرت مہدی علیہ السلام نے اپنے متبعین پر ذکر خفی لا اله الا الله فرض فرمایا ہے اور اس میں مداومت حاصل کرنے کی تاکید کی ہے۔عبادات اور ذکر میں ماسوی اللہ کا ذرہ برابر تصور بھی جائز نہیں رکھا ہے۔ایسی صورت میں حکایت دینی ہی کیوں نہ ہو ذکر میں خلل پیدا کرنے کے سبب ممنوع کر دی گئی ہے۔

اب ذرا ہم اپنے اعمال اور اوقات کا جائزہ لیں کہ حضور مہدی موعود علیہ السلام کی تعلیمات سے ہم کس قدر دور ہو گئے ہیں۔لایعنی گفتگو ہنسی مذاق بیکار اوقات گزاری چاہے اس میں گناہ شامل نہ ہو یہ سب بفرمانِ امامنا متروک ہیں لیکن ہم ایسی ہی چیزوں میں مشغول ہیں۔اللہ سے دعاء کرنی چاہئے کہ اے مالکِ کون و مکان ہم کو ان فضولیات سے ہٹا اور بچا اور اللہ کے ذکر سے جو غفلت ہم پر طاری ہے اُسے دور فرما۔حضرت رسول اللہ ﷺ اور حضرت مہدی موعود علیہ السلام کی تعلیمات پر ہم کو پابند فرما دے۔آمین۔

ان الله علیٰ کل شئی قدیر

فرمودات

نوٹ:۔ حضرت امامنا مہدی الموعود علیہ السلام کے فرمودات عالیہ سے متعلق میں نے اس سے پہلے دو تین مضامین لکھے ہیں۔فرمودات سے متعلق ایک اور مضمون اس وقت پیش کیا جارہا ہے۔ احقر کا خیال ہے کہ حضور مہدی موعود علیہ السلام کے فرمودات پڑھنے سے بھی حضرت علیہ السلام کا مقام اور مرتبہ سمجھ میں آ سکتا ہے۔

(۱) نقل نمبر (۷) نقلیات بندگی میاں عبدالرشیدؒ سے

" و فرمان شد کلید خزانۂ ایمان بدستِ توداده ام و ناصر دین محمدی ترا گردانیده ام ۔ومن ناصرِ توام برودعوت کن ہر کہ ترا قبول کند مومن باشد و ہر کہ انکار کند کافر گردد.

ترجمہ:۔ اور فرمان (اللہ تعالیٰ) کا ہوا کہ میں نے ایمان کے خزانہ کی کنجی تیرے ہاتھ میں دیدی ہے اور تجھ کو دین محمدی کا ناصر بنایا ہے۔ اور تیرا ناصر میں ہوں۔ جاؤ دعوت (مہدویت) کرو۔ جو شخص تم کو قبول کرے مومن بنے گا اور جو انکار کرے کافر ہو جائے گا۔

اس فرمان مبارک میں حضرت مہدی علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا فرمان عالی سنا رہے ہیں۔ حضرت مہدی علیہ السلام خلیفۃ اللہ ہیں اور آپ کو تعلیم بلا واسطہ حاصل ہے یعنی بیچ میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نہیں ہوتے۔ ہر روز آپ کو تعلیم بلا واسطہ کے ذریعہ قرآن کی تعلیم ہوتی ہے اور آپ آیات کے مراد الٰہی معنی بیان فرماتے ہیں۔ جو لوگ مہدوی ہیں وہ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں اس لئے اس میں ذرہ برابر بھی شبہ نہیں کہ جو کچھ حضور مہدی علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے متعلق فرمارہے ہیں وہ صدق و سچائی سے ہٹ کر کوئی اور چیز نہیں۔ اس نقل مبارک سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور مہدیؑ کو ایمان کے خزانے کی کنجی دے دی ہے۔ جو لوگ حضرت مہدی علیہ السلام کی تصدیق سے مشرف ہیں وہی اس خزانے سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مہدی علیہ السلام کو ناصر دین محمدی بنایا ہے۔ اسلام کو حضرت مہدی علیہ

السلام کی ذات بابرکات سے تقویت حاصل ہوگی اور امت کی ہلاکت کے جو آثار ہوں وہ حضرت مہدی علیہ السلام کی ذات بابرکات سے نابود ہو جائیں گے۔ چنانچہ حدیث رسول ﷺ میں بھی حضرت مہدی علیہ السلام کو دافع ہلاکت امت بتایا گیا ہے حدیث یوں ہے کہ فرمایا حضرت نبی کریم ﷺ نے کیسے ہلاک ہوگی وہ امت جس کے اول حصہ میں میں ہوں آخر میں حضرت عیسیٰؑ بن مریم ہیں اور وسط میں یعنی بیچ میں میری اہل بیت سے مہدی ہیں۔

حضرت مہدی علیہ السلام نے بھی ایک روایت میں فرمایا ہے کہ مہدی کو اللہ تعالیٰ نے ایسے وقت دنیا میں بھیجا جب کہ وہ تمام لوگ جو اسلام کے اتباع کے دعویدار ہیں رسم عادت و بدعت میں مشغول ہو چکے ہیں، اور دین اسلام کی حقیقت اور اس کا اصل مقصود ان میں باقی نہ رہا ہے مگر ہے تو صرف مجذوبوں میں۔

اللہ تعالیٰ کا مزید فرمان ہوا کہ تیرا (مہدی کا) ناصر میں (اللہ تعالیٰ) ہوں۔ سبحان اللہ جس ہستی کا ناصر اللہ تعالیٰ خود ہو اسکے مقام کے کیا کہنے۔ اس لئے تو حضور مہدی علیہ السلام نے ایک مرتبہ فرمایا کہ دور نبوت میں مہاجرین بھی تھے اور انصار بھی لیکن دور ولایت میں انصار نہیں صرف مہاجرین ہیں۔ مشہور واقعہ ہے جب میر ذولنون نے جذبہ میں آ کر کہا کہ میں مہدی اور قوم مہدی کا ناصر بنوں گا اور لڑوں گا تو حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا تلوار اپنے نفس پر چلاؤ۔ ہم کو تمہاری مدد کی ضرورت نہیں۔ ہمارا ناصر اللہ تعالیٰ ہے۔ کسی اور موقع پر امامنا علیہ السلام نے فرمایا ہم کسی کے مشورہ کے پابند نہیں ہیں صرف اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع عمل کرتے ہیں اپنی مرضی کو بھی بیچ میں نہیں لاتے۔

نقل شریف کے آخری الفاظ اللہ تعالیٰ کا حکم دعوت مہدیت کرنے کا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ جو مہدی کو قبول کرے گا وہ مومن ہوگا اور جو انکار کرے وہ کافر ہو جائے گا۔ اس حصہ فرمان میں جو بات بیان کی گئی ہے وہی بات سورۂ ہود کی آیت نمبر ۱۷ کے اس حصہ میں بیان فرمائی گئی ہے کہ ومن یکفر بہ من الاحزاب فالنا و موعد ہ ۔یعنی جو گروہوں میں اسکا انکار کرے گا اسکی وعدہ گاہ جہنم ہے۔

تو یہ ہے جلالت شان حضرت مہدی موعود علیہ السلام۔

نقل نمبر (۸) نقلیات بندگی میاں عبدالرشیدؓ سے

و باز فرمان شد که علم اولین و آخرین و بیان چهار کتاب و فرقان بمراد الله ترادادم۔

ترجمہ:۔ پھر فرمان ہوا کہ تجھ کو اولین و آخرین کا علم اور چار کتب (جن میں قرآن بھی ہے) کا بیان اللہ کی مراد کے موافق میں (اللہ تعالیٰ) نے تجھے دیا ہے۔

حضور مہدی علیہ السلام کا یہ فرمان بھی اللہ تعالیٰ کے فرمان عالیہ پر مشتمل ہے۔ اس فرمان حق تعالیٰ میں دو اہم باتیں بیان فرمائی گئی ہیں۔ پہلی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مہدی علیہ السلام کو اولین و آخرین کا علم دیا ہے۔ اولین و آخرین کا علم کائنات میں صرف دو ہستیوں ہی کو دیا گیا ہے۔ ایک حضرت محمد مصطفی ﷺ اور دوسرے حضرت مہدی موعود علیہ السلام۔ یہ علم سکوتی ہے اور اس کی اہمیت پر گفتگو کرنے کے بعد حضرت محی الدین ابن عربیؒ نے علوئے مقام محمد و مہدی علیہما السلام کا ذکر کیا ہے۔ اس گفتگو کے خلاصہ کے طور پر حضرت مولانا سید نصرتؒ اپنی کتاب کحل الجواہر میں یہ تحریر فرماتے ہیں:

علم سکوتی کا مرتبہ اصل میں خاتم الانبیاء اور خاتم الاولیاء ہی کو حاصل ہے۔ تمام انبیاء امہات اسماء کے اور خاتم الانبیاء اور خاتم الاولیاء اسم جامع کے مظہر ہیں۔ تمام انبیاء کو ختم الرسل کی مشکواۃ سے اور تمام اولیاء کو خاتم الاولیاء کی مشکواۃ سے حق تعالیٰ کا مشاہدہ ہوگا۔ بلکہ انبیاء بھی ان کے باطنا ولی ہونے کی حیثیت سے خاتم الاولیاء ہی کی مشکواۃ سے مشاہدہ کریں گے۔ خاتم الاولیاء ہی انبیاء و اولیاء اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطہ ہیں (کحل الجواہر جلد اول جدید ایڈیشن صفحہ ۲۲)

اولین و اخرین کے علم کے ساتھ جیسا کہ فرمان مبارک سے ظاہر ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مہدی علیہ السلام کو چاروں کتابوں کا بیان بھی دیا گیا ہے۔ یہ چار آسمانی کتابیں اللہ کے جلیل القدر پیغمبروں پر نازل ہوئیں۔ پہلی کتاب توراۃ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ دوسری کتاب زبور ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ تیسری کتاب انجیل ہے جو حضرت عیسیٰ

علیہ السلام پر نازل ہوئی اور چوتھی کتاب قرآن ہے جو ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفی ﷺ پر نازل ہوئی۔ ان کا بیان حضرت مہدی علیہ السلام کو بتایا گیا ہے۔ چنانہ قرآن مجید میں سورۂ رحمٰن میں مہدی علیہ السلام کی بعثت کو بیان قرآن کے لئے بتایا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے خلق الانسان علمه البیان یعنی ہم نے انسان (مہدی) کو پیدا کیا بیان کے علم کے ساتھ۔ سورۂ قیامت میں ارشاد ہوا ثم ان علینا بیانه یعنی پھر اس قران کے بیان کا ذمہ ہم پر ہے۔ اور اللہ نے یہ بیان حضرت مہدی علیہ السلام کے زمانے میں آپکی زبان مبارک سے پورا فرمایا۔ خیر اس سلسلہ میں ہم آگے بحث کریں گے۔ پہلے یہ دیکھئے کہ قرآن کے علاوہ باقی اور تین آسمانی کتابوں کے بیان کا علم حضور مہدی علیہ السلام کو دیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت پیر و مرشد ابو سعید سید محمود مرشد میاں صاحبؒ نے اپنی توضیحات نقلیات بندگیمیاں عبدالرشیدؓ حضرت شاہ عبدالرحمٰنؒ کی لکھی ہوئی سیرت مہدی کی کتاب ''مولود'' سے یہ نقل پیش فرمائی ہے حضرت شاہ عبدالرحمٰن نے یہ روایت جلیل القدر صحابی حضرت شاہ دلاورؓ سے نقل کی ہے جو یوں ہے:

ترجمہ:۔ حضرت امامنا علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے بندہ کو اسی زمانہ میں چاروں کتب سماویہ کی بے مثل تعلیم دی اگر بندہ توریت پڑھتا تو لوگ متحیر ہو جاتے کہ تجھے یہ کیونکر حاصل ہوا اور کہتے کہ موسیٰ علیہ السلام نے دوبارہ ظہور پایا بندہ نے (اس قوت و صلاحیت کو) ہضم کیا۔ اگر بندہ انجیل پڑھتا تو لوگ کہتے مسیح بن مریم دوسری مرتبہ نمودار ہوئے ہیں۔ اسی طرح اگر زبور پڑھتا تو لوگ کہتے یہ داؤد ہیں اگر کلام اللہ پڑھتا تو لوگ خیال کرتے رسول اللہ دوبارہ تشریف لائے ہیں اور اس بارے میں مبتلائے شک ہو جاتے۔ بندہ نے اللہ کی توفیق سے ہضم کیا کیونکہ اللہ نے بندہ کو ولایت محمدیہ کا بار اٹھانے کے لئے پیدا فرمایا ہے۔

اس نقل شریف سے معلوم ہوا کہ حضرت مہدی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہبی علم ایسا عطا ہوا تھا جو سوائے رسول اللہؐ کے کسی کو حاصل نہ تھا۔

اس نقل کو پیش کرنے کے بعد حضرت پیر و مرشد رحمتہ اللہ علیہ توضیحات میں مزید یہ تحریر فرماتے ہیں:

''آپ کی ولادت باسعادت کے حالات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابتداء ہی سے آپ کو وہبی علم عطا ہورہا تھا۔''

اس کو اور زیادہ واضح کرنے کے لئے حضرت پیر ومرشد''حدیث شریف'' میں نبی اس وقت تھا جب کہ آدم کی مٹی خمیر کی جارہی تھی'' کے تحت حضرت محی الدین ابن عربیؒ کی یہ تحریر پیش فرماتے ہیں۔

ترجمہ:۔ ازلی''نبی ہونے کی خصوصیت حضرت رسول اللہ ﷺ ہی کے لئے ہے۔ آپ کے سوائے جتنے انبیاء ہیں وہ نبی اس وقت ہوئے ہیں جب کہ انکی بعثت ہوئی ہے۔ اور اسی طرح خاتم الاولیاء اس وقت سے ولی ہیں جب کہ آدم علیہ السلام کی مٹی خمیر کی جارہی تھی۔ خاتم الاولیاء کے سوائے جو ولی ہیں وہ اس وقت ولی ہوتے ہیں جب کہ آنکو ولایت کی شرائط حاصل ہوں۔''

یہ توضیح تھی چاروں کتابوں کے بیان کا حضور مہدی علیہ السلام کو علم جو اللہ نے ودیعت فرمایا تھا۔ اب اس فرمان مبارک نمبر (۸) کا ایک حصہ باقی رہ گیا جو بیان قرآن سے متعلق ہے۔ اس کے بارے میں عرض ہے کہ بیان قرآن حضرت مہدی علیہ السلام کا وصف خاص ہے۔ جس کا ذکر قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے اور جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔

حضور مہدی علیہ السلام کا بیان قرآن بالکل مراد الٰہی ہوتا تھا یہ تو تسلیم ہے کہ آپ خلیفۃ اللہ تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیان قرآن اور اظہار احکام ولایت محمدیہ کے لئے مبعوث فرمایا تھا۔ خود حضرت مہدی علیہ السلام نے اپنے بیان قرآن کے طور طریق کا ذکر کیا ہے جو قوی نقلیات کی مختلف کتابوں میں درج ہے چنانچہ بندگی میاں عبدالرشیدؓ کی نقل نمبر (۹) میں یہ درج ہے۔

ترجمہ:۔ نیز حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر بندہ خلوت میں قرآن کا مطالعہ کر کے معانی سوچ کر باہر آتا اور بیان کرتا ہے تو بندہ ظالم اور اللہ پر بہتان لینے والا ہوگا۔ بندہ جو کچھ کہتا ہے کرتا اور پڑھتا ہے اللہ کے حکم اور اس کی اجازت ہی سے کہتا کرتا اور پڑھتا ہے جو آیت بھی بندہ کو دکھائیں بندہ پڑھتا ہے اور جیسے بیان کی تعلیم (اللہ تعالیٰ) بندہ کو دے بیان کرتا ہے۔ علمت من اللہ بلا واسطہ جدید الیوم (مجھے اللہ کی جانب سے روزانہ تعلیم ہوا کرتی ہے) بندہ کا حال ہے۔'' (دیکھئے نقل نمبر (۹) نقلیات بندگی میاں عبدالرشید رضی اللہ عنہ)

مزید تشریح کی ضرورت نہیں ہے۔ اس نقل شریف سے حضرت سید میراں مہدی موعود علیہ السلام کے بیان قرآن کی نوعیت وعظمت اور اس سے آپ کے خود مقام عالیہ کا اظہار ہو رہا ہے۔ جو لوگ حضرت سید محمد جونپوری مہدی موعود علیہ السلام کی مہدیت میں یقین رکھتے ہیں اور آپکی صداقت کی تصدیق کرتے ہیں انکے لیے یہ مان لینے میں کوئی تامل نہیں ہوسکتا کہ حضور مہدی موعود علیہ السلام کا بیان قرآن اللہ کی مراد اور اسی کا بیان ہے اور زبان مہدی علیہ السلام کی ہے۔

نقل نمبر (۱۰) نقلیات بندگی میاں عبدالرشیدؒ

و نیز فرمودند که فرمان می شود ثم ان علینا بیانه درحق تست و ترا وارث ولایت خاص محمدی گرد انیدم ۔ و اتباع تام ترا روزی کردم ۔ ہر که ترا شناخت مرا شناخت و ہر که ترانه شناخت مرا نه شناخت ۔

ترجمہ:۔ نیز فرمایا کہ حکم ہورہا ہے کہ آیت ثم ان علینا بیانہ تمہارے حق میں ہے اور میں نے تم کو خاص ولایت محمدیہ کا وارث بنایا اور تمہیں اتباع تام عطا کیا ہے جس نے تمہیں پہچانا مجھے پہچانا جس نے تمہیں نہ جانا مجھے نہ جانا۔

اس نقل مبارک میں بھی حضور مہدی علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا فرمان سنا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ثم ان علینا بیانہ ''یعنی پھر اس (قرآن) کا بیان ہمارے ذمہ ہے'' کی آیت شریف حضرت مہدی علیہ السلام کے حق میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کے بیان کا جو وعدہ اس آیت شریفہ میں فرمایا ہے وہ حضرت مہدی علیہ السلام کے ذریعہ پورا ہوگا۔ اس سے پہلے نقل شریف نمبر (۸) کی تشریح کے سلسلہ میں عرض کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے مہدی علیہ السلام کے بیان کے ذریعہ اپنی مراد بیان فرمائی اور جو وعدہ فرمایا گیا تھا اسے پورا کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور مہدی علیہ السلام کو خاص ولایت محمدیہ کا وارث بنایا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کا اتباع تام بھی حضرت مہدی علیہ السلام کو عطا کیا گیا۔

حضرت رسول اللہ ﷺ کا اتباع تام صرف حضرت مہدی علیہ السلام کو عطا ہوا۔ کوئی اور اس کا دعویٰ نہیں کرسکتے۔ اتباع تام حاصل ہونے کا ایک سبب تعلیم بلا واسطہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ

حضرت مہدی علیہ السلام کو اپنی تعلیم بلا واسطہ کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ کا اتباع تام کرواتے ہیں۔ اس میں سر مو فرق نہیں ہوتا۔ یہ صورت اور کسی کی اتباع میں ممکن نہیں۔ حضرت مہدی علیہ السلام حضرت رسول اللہ ﷺ کا ہر حال میں اتباع فرماتے ہیں آپ قولاً فعلاً حالاً اتباع رسول اللہ ﷺ پر فائز ہیں اور اس مکمل (تام) اتباع کے سبب ہی آپ اس مقام پر پہنچ گئے ہیں جو حضور نبی کریم ﷺ کا مقام عالیہ ہے۔ اتباع تام بھی تسویت خاتمین علیہ السلام کا ایک مثبت ثبوت ہے۔ اس سے انکار کی گنجائش نہیں ہے۔ حضرت مہدی علیہ السلام کی یہ صفت آپ کے خلیفۃ اللہ ہونے کی دلیل ہے کیونکہ کسی دوسری ہستی کو جو خلیفۃ اللہ نہیں ہے اتباع تام رسول حاصل نہیں ہوسکتا۔

اس نقل مبارک میں اللہ تعالیٰ حضرت مہدی علیہ السلام سے فرما رہے ہے کہ میں نے تم کو خاص ولایت محمدی کا وارث بنایا ہے ولایت محمدیہ کا خاص وارث ہونے کے سبب ہی اللہ تعالیٰ نے حضرت مہدی علیہ السلام کو حضرت رسول اللہ ﷺ کی تابیعت تام عطا فرمائی ہے۔

اس حصۂ نقل سے فرائض اسلام کے سلسلہ میں بھی ایک خاص بات سمجھ میں آتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں پانچ باتیں شریعت میں فرض کی گئی تھیں۔ (۱) اللہ کی وحدانیت کا اقرار اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر ایمان (۲) نماز (۳) زکواۃ (۴) روزہ (۵) حج یہ فرائض ایک ہی وقت میں مسلمانوں پر فرض نہیں کئے گئے۔ ایک فرض نازل ہوا۔ اس پر لوگ عامل ہوئے پھر دوسرا اس طرح آہستہ آہستہ پانچ فرائض نازل فرمائے گئے۔ ولایت محمدیہ سے متعلق جو فرائض تھے ان کی فرضیت کا موقع اور آگے تھا جب مسلمان پوری طرح فرائض شریعت کے پابند ہو کر ان پر عمل پیرا ہو جائیں۔ انکی فرضیت کا حکم حضور مہدی علیہ السلام کی بعثت کے بعد ہوا اور حضرت علیہ السلام نے بھی فرمایا ہے کہ آپ کا آنا ان احکام کی فرضیت کے لئے تھا۔ فرائض ولایت جیسا ہر مہدوی جانتا ہے ترک دنیا، ذکر اللہ، صحبت صادقین، عزلت، ہجرت اور طلب دیدار خدا ہیں۔ یہ سمجھنا کہ یہ فرائض شریعت میں نہیں ہیں سخت ترین غلطی ہوگی۔ یہ شریعت ہی کے فرائض ہیں لیکن ان پر عمل پیرا آوری حضور مہدی علیہ السلام کے زمانہ میں ہوتی ہے۔ ان کو فرائض ولایت کہنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ یہ قرب خداوندی کے حصول میں ممد و معاون ہیں۔ اس طرح جو فرائض حضرت رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں قائم ہوئے اور جو فرائض حضرت مہدی علیہ السلام کے زمانہ

میں قائم ہوئے سب فرائض اسلام میں داخل ہیں ان میں کسی کو فرض اور کسی کو مستحب کہنا نامناسب ہے۔ ان تمام فرائض کا تاکیدی حکم قران مجید میں موجود ہے جیسا فرائض اولین کا ذکر موجود ہے۔ یہ فرائض اللہ تعالیٰ کے حکم ہی سے فرض ہیں۔ انکی فرضیت کا اعلان مذہب اسلام کا ایک ضروری حصہ ہے اس لئے مشہور حدیث ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پوچھنے پر ارشاد فرمایا مہدی ہم ہی سے ہے جیسے اللہ نے دین (شریعت محمدی ﷺ) کو ہم سے شروع کیا ہے مہدی پر ختم فرمائے گا۔

ان تمام فرائض پر عمل پیرا ہونے سے قرب خداوندی حاصل ہو جاتا ہے اور اگر اللہ کا فضل شامل ہو جائے تو انسان دیدار باری تعالیٰ سے مشرف ہوسکتا ہے۔ اس لئے ہم مہدویوں کے پاس طلب دیدار خدا فرض ہے۔

اس نقل شریف کا آخری حصہ پھر پڑھیئے۔ حضرت مہدی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہو رہا ہے:

جس نے تمہیں (مہدی کو) پہچانا مجھے (اللہ کو) پہچانا جس نے تمہیں (مہدی کو) نہ [illegible] اس نے مجھے (اللہ کو) نہ جانا۔

یہ اللہ تعالیٰ کی ایک تنبیہ ہے ان لوگوں کے لئے جو حضرت مہدی علیہ السلام کے مقام اور درجات عالیہ کے ماننے سے گریز کرتے ہیں۔ اللہ کو پہچاننے کے لئے مہدی موعود علیہ السلام کے مقامات عالیہ کو پہچاننا ضروری ہے۔ جو شخص مہدی کے مقام کو نہیں پہچانتا وہ اللہ تک نہیں پہنچ سکتا حقیقت یہ ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ اور حضرت مہدی علیہ السلام کی فضیلتیں کچھ ایسی ہیں کہ انسانوں سے ان کا بیان ممکن نہیں اس لئے اللہ تعالیٰ خود انکا مقام بتلاتے ہیں۔

نقل نمبر (۱۱) نقلیات بندگی میاں عبدالرشیدؒ

ونیز فرمودند که حق تعالیٰ بنده را مراتبت انبیاء و اولیاء و مومنین و مومنات و احوال جمله موجودات همچنای معلوم کرده است. چنانچه کسے چیزے در درست دارد و به هر طرف آں چیز را میگر داند تاکه کما حقه بشنا سد چنانچه صراف می کندتا واقف

شود برجیات و روات و مہر زر و نقرہ۔

ترجمہ:۔ نیز فرمایا (حضرت مہدی علیہ السلام نے) کہ اللہ تعالیٰ نے بندہ کو تمام انبیاء، اولیاء مومنین مومنات کے مراتب اور تمام موجودات کے حالات اسطرح معلوم کر دیا ہے جیسا کہ کوئی شخص کسی چیز کو ہاتھ میں لے کر ہر طرف پھیر پھیر کر دیکھ سکتا ہے تا کہ کما حقہ تحقیق کر سکے جیسا صراف سونے چاندی کی خوبی یا خرابی سے واقف ہو سکتا ہے۔

اس سے پہلے ایک نقل مبارک کی تشریح کے سلسلہ میں معلوم ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مہدی علیہ السلام کو اولین و آخرین کا علم عطا فرمایا تھا۔ اس فرمان حضرت مہدی علیہ السلام سے اسی کی مزید تشریح و توضیح ہوتی ہے۔ حضرت علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام انبیاء اولیاء و مومنین و مومنات کے مراتب نہایت وضاحت کے ساتھ بتلا دیئے ہیں۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ حضرت رسول اللہ ﷺ کے سوائے کسی اور کو ایسا علم نہیں دیا گیا ان کے علاوہ تمام موجودات کا علم آپ کو دیا گیا اور اس طرح دیا گیا جیسے کوئی شخص کوئی چیز اپنے ہاتھ کی ہتھیلی میں رکھے اور اس کو الٹ پلٹ کر دیکھے تا کہ اس چیز کا بالکل صحیح اور حقیقی علم حاصل ہو جائے۔ ایک اور مثال یہ بھی دی گئی کہ وہ اصلی ہے یا نہیں۔ ایسے ہی خاص علم سے حضرت مہدی علیہ السلام کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے سرفراز فرمایا ہے۔

ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ جیسے قیامت کے دن حضرت رسول اللہ ﷺ بہ حکم خداوندی اپنی شفاعت سے مومنین کو فائدہ پہنچائیں گے اسی طرح حضرت مہدی علیہ السلام کے پاس تصحیح ہوگی۔ جو آپ کے پاس صحیح ثابت ہوا اسی کی شفاعت و مغفرت اور بخشش ہوگی جو آپ کے پاس صحیح ثابت نہ ہوا اسکو بخشا نہ جائے گا۔ اب اس روایت کو موجودہ روایت سے ملا کر دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ چونکہ حضرت مہدی علیہ السلام کو تمام مومنین و مومنات کا پورا علم ہوگا اس سے آپ تصحیح کے عمل کی تکمیل فرمائیں گے۔

اس نقل مبارک کی روایت سے بھی حضرت مہدی علیہ السلام کے علو مقام کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

نقل نمبر (۱۲) حضرت بندگی میاں عبدالرشیدؒ

باز فرمودند که مقدار بست سال شده است که بنده را از غیب آوازی آید که تو مهدی موعود هستی و بنده هضم می کرد. چونکه بنده در گجرات بقصبه بڑلی بعد از اخراج از شهر نهرواله رسید فرمان بعتاب رسید که چرا اظهار نمی کنی. از خلق می ترسی پس بنده اظهار کردکه فرمان حق تعالیٰ چنیں می شود که تو مهدی موعود هستی چوں ایں خبر در شهر پراگنده شد بعضے علماء آمدند و پرسیدند که شما خود را مهدی موعود گویانید فرمودند که بنده نمی گویاند بلکه فرمان حق تعالیٰ چنیں می شود که تومهدی موعود هستی دعوئے مهدیت بکن۔

بعده سوال کردند که نام مهدی محمد بن عبد الله باشد و نام شما محمد بن سید خاں است. فرمودند که خدائے رابگونید که پسر سید خاں را مهدی موعود چرا کردی. خدائے تعالیٰ قادر است هر چه خواهد بکند باز فرمودند پدر حضرت رسالت مآب مشرك بود عبد الله چوں باشد. ایں سهو کتاب است. عبارت دراصل محمد عبد الله است ومهدی نیز عبد الله است.

ترجمہ:۔ پھر فرمایا کہ بیس سال کی مدت ہوئی کہ بندہ کو غیب سے آواز آرہی ہے تو مہدی موعود ہے اور بندہ ہضم کرتا رہا۔ اب جب کہ بندہ شہر نہروالہ سے اخراج کے بعد علاقۂ گجرات کے قصبۂ بڑلی میں پہنچا ہے تو عتاب کے ساتھ فرمان ہو رہا ہے کہ (تو) مہدیت کو کیوں ظاہر نہیں کرتا اور کیوں خلق سے ڈرتا ہے۔ پس بندہ نے اظہار کیا۔ "اللہ تعالیٰ کا فرمان ہو رہا ہے کہ تو مہدی موعود ہے۔" جب یہ خبر شہر میں مشہور ہوئی تو بعض علماء آئے اور پوچھا کہ تم اپنے آپ کو مہدی موعود قرار دیتے ہو۔ آپ نے جواب دیا بندہ نہیں قرار دیتا بلکہ (خدائے تعالیٰ کا) فرمان ایسا ہی ہو رہا ہے کہ تم مہدیٔ موعود ہو مہدیت کا دعویٰ ظاہر کرو۔ اس کے بعد علماء نے سوال کیا کہ امام مہدی تو محمد

بن عبداللہ ہونگے حالانکہ اپ کا نام محمد بن سید خاں ہے۔ فرمایا خدا سے کہو کہ سید خاں کے بیٹے کو مہدیٔ موعود کیوں بنایا۔ خدائے تعالیٰ قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ پھر فرمایا کہ حضرت رسالت مآب ﷺ کے والد مشرک تھے۔ عبداللہ کیسے ہوتے۔ یہ کاتب کا سہو ہے۔ عبارت اصل میں محمد عبداللہ ہے اور مہدی بھی عبداللہ ہے ابن لفظ سہوِ کاتب ہے۔

اس روایت میں مہدی علیہ اسلام اعلان فرمارہے ہیں کہ آپ کو بیس سال تک آواز آتی رہی تو مہدی موعود ہے۔ اپنی مہدیت کا دعویٰ فرما۔ لیکن آپ نے اس کا اظہار بطور احتیاط علی الاعلان نہیں فرمایا۔ یہ ایسی ہی کیفیت ہے جیسے رسول اللہ ﷺ نے بھی ابتداء میں کئی سال تک علی الاعلان اسلام کا اعلان نہیں فرمایا۔ بلکہ جو لوگ آپ کے پاس آتے رہے انھیں ایمان کی دولت تقسیم کرتے رہے۔ آخر سورہ حجر کی آیت شریف ۹۴ نازل ہوئی **فصد بما تو مرو واعرض عن المشرکین** ۔ یعنی علانیہ کہدو جس بات کا تمہیں حکم ہے اور مشرکین سے منہ پھیر لو۔ اس آیت کی تفہیم میں مولوی احمد رضا خاں صاحب کے ترجمہ والے قرآن میں یہ روایت پیش کی گئی ہے" عبداللہ بن عبید کا قول ہے اس آیت کے نزول کے وقت تک دعوت اسلام اعلان کے ساتھ نہیں کی جاتی تھی" یعنی اس آیت شریفہ کے نزول کے بعد ہی حضرت رسول اللہ ﷺ نے اسلام کا علی الاعلان اظہار فرمانا شروع کیا۔

بڑلی میں حضور مہدی علیہ السلام نے مہدیت کا دعویٰ موکد یعنی تاکیدی دعویٰ فرمایا ہے۔

اس دعویٰ کے بعد آپ کو مہدیٔ موعود ماننا تمام مسلمانوں پر لازم ہو گیا۔

علماء کے اس سوال پر کہ کیا آپ خود کو مہدی موعود کہتے ہیں حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے خلیفۃ اللّٰہی جواب عنایت فرمایا کہ بندہ خود نہیں کہتا ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ایسا ہی ہو رہا ہے۔ تمام انبیاء اور خلفاء اللہ تعالیٰ ہی کے احکام کے تابع ہیں اور دعویٔ نبوت یا دعویٔ خلیفۃ اللّٰہی اپنی طرف سے نہیں کرتے۔

دوسرا سوال جو علماء نے کیا وہ یہ تھا کہ مہدی تو محمد بن عبداللہ ہونگے آپ تو محمد بن سید خاں ہیں۔ اصل میں علماء نے ایک حدیث کا حوالہ دیا جس میں حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مہدی کا نام میرے نام جیسا اور اسکے باپ کا نام میرے باپ کے نام کے جیسا ہوگا۔ حضرت

مہدی علیہ السلام کا نام سید محمد تھا اور آپ کے والد کا سید عبداللہ تھا اور سید عبداللہ کو حکومت کا دیا ہوا خطاب سید خاں تھا۔ اسطرح حدیث شریف کا صحیح اطلاق آپ پر ہو رہا تھا۔ لیکن علماء نے خطاب کو اصل نام قرار دے کر غلط طریقے سے آپ سے سوال کیا تھا۔ اس لیئے حضرت مہدی علیہ السلام نے بھی سوال کے انداز سے جواب عنایت کیا کہ خدا سے دریافت کرو سید خاں کے بیٹے کو مہدی کیوں بنایا۔

نام میں دو باتیں ہوتی ہیں ایک شخص کی شناخت اور دوسرے نام کے اصلی معنی۔ حضرت مہدی علیہ السلام نے جب یہ فرمایا کہ رسالت مآب ﷺ کے والد عبداللہ کہاں تھے۔ تو اس کا یہ مطلب تھا کہ شناخت تو اس نام سے ہو سکتی تھی لیکن عبداللہ کے اصل معنی ان پر قائم نہیں کئے جا سکتے تھے کیونکہ وہ اسلام سے پہلے کے دین کے پیرو تھے۔ اصل عبداللہ تو خود رسول اللہ ﷺ تھے کہ اللہ کے حقیقی عبد تھے۔ اسی طرح مہدی بھی اللہ کے حقیقی عبد ہیں۔ انکے والد کے نام پر غور کرنا ضروری نہیں ہے۔

اس بحث کے تناظر میں یہ واقعہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حضور محمد مصطفی ﷺ نے سلاطین کو خطوط لکھے تو بعض میں آپ نے من محمد عبداللہ ورسولہ سے خط شروع فرمایا یعنی محمد عبداللہ (اللہ کے عبد) اور اسکے رسول کی طرف سے۔ رسول اللہ ﷺ اور مہدی موعود علیہ السلام عبدِ تام (اللہ کے کامل بندے) ہیں۔

نقل نمبر (۱۶) نقلیات حضرت بندگی میاں عبدالرشیدؒ

باز سوال کردند که شما ولایت را برنبوت فضل می دهند مهدی علیه السلام فرمودند که بنده فضل می دهید یا رسول الله می دهند کما قال علیه السلام الو لایته افضل من النبوت ۔ علماء گفتند که معنی اس حدیث آنست که ولایت نبی افضل از نبوت او باشد ۔ حضرت میراں علیه السلام فرمودند که من کدام وقت گفتم که ولایت من افضل از نبوت نبی است یا من افضل از نبی هستم یا ولی را بر نبی فصیلت است ۔ بعدهٗ حضرت مهدی علیه

اسلام فرمودند بارے بدانید معنئ نبوت چیست و ولایت چه چیز است

ترجمہ:۔ علماء نے پھر ایک دفعہ سوال کیا کہ آپ ولایت کو نبوت پر فضیلت دیتے ہیں۔ فرمایا بندہ فضیلت دیتا ہے یا رسول اللہ ﷺ دیتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا ہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے۔ علماء نے کہا اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ نبی کی ولایت نبی کی نبوت سے افضل ہے۔ حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے کب کہا ہے کہ میری ولایت نبی کی نبوت سے افضل ہے یا میں نبی سے افضل ہوں یا ولی کو نبی پر فضیلت ہے۔ اس کے بعد حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک بار پھر غور کرو کہ نبوت کے معنی کیا ہیں اور ولایت کیا ہے۔

اس روایت میں علماء کا ایک اور سوال اور حضرت مہدی علیہ السلام کا تفہیمی جواب پیش کیا گیا ہے۔ علماء نے حضرت مہدی علیہ السلام سے کہا کہ آپ ولایت کو نبوت پر فصیلت دیتے ہیں۔ اس پر حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ نہیں بلکہ خود رسول اللہ ﷺ ایسا کرتے ہیں پھر حضرت رسول اللہ ﷺ کا فرمان پیش کیا کہ الولایت افضل من النبوت یعنی ولایت نبوت سے افضل ہے اب علماء کے پاس اس کے رد کے لئے کوئی چیز نہ رہی تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ولایت آپؐ کی نبوت سے افضل ہے۔ اس کے جواب میں جو تشریح حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمائی وہ ولایت ونبوت کی مختلف حیثیتوں سے تشریح ہے۔ حضرت مہدی علیہ السلام نے علماء کی اس بات کی تصدیق کی اور ساتھ ہی یہ فرمایا کہ آپ نے یہ نہیں کہا کہ آپ کی یا کسی اور کی ولایت حضرت رسول اللہ ﷺ کی نبوت پر فضیلت رکھتی ہے یا یہ کہ کوئی ولی نبی ﷺ سے افضل ہے۔ اس فرمان سے ولایت ونبوت سے متعلق بہت سی باتیں صاف ہو جاتی ہیں (رسول اللہ ﷺ کی ولایت آپ کی نبوت سے افضل ہے۔ کسی دوسرے ولی کی ولایت رسول اللہ ﷺ کی نبوت پر فضیلت نہیں رکھتی۔ کوئی ولی نبی کریم ﷺ سے افضل نہیں ہوسکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی کے پاس دو فضیلتیں ہیں ایک نبوت اور ایک ولایت۔ برخلاف اسکے کسی ولی کے پاس سوائے حضرت مہدی علیہ السلا کے صرف ولایت ہے اور وہاں دو فضیلتوں والے نبی یعنی محمد مصطفی ﷺ سے افضل نہیں ہوسکتا۔ حضرت مہدی علیہ السلام چونکہ ولی بھی ہیں اور خلیفۃ اللہ بھی ہیں۔ اس لئے آپ کی

ولایت کو دوسرے اولیاء کی ولایت کے مماثل نہیں ٹھیرایا جاسکتا۔ اسکے علاوہ حضرت مہدی علیہ السلام اسی ولایت پر فائز ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی ولایت ہے اس لئے آپ حامل ولایت محمدیہ ہونے کی حیثیت سے نہ صرف تمام اولیاء بلکہ تمام انبیاء کی ولایت پر فضیلت رکھتے ہیں۔

آخر میں حضور مہدی علیہ السلام نے علماء کو متنبہ فرماتے ہوئے ہدایت کی کہ وہ نبوت اور ولایت کے معنی کو سمجھیں۔ ہر نبی اور خلیفۃ اللہ کی دو حیثیتیں ہیں۔ پہلے وہ ولی ہوتا ہے بعد نبی یا خلیفۃ اللہ۔ ولی کی حیثیت سے اس کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہوتا ہے۔ اللہ کی اسے قربت حاصل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے احکام کی دعوت وتبلیغ کے لئے اسے مقرر فرماتا ہے۔ اب وہ نبی کی حیثیت سے انسانوں میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی دعوت واشاعت کرتا ہے۔ جو ولی نبی یا خلیفۃ اللہ نہیں ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو ہدایتیں ملتی ہیں وہ صرف انھیں کے لئے ہوتی ہیں وہاں وہ دعوت وتبلیغ کے ذمہ دار نہیں ہوتے۔ اگر وہ نیکی کی تعلیم دیتے بھی ہیں تو اپنے رسول کی دعوت وتبلیغ کو دہراتے ہیں۔ بذات خود وہ دعوت وتبلیغ پر مامور نہیں ہیں۔ اس لئے نبی یا خلیفۃ اللہ کی ولایت اسکا اللہ سے تعلق ہے اور اسکی نبوت انسانوں سے اسکا تعلق ہے۔ اس لئے نبی کی ولایت نبی کی نبوت سے افضل ہوتی ہے۔

حضرت مہدی علیہ السلام خلیفۃ اللہ ہیں اور خاص نبی کریم ﷺ کی ولایت پر فائز ہیں بلکہ نبی کریم ﷺ کی خاص ولایت آپ پر ختم ہے۔ آپ خاتم دین (شریعت) محمدی ہیں آپ کو روزانہ تعلیم بلاواسطہ کے ذریعہ قرآن کی تعلیم ہوتی ہے۔ اور اللہ کی مراد الٰہی تعلیم بیان کے ذریعہ مسلمانوں کو سناتے ہیں۔ آپ دافع ہلاکت محمدیہ ہیں اسطرح اسلام میں آپ کی ولایت (یعنی رسول اللہ ﷺ کی ولایت) سے افضل اور کوئی دوسری نہیں۔

حضرت مہدی علیہ السلام خاتم ولایت محمدیہ ہیں اسکی مزید تشریح ضروری ہے۔

"بعثت مہدی" میں حضرت مولانا سید نجم الدین صاحب نے بتایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سینۂ اطہر میں دو علم تھے ظاہر قرآن کا علم جس کو شریعت کہتے ہیں اور ایک باطن قرآن کا علم جس کو حقیقت کہتے ہیں۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے شریعت کا عام تام بیان فرمایا اور دنیا اس سے فیض یاب ہوئی اور قیامت تک ہوتی رہے گی۔ حقیقت کا علم جو سینۂ رسول اللہ ﷺ میں موجزن تھا اسکی

اطلاع جبرئیلؑ کو بھی نہ تھی کہ وہ بلاواسطہ تھا اور قرآن میں اوحیٰ الیٰ عبدہ ما اوحیٰ سے اس کا اشارہ کیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس علم حقیقت کا عام تام بیان نہیں فرمایا اور اس علم کی عام دعوت و تبلیغ نہیں فرمائی۔ اس کو علم اسرار کہتے ہیں اور اسکو صرف اہل عرفان تک مخصوص کیا گیا ہے۔ سوائے خاص خاص اصحاب کے حضرتؐ نے اس کو دوسرے صحابۂ کرام کے آگے بھی پیش نہیں فرمایا۔ یہی احکام حقیقت و ولایت ہیں اور محققین اہل سنت بھی اس بات کے قائل ہیں کہ اس کی عام دعوت نہیں دی گئی۔ کیونکہ زمانۂ نبوت احکام ولایت کے بیان کرنے کا مانع تھا۔ حضرت عبد الرحمن جامیؒ نے شرح فصوص الحکم میں لکھا ہے: ترجمہ:۔ ''رسول اللہ ﷺ خاتم ولایت کی طرح حقائق و اسرار کے اظہار پر مامور نہ تھے بلکہ آپ کو مقام تشریع میں اسرار ولایت چھپانے کا حکم دیا گیا تھا۔''

حضرت مہدی علیہ السلام نے بھی یہی فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات سرتاپا ولایت تھی مگر آپ احکام ولایت کے بیان کرنے پر مامور نہ تھے بندہ مامور ہے۔

احکام ولایت کی عام تام دعوت و تبلیغ کو حضرت مہدی علیہ السلام نے اپنی ذات پر موقوف فرمایا۔ چنانچہ آپ کا مشہور فرمان مبارک ہے ''حق تعالیٰ که مارا فرستاده است مخصوص برائے ایں است که آں احکام وبیان که تعلق به

MAZAMEEN -E- BARTAR

(PART II)

PUBLISHED BY :

TANZEEM -E- MEHDAVIA
16-4-316, CHANCHALGUDA,
HYDERABAD - 24.

Available at:

1. **Abul Faiz Syed Ahmed Abid**
   16-8-34/1 Chanchalguda,
   HYDERABAD - 24.

2. **A to Z Stationers**
   Anjuman -e- Mehdavia Building,
   Chanchalguda, HYDERABAD - 24.

3. **Meer Mohalla Committee**
   Musheerabad, Zamistanpur